تحریک ختم نبوت 1953ء کی یاد میں لکھا گیا عظیم تاریخی ناول

ظفر جی کے قلم سے

اس کہانی کا آغاز پنجاب پبلک لائبریری سے ہوا-

میں یہاں کچھ کتابوں کی تلاش میں آیا تھا-ان دنوں میں ایک تھیسس کی تیاری میں تھا-میرے پاس صرف دو ماہ کا وقت تھا-میں سارا دن کتابوں کی ایک طویل لسٹ ہاتھ میں تھامے لائبریریوں کی خاک چھانتا- کبھی تو سارا دن بیکار جاتا اور شاذ ہی کوئی کتاب ہاتھ آتی- کبھی کوئی معرکۃ الاراء کتاب مل جاتی تو وہیں بیٹھے بیٹھے نوٹس بنانے لگتا-

سردیاں شروع ہو رہی تھیں-اور میرے پاس وقت بہت کم تھا-

ایک دن یونہی کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھا کہ کندھے پر ایک شفقت بھرے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا-

مڑ کر دیکھا تو ایک بابا جی تھے-ساٹھ ستر برس کا سن، آنکھوں پر موٹے عدسوں کا چشمہ، سر پر جناح کیپ، سفید کرتا پاجامہ اور چہرے پر ایک دلفریب مسکراہٹ-

"جی فرمائیے" میں نے کتاب بند کر کے ان کی طرف متوجہ ہو گیا-

"کیا پڑھ رہے ہیں؟"

"کچھ تاریخی کُتب!!!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا-

"اسٹوڈنٹ ہو؟؟"

"جی... بس یہی سمجھ لیجئے" !!

"میرا نام آفتاب چاندپوری ہے.... میں یہاں پاس ہی رہتا ہوں" انہوں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا-

"جی میں ظفر...." میں نے مختصراً تعارف کرایا-

مطالعے کا کافی شغف رکھتے ہیں آپ"

"جی.... بس ایک تھیسس کی تیاری ہے.... دعا کریں کامیاب ہو جاؤں"

"اچھا.... ماشاءاللہ.... کیا تھیسس ہے؟"

"ریاست اور مذہب" ...

"عنوان تو کافی دلچسپ ہے..." وہ میرے پاس بیٹھتے ہوئے بولے-"مذہب انسان کے اخلاقی حقوق کا بنیادی ضامن ہے.... اسے نکال دیں تو ایک جابر ریاست ہی بچتی ہے.... جسے اپنے حقوق سے ہی سروکار ہوتا ہے"

"لاجواب.... لیکن میری تحقیقات خصوصاً اس موضوع پر ہے کہ کیا ایک ریاست کسی گروہ کو کافر قرار دینے کا اختیار رکھتی ہے یا نہیں؟" میں نے کہا-

"اچھا.... تو اب تک کیا نتیجہ اخذ کیا؟؟"

"میرا گمان تو یہی ہے کہ ریاست کو عوام کے مذہب سے زیادہ اس کی ویلفیئر کی فکر ہونی چاہئے.... میں مذہب کو کسی حد تک انسان کا ذاتی مسئلہ سمجھتا ہوں"

" بالکل ٹھیک.... لیکن ایسی ریاست کو سیکولر ریاست کہا جاتا ہے.... اسلامی ریاست میں مذہب ایک بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے "

"لیکن فی الوقت پاکستان ایک اسلامی ریاست تو نہیں ہے.... یہاں ہر مذہب... مسلک" ...

"ٹھہرئے ٹھہرئے...." انہوں نے پر سکون لہجے میں کہا-" پاکستان ایک اسلامی ریاست نہ سہی.... ایک مسلم ریاست تو ہے- یہاں 97 فیصد مسلمان بستے ہیں... اور تین فیصد غیر مسلم.... آپ کا کیا خیال ہے کہ لا الہ الا اللہ کے نام پر بننے والے ملک میں مذہب کو ایک ثانوی حیثیت دے دی جائے"

"میں مذہب کی ریاستی امور میں مداخلت کی بات کر رہا ہوں.... خاص طور پر جب کسی ایسے گروہ کو کافر قرار دینے کا مسئلہ درپیش ہو جو تمام شرعی وجوب ادا کرتا ہو.... کفر کے فتوے بانٹنا اہلِ مذہب کا پرانا وطیرہ ہے.... ریاست کو اس میں کودنے کی کیا ضرورت ہے؟؟ "

"کودنا پڑتا ہے بھائی.... دیکھو... مارکیٹ میں کوئی جعلی مشروب بیچے یا آبِ زمزم کا ٹیگ لگا کر مضرِ صحت پانی بیچنے لگے.... عوام بیمار ہونے لگیں.... تو کیا ریاست اسے ڈاکٹروں کا مسئلہ قرار دیکر لاتعلق ہو جائے گی؟؟"

"ہم صحت پر نہیں... مذہب پر بات کر رہے ہیں" میں نے ٹوکا-

"پانی گدلا ہو جائے تو صحت برباد ہوتی ہے.... اور مذہب آلودہ ہو جائے تو معاشرہ"

ہمارے بیچ کئی روز تک گفتگو چلتی رہی- ان کے سمجھانے کا انداز نہایت دھیما اور دلچسپ تھا- میں روز لائبریری آتا- لیکن کتابوں سے زیادہ چاند پوری کو پڑھتا- وہ پرانے ادوار کے صحافی تھے- انہوں نے مولانا ظفر علی خان، مولانا اختر علی خان، شورش کاشمیری اور غلام مرتضی میکش کا دور دیکھا تھا- جب صحافت ایک عبادت ہوا کرتی تھی- چند دنوں کی گفتگو میں اس پیرِ فرتوت نے تاریخ کے کچھ ایسے باب واء کئے کہ میرے تخیل پر جمی لادینیت کی میل اترنے لگی-

ایک روز میں صبح صبح لائبریری پہنچا تو وہ اچکن شیروانی پہنے، چھڑی تھامے دروازے پر کھڑے تھے-

"خیریت؟ لائبریری بند ہے کیا؟؟"

"نہیں.... آج فیلڈ ورک پر چلتے ہیں" !!!

"فیلڈ ورک؟؟" میں نے حیرت سے کہا-

"آج 16 دسمبر ہے.... آج ایک ایسی جگہ چلتے ہیں جہاں تاریخ کا گمشدہ خزانہ دفن ہے.... وہاں آپ کے تمام سوالات کا شافی جواب مل

جائے گا.... اور آپ کا تھیسز ایسے ایسے تیار ہو جائے گا... "انہوں نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا-

"واقعی؟ کہاں ہے یہ خزانہ؟؟"

"موچی گیٹ سرکلر روڈ پر" !!

"موچی گیٹ؟ وہاں تو کوئی لائبریری نہیں" ....

"لائبریری سے صرف علم ملتا ہے.... اور فیلڈ ورک سے تجربہ" !!!!

ہم نے ایک رکشہ کرائے پر کیا اور لاہور کی پر ہجوم گلیوں سے گزرتے ہوئے نسبت روڈ کی طرف چل دئے- کوئی نصف گھنٹہ کے بعد انہوں نے رکشہ رکوایا- اور نیچے اترتے ہوئے بولے:

"اتریے جناب.... منزل آگئی"

میں کاپی پینسل سنبھالتا رکشے سے اترا اور حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا-

یہاں ایک پرانی مخدوش عمارت کے سوا کچھ نہ تھا-

"استاد یہ کہاں لے آئے؟ آثارِ قدیمہ میرا سبجیکٹ نہیں ہے"

"اس آثارِ قدیمہ میں تاریخ کے بے شمار انقلابات پوشیدہ ہیں.... یہی وہ تاریخی عمارت ہے جہاں بابائے قوم نے 22 مارچ 1940ء کو اپنے رفقائے کار کے ساتھ بیٹھ کر ایک آزاد اسلامی مملکت کے خدوخال تراشے تھے"

"لیکن اس کا میرے تھیسز سے کیا تعلق؟؟" میں نے پریشانی سے کہا-

"اندر تشریف لائیے.... تمام سوالات کا جواب مل جائے گا"

ہم عمارت کا آہنی گیٹ کھول کر صحن میں داخل ہو گئے- یہاں قبرستان جیسی خاموشی تھی، ہوا چلتی تو فرش پر پڑے پتّے ادھر ادھر بکھرنے لگتے- اچانک ہی بھوں بھوں کرتی ایک بھڑ کہیں سے نمودار ہوئی اور میرے چہرے کا طواف کرنے لگی- میں اندھا دھند ہاتھ مار کر اس بلا سے جان چھڑانے لگا-

"کچھ نہیں کہتی.... بس شناخت چاہ رہی ہے.... سیکیورٹی گارڈ ہے" چاندپوری مسکراتے ہوئے بولے-

عمارت کے خدوخال کسی بھوت بنگلے سے کم نہ تھے- امتداد زمانہ نے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا- عمارتی رنگ و روغن پھیکا پڑ چکا تھا، لکڑی کے پرانے دروازوں اور کھڑکیوں میں دیمک رچ بس چکی تھی- آس پاس کی فلک بوس عمارتیں اس قدیم تعمیر کو ایسے گھور رہی تھیں جیسے دانشوروں کی بھیڑ میں کوئی سادہ لوح مولوی آن پھنسا ہو-

"دیکھئے قبلہ.... آپ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں...." میں نے جان چھڑانے کی کوشش کی-

"آپ کا وقت قیمتی بنے گا... کتابی کیڑا بننے سے تھوڑا فیلڈ ورک کر لینا بہتر ہے"

اس دوران اچانک موسم خراب ہونے لگا- آندھی اتنی شدید تھی کہ سانس لینا دشوار ہو گیا- میں ایک دیوار کا سہار لیکر طوفان سے بچنے کی کوشش کرنے لگا.... دھول، مٹّی گرد و غبار سے آنکھیں اٹ گئیں- تیز ہوا میں کہیں سے اڑتا ہوا ایک اخبار میرے چہرے پر آ کر چپک گیا-

"روزنامہ زمیندار لاہور.... 13 جولائی 1952ء"

کافی دیر بعد جا کر طوفان تھما-

میں نے اخبار چہرے سے ہٹایا تو دھول مٹی بیٹھ چکی تھی اور میں برامدے کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا-

میرے حواس آہستہ آہستہ بحال ہونے لگے.... آنکھیں ملتے ہوئے میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی....

میرے چہار سو دنیا ہی بدل چکی تھی.... یوں لگ رہا تھا کہ آندھی مجھے اڑا کر کسی اور ہی دیس لے آئی ہے.... پھر محسوس ہوا کہ مکاں تو وہی ہے.... شاید زماں بدل چُکا ہے!!!

"برکت علی اسلامیہ ہال" میں نے عمارت کے ماتھے پر کنُدہ عبارت پڑھنے کی کوشش کی-

عمارت کا بانکپن بھی بدل چکا تھا.... اس کی شان و شوکت رونق بحال ہو چکی تھی.... اک عجب سی چہل پہل کا احساس ہو رہا تھا.... فضاء میں مولویانہ عطر پھلیل کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی ....

پھر مجھے سفید اجلے لباس، سیاہ ریشِ دراز اور دیدہ زیب شملوں میں ملبوس کچھ نورانی پیکر نظر آئے.... شستہ اردو میں ہونے والی غیر مبہم گفتگو سنائی دینے لگی.... دبی دبی ہنسی کی خوش کن آواز.... اسلام علیکم.... سبحان اللہ.... ماشاءاللہ.... کی صدائیں!!! ...

میں آہستہ آہستہ کپڑے جھاڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا.... اور برامدے کی دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا-

اچانک ایک نوجوان مولوی، جس نے انگریزی کوٹ، اور جناح کیپ پہن رکھی تھی میری طرف دوڑا چلا آیا-

"آپ ادھر ہیں؟.... ہم پچھواڑے میں تلاش کر رہے ہیں" !!!

میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن چُپ رہا-

"یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مت دیکھئے.... چاندپُوری- روزنامہ افلاک لاہور...!!!" انہوں نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا-

"چاندپوری....؟؟؟؟؟" میں نے بمشکل کہا-

".سب بتادونگا....میرے ساتھ تشریف لایئے....اخباری نمائندگان اس طرف کھڑے ہیں" !!!

"یہ سب کیا ہے؟ہم کہاں ہیں؟؟؟"

"بس تھوڑا ریورس گئیر لگایا ہے....اور کچھ نہیں!!"وہ مجھے کھینچتے ہوئے بولے-

"ریورس گیئر؟؟؟؟"

"سمےّ ساٹُو"سے گزر کے تھوڑا پیچھے آگئے ہیں یار....شانت رہو" !!!

"سمےّ ساٹُو؟کون سا سمےّ ساٹُو؟؟ "

"ایک سوئی جتنا سوراخ....جو تاریخ سے آر پار ہے"

"مجھے کچھ سمجھ نئیں آرہا!!!....یہاں ہو کیا رہا ہے؟؟"

"آل پاکستان علماء کنوینشن 13 جولائی....1952ء....تاریخ کا دھارا بدلنے کے لئے" ....

"انیس سو باون؟؟"

"اچھا تم یہیں رکو....میں ابھی آیا...سمےّ ساٹو سے گزر کر مجھے زور کی بھوک لگتی ہے"

چاندپوری مجھے ایک جگہ کھڑا کر کے جانے کہاں نکل گئے-میں ایک بار پھر سر کتا ہوا دیوار کے قریب ہو لیا....ایک عجب سا خوف مجھے دامن گیر تھا-

یہاں کچھ اور لوگ بھی کھڑے تھے-ایک ادھیڑ عمر بزرگ گلے میں کوئی لالٹین نماء چیز لٹکائے میرے قریب آئے-

"مرتضی میکش....روزنامہ آزاد....آپ کا تعارف؟؟"انہوں نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا-

"ظف فر....ظفر...."میں نے بمشکل کہا-

"آپ اتنے جُز بجز کیوں ہیں؟....کس روزنامچے سے ہیں؟؟"

"روزنامچہ؟....ہاں....روز....نامہ....اسلام"میں نے جیب سے ٹوپی نکال کر سر پر اوڑھ لی-

"روزنامہ اسلام؟؟....کہاں سے چھپتا ہے؟؟"

"میرا خیال ہے....کراچی سے..."میں نے قدرے بے اعتمادی سے کہا-

"سرکولیشن کیا ہے میاں؟؟"وہ چشمے سے جھانکتے ہوئے بولے-

"یہ....لالٹین کیوں لٹکا رکھی ہے گلے میں؟"میں نے موضوع بدلنے کی کوشش کی-

بزرگ نے پہلے مجھے حیرت سے گھورا پھر زور کا قہقہہ لگایا:

"لالٹین نہیں برخوردار.... کیمرہ ہے... کوڈک براؤنی سکس ٹوئنٹی.... بالکل نیا ہے.... فورٹی سکس ماڈل" !!!

"فورٹی سکس ماڈل..... اچھا ہے" میں نے ہونٹ سیٹی کے انداز میں سکیڑے اور ساتھ ہی بے خیالی میں جیب میں رکھے موبائل کو ٹٹولنے لگا -

اتنے میں چاند پوری آ گئے - ان کے ہاتھ میں دو عدد سموسے تھے -

"ایک ابھی کھا لیجئے.... دوسرا کنوینشن کے بعد.... سمّے ساٹو کی بھوک تھم جائے گی" !!

"مجھے بھوک نہیں.... مجھے.... واپس جانا ہے.... میرا تھیسس" !! ...

"ہم واپس جائیں گے.... لیکن فیلڈ ورک کے بعد" !!! ...

"نہ کریں.... میرا مستقبل تباہ ہو جائے گا" ....

"آہستہ بولو.... لوگ کھڑے ہیں !! دیکھو ایک دم شانت رہو.... سمے ساٹو کے اُس پار صرف تین منٹس گزریں گے.... اور اِدھر تین سال" !!!

"لیکن ہم یہاں آئے کس لئے ہیں ؟؟"

"تحریکِ ختمِ نبوّت کا مطالعہ کرنے کے لئے.... بچشمِ خود" !!!

اتنی دیر میں کچھ مزید لوگ صحن میں داخل ہونے لگے -

"میرے ساتھ آ جایئے.... علمائے کرام کی تشریف آوری شروع ہو چکی"

ہم دونوں کنوینشن ھال کے آہنی گیٹ کی طرف بڑھے....

"وہ رہے ابوالحسنات.... اس کنوینشن کے میزبان !!!" انہوں نے ایک عمر رسیدہ بزرگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا -

"ابوالحسنات ؟؟...." میں زیرِ لب بڑبڑایا -

"ابولحسنات سیّد محمد احمد قادری.... مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب ہیں.... ان کے ساتھ اونچے شملے والا جو خوبصورت نوجوان کھڑا ہے.... پہچانا ؟؟"

"نہیں" !!! .....

"شو نے بٹا صفر نالج ہے تمہارا... مولانا عبد الستار نیازی ہیں بھئی.... ممبر پنجاب اسمبلی" !!!

"اوہ.... ہاں.... مجھے یاد آ گیا" میں نے کہا -

کچھ ہی دیر میں، میں واقعی شانت ہو گیا اور ماحول آشنا ہونے لگا - مجھے یہ سب کچھ اب بھلا محسوس ہو رہا تھا -

اسی دوران علماء ومشائخ کی آمد شروع ہو گئ-چاند پوری برابر تعارف کراتے جا رہے تھے-

سب سے پہلے جمیعت علمائے پاکستان کے مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا غلام محمد ترنّم،اور حافظ خادم حسین تشریف لائے-اس کے بعد جمیعتِ اہلحدیث کے مولانا محمد اسمعیل اور مولانا عطاءاللہ حنیف کی آمد ہوئ- سفید تہد پہنے جمیعتِ علمائے اسلام کے 62 سالہ بزرگ مولانا احمد علی لاہوری عصاء ٹیکتے ہوئے تانگے سے اترے اور میز بانوں سے بغلگیر ہوئے-ان کے ہمراہ قاضی احسان احمد شجاع آبادی تھے-

اس کے بعد جماعت اسلامی کے سر وقد میاں طفیل محمد، جناب امین احسن اصلاحی اور نصر اللہ خان عزیز تشریف لائے-جناح کیپ اور شیروانی میں ملبوس ایک کلین شیو نوجوان کی آمد ہوئ تو چاند پوری نے بتایا کہ سیّد مظفّر علی شمسی ہیں.... مجلس تحفّظ حقوقِ شیعہ پاکستان کے صدر-

اس کے بعد مجلس احرار کے لال حسین اختر اور مولانا محمد علی جالندھری تشریف لائے-

پھر یکایک شور اٹھا..... "بابو جی آ گئے.... بابو جی آ گئے"

ابوالحسنات اور عبدالستار نیازی استقبال کو دوڑے.... مجمع میں ایک جوش اور ولولہ پیدا ہونے لگا....

ایک صوفی بزرگ کی آمد ہوئ... کِھلتا ہوا گورا رنگ، کانوں کی لووں تک آتی ہوئی گھنگریالی زلفیں، سلیقے سے بنی ہوئی سفید داڑھی، چشمے سے جھانکتی ذہین، چمکدار اور خوبصورت آنکھیں-

"یہ بابو جی کون ہیں؟؟ "

"پیر مہر علی شاہ صاحب کے فرزندِ ارجمند.... سبحان اللہ!!! صوفی باپ نے جس مشن کا بیڑا اٹھایا تھا اب بابو جی اس کے پتوار درست کرنے آئے ہیں.... صاحبزادہ غلام محی الدین گولڑوی" !!!

اس دوران ہال کا مرکزی دروازہ کھل گیا-اور اکابرین اندر تشریف لے جانے لگے -

چاند پوری میرا ہاتھ پکڑ کر ہال کی طرف کھینچتے ہوئے بولے:

"دیکھو اس نظارے کو.... مدتوں بعد امّت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو رہی ہے..... ملت کی کشتی کو ایک بار پھر طوفانِ قادیانیّت کا سامنا ہے....ایک نئ جدّ وجہد کا آغاز ہو رہا ہے..... جانگداز قربانیوں.... دار و رسن.....اور استقامت کی ایک نئ تاریخ رقم ہونے والی ہے .....اور ہم اس تاریخ کے عینی شاھد بننے چلے ہیں" !!!!

کچھ ہی دیر میں ہال کچھا کھچ بھر چکا تھا-

چاند پوری مجھے ایک کونے میں دھکیل کر ایک بار پھر کہیں گم ہو چکے تھے-

"اختر علی خان... روزنامہ زمیندار.... کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟؟" ایک نوجوان میرے سر پر آن کھڑا ہوا-

"جج.... جی جی.... ضرور...." میں اپنی کرسی پر بیٹھا بیٹھا سکڑ گیا-

"نوازش... کس روزنامچے سے ہیں آپ....؟؟" انہوں نے بیٹھتے ہی پوچھا-

"جی میں وہ... دراصل.... چچ... چاند پوری..." میں ہکلایا-

"چاند پوری؟؟ ماشاءاللہ کہاں سے چھُپتا ہے؟؟"

"ہر پانچ منٹ بعد چھُپ جاتا ہے.... وہ رہے.... وہ تیسری قطار میں... وہ جن کے ہاتھ میں سموسہ ہے.... میں ان کے ساتھ ہوں !!!"

"اچھا... اچھا.... ماشاءاللہ !!!" وہ چشمہ درست کرتے ہوئے بولے-

میں کچھ دیر کن اکھیوں سے ان صاحب کو ٹٹولتا رہا پھر ہمت جمع کر کے بولا:

"روزنامہ زمیندار وہی ہے ناں.... جسے مولانا ظفر علی خان چلاتے ہیں؟؟"

"جی وہ میرے والدِ محترم ہیں.... ضعف پیری غالب ہو چکا.... اب میں چلا رہا ہوں اخبار"

میں چونک کر ظفرُ الملّت وَالدین کے سپوت کو حیرت و عقیدت سے دیکھنے لگا...

اسی دوران ہال میں ایک انتہائی رعب دار شخصیّت داخل ہوئی- مولانا اختر علی خان احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے- میں بھی دیکھا دیکھی کھڑا ہو گیا-

"امیرِ شریعت آئے ہیں !!!" انہوں نے سرگوشی کی-

"اوہ.... سبحان اللہ" میرے مونہہ سے نکلا-

امیرِ شریعت کا ذکر میں نے کی کتابوں میں پڑھا تھا.... اور علماء کی تقریروں میں بھی سنا تھا.... آج چشمِ تخیّل سے پہلی بار زیارت نصیب ہو رہی تھی.... چہرہ پر بہار، زلفِ خمدار، نگاہوں میں عشقِ رسول ﷺ کا خمار، بڑھاپے کے باوجود شخصیّت میں ایک عزم.... ایک وقار ... !!!

لوگ احتراماً کھڑے ہونے لگے-

"ساتھ کون حضرات ہیں؟" میں نے پوچھا-

"ماسٹر تاج الدین.... شیخ حسام الدین....اور صاحبزادہ فیض الحسن صاحب "

امیر شریعت حضرت عطاءاللہ شاہ بخاری کو اسٹیج کے سامنے پہلی قطار کی کرسیوں میں جگہ دی گئ-وہ بیٹھنے لگے تو ایک بزرگ نے ان کے کان میں آکر کچھ سرگوشی کی-

شاہ صاحب دوبارہ اٹھے اور اپنے دائیں جانب تشریف فرماء بابو جی رح کے پاؤں کی طرف دونوں ہاتھ بڑھا دیے-بابو جی نے دونوں ہاتھ تھام لئے اور گلے سے لگالیا-امیرِ شریعت نے پیر صاحب کا ماتھا چوما اور شعر پڑھا:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء

گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

کچھ دیر بعد ایک خوش الحان قاری نے تلاوت کلام پاک سے ماحول کو مشکبار کیا-پھر مولانا عبدالستار نیازی صاحب اسٹیج پر تشریف لائے ...جیب سے ایک پرچی نکالی....اور پرسوز آواز میں نعت شریف کے پھول بکھیرنے لگے:

یا مصطفی، خیر الوری، تیرے جیہا کوئ نہیں

کینوں کہواں تیرے جیہا، تیرے جیہا کوئ نہیں

تیرے جیہا سوہنا نبی، لبھّاں تے تاں جے ہووے کوئ

مینوں تاں ہے ایناں پتا، تیرے جیہا کوئ نہیں

اس کے بعد صاحبزادہ گولڑہ شریف اسٹیج پر تشریف لائے اور فرمایا:

"یہاں ہر مسلک کے علمائے کرام موجود ہیں----کچھ سے موافقت رہی ہے----کچھ سے اختلاف رہا ہے----اور کچھ سے سخت کشید گی ----میں سب کو معاف کرتا ہوں اور سب سے معافی کا طالب ہوں-----راولپنڈی کے عالم دین مولانا غلام اللہ خان سے ہماری مخاصمت کسی سے ڈھکی چھپّی نہیں----ان کے اور ہمارے بیچ بے شمار اختلاف ہیں لیکن حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم نبوّت کے صدقے میں مولانا غلام اللہ خان کے جوتے بھی اٹھانے کو تیار ہوں"----

پیر صاحب نے ایک ہی عاجزانہ پھونک سے فرقہ واریت کی وہ آگ بجھادی جس میں ربع صدی سے ھندوستان کا مسلمان جل رہا تھا-پورا ہال سبحان اللہ ماشاءاللہ کی صداؤں سے گونج اٹھا-

"مسئلہ ء ختمِ نبوّت کی برکات کا ظہور ہو چکا...."مولانا اختر علی خان بول اٹھے-"صدیوں بعد اختلاف کی برف پگھلی ہے بھائ.... 1935ء میں مسجد شہید گنج مووومنٹ کے لئے بھی اس طرح کا اتحاد پیدا نہ ہو سکا تھا....شاید آپ کو یاد ہو؟"

"جی میں تھوڑا بعد میں پیدا ہوا تھا....البتہ آج کا اجتماع واقعی روح پرور ہے"میں نے سادگی سے جواب دیا-

اس کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا- تمام مکتبِ فکر کے علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے کھل کر عقیدہء ختمِ نبوّت کا دفاع کیا- اور مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوّت کے تار پور بکھیر دیے- مقررین اس نکتہ پر متفق تھے کہ ملک میں مرزائیت کا کھوٹا سکّہ نہیں چلنے دیں گے- حکومت آئین میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیکر سر ظفراللہ کو وزارتِ خارجہ کے قلمدان سے برخواست کرے- کیونکہ انہوں نے قائدِ اعظم کا جنازہ یہ کرپڑھنے سے انکار کر دیا تھا کہ ایک "مسلمان" کسی کافر کا جنازہ کیسے پڑھ سکتا ہے -

تقاریر جاری تھیں کہ مجھے نیند نے آلیا- میں کرسی سے ٹیک لگائے اونگھنے لگا- جانے میں کتنی دیر سویا رہا- اچانک ایک بھاری بھرکم آواز نے مجھے جگادیا- یوں لگ رہا تھا جیسے ہال میں زلزلہ آگیا ہو:

"میں میاں ﷺ کے سوا کسی کا نہیں -----نہ اپنا نہ پرایا------میں اُنہیں کا ہوں------وہی میرے ہیں-----جن کے حسن و جمال کو خود ربِ کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا---میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر-----اور لعنت ہے اُن پر جو ان کا نام تو لیتے ہیں-------لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا بھی دیکھتے ہیں---جو نام نہاد مسلمان نبوّت کے ڈاکوؤں سے حسنِ سلوک اور رواداری کے قائل ہیں---وہ حرماں نصیب روز محشر شفیعِ اُمّت ﷺ کے سامنے کیا مونہہ لے کر جائیں گے----جو میاں ﷺ کا نہیں وہ اس قابل نہیں کہ اسے مونہہ بھی لگایا جائے" !!!!----

پُوری محفل دم بخود ہو کر امیرِ شریعت رح کا خطاب سن رہی تھی: -

"مسلم لیگ والو!!!------تم ناموس رسالت کا تحفظ کرو----میں تمہارے کتّے بھی پالنے کو تیار ہوں----میں تمہارے سؤر چرانے کو تیّار ہوں-----میں پوچھتا ہوں پاکستان کس نے بنایا؟؟----- مسلم لیگ نے یا جماعت احمدیہ نے؟؟-----مرزا بشیرالدین اور سر ظفراللہ کا پاکستان سے کیا تعلق ہے؟؟-----یہ دُم بریدہ سگاں برطانیہ-----اب پاکستان میں دندناتے پھر رہے ہیں-----میں پوچھتا ہوں کیوں؟؟؟----ہم ان کی یہ غدّارانہ سرگرمیاں ہرگز برداشت نہیں کریں گے-----اور پاکستان کو مرزائی اسٹیٹ نہیں بننے دیں گے" !! --

کنونشن کے بعد علمائے کرام ہال سے نکلے تو اخباری نمائندوں نے گھیر لیا-

"ہم نے ایک مشترکہ مجلسِ عمل تشکیل دے دی ہے.....جو مسئلہء قادیانیت پر عوامی بیداری کے ساتھ ساتھ حکومت سے اس مسئلے پر مذاکرات بھی کرے گی" ابوالحسنات نے کہا-

"حکومت کے سامنے آپ کیا مطالبات رکھیں گے" ایک رپورٹر نے دریافت کیا-

"ھم نے چار مطالبات حکومت کے سامنے رکھے ہیں.....

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے....

سر ظفر اللہ خان کو وزارتِ خارجہ سے برطرف کیا جائے....
تمام قادیانیوں کو کلیدی پوسٹوں سے ہٹایا جائے....
اور ربوہ شہر کو عام مسلمانوں کے لئے کھول دیا جائے....
"مطالبات منظور نہ ہونے کی صورت میں مجلس کی حکمت عملی کیا ہو گی؟"
"ہم ایک پر امن تحریک چلائیں گے....اور ہم پر امید ہیں کہ حکومت مسئلے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہمارے مطالبات پر ضرور غور کرے گی....یہ صرف ایک مذھبی مسئلہ نہیں....بلکہ یہ ایک سیاسی اور معاشرتی مسئلہ بھی ہے"....
"کیا آپ کو یقین ہے کہ یہ تحریک کامیاب ہو گی؟؟"
"دیکھئے....ساڑھے تیرہ سو سال میں بے شمار کذاب مدعانِ نبوّت آئے....اور آج دنیا ان کے نام سے بھی واقف نہیں....حکومت میں بیٹھے سیاسی حکیم اور دانشور بھلے مرزائیت کے جاں بلب گھوڑے کی مالش کرتے رہیں...ہمیں یقین ہے کہ سواری اور شہسوار ایک دن ضرور مونہہ کے بل گریں گے....ہم تو اس جدوجہد میں بس اپنی قبولیت کے متلاشی ہیں"....
چاند پوری کاپی پینسل سنبھالے نوٹس لے رہے تھے....اور میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں گندھی صورتوں کو دیکھ رہا تھا کہ دیکھنا جن کا کسی ثواب سے کم نہ تھا....

18 مئی---- 1952ء----جہانگیر پارک کراچی

چاند پوری ایک درخت سے ٹیک لگائے پان چبا رہے تھے اور میں گھاس پر بیٹھا مکھیاں مار رہا تھا-
رات ہی ہم ٹرین کا سفر کر کے کراچی پہنچے تھے-
عصر کا وقت تھا اور ہم جہانگیر پارک کی گھنّی چھاؤں میں بیٹھے تھے-
ہر پانچ منٹ بعد اسپیکر سے "ایلو ایلو ایلو مائک ٹیسٹنگ" کی آواز آتی....چاند پوری نیم واء آنکھیں کھولتے پھر درخت کی جڑ میں ایک پچکاری مار کر کہتے "اندھیر نگری ہے بھئی....اندھیر نگری" !!!
جہانگیر پارک میں قادیانیوں کا سالانہ جلسہ تھا- شہر بھر میں جلسے کے اشتہارات لگائے گئے تھے جن پر آویزاں ظفر اللہ خان کی قد آدم تصاویر قوم کا مونہہ چڑھا رہی تھی- دو ہی ہفتے قبل وزیر اعظم نے سرکاری وزراء اور ملازمین کی مذھبی جلسوں میں شرکت پر پابندی لگائی تھی-
میں نے ایک ہاکر سے اخبار خریدا اور گھاس پر لیٹ کر پڑھنے لگا-

"لو جناب.... خوش ہو جایئے.... وزیرِ خارجہ نہیں آرہے آج کے جلسے میں"

"کیوں؟؟... فوت ہو گئے کیا؟؟" چاند پوری بیزاری سے بولے-

"نہیں..... وزیرِ اعظم نے فون کر کے انہیں کراچی جلسے میں شرکت سے منع کر دیا ہے.... یہ دیکھئے روزنامہ فرمان"

انہوں نے بے دلّی سے اخبار دیکھا اور کہا:

"اس فرمانِ شاھی کی ھنڈیا بیچ چوراہے پھوٹے گی.... انشاءاللہ" !!! ....

"کیا مطلب؟؟"

"مطلب یہ کہ سر ظفراللہ ڈنکے کی چوٹ پر آئیں گے"

"وزیرِاعظم کے منع کرنے کے باوجود؟؟؟"

"وزیرِاعظم کو پوچھتا کون ہے بھائی؟ وزیرِ خارجہ چھینکتے بھی خلیفہ کی مرضی سے ہیں"

"خلیفہ کون؟؟"

"خلیفۃالقادیان فی ربوہ شریف.... کروائیں گے کبھی آپ کو زیارت"

"وزیرِاعظم نے ایک بار پھر کہا ہے کہ سرکاری ملازمین اور حکومتی وزراء مذھبی جلسوں سے دور رہیں"

"یہ حکم صرف مسلمانوں کے لئے ہے.... مرزائی اس سے مستسنی ہیں.... اور کچھ؟؟"

میں خاموشی سے کھیلوں کی خبریں پڑھنے لگا-

"اس سے پہلے کہ جلسے کی تقاریر سن کر ہاضمہ خراب ہو جائے.... چلو کچھ کھا کر آتے ہیں" چاند پوری نے کہا اور ہم "چلو کباب سجانی ھوٹل" پر جا کر بیٹھ گئے-

---

مغرب کے بعد جلسہ گاہ کی تمام نشتیں پر ہو چکی تھیں -

مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی بھی اچھی خاصی تعداد یہاں موجود تھی- گاڑیوں کی چھتّوں کے علاوہ درختوں پر بھی لوگ قبضہ جمائے بیٹھے تھے-

"چلو ہم بھی کوئ مناسب شاخ ڈھونڈتے ہیں" ....

"درخت پر بیٹھنا ضروری ہے کیا؟؟" میں نے کہا-

"واجب ہے بھائ واجب!!!.... جلسہ گاہ میں بیٹھ کر بندہ پچکاریاں تھوڑی مار سکتا ہے" !!!

تھوڑی سی مشقّت کے بعد ہم بھی ایک درخت پر مورچہ بنانے میں کامیاب ہوگئے- یہاں اچھی خاصی روشنی تھی اور اسٹیج کا منظر بھی صاف دکھائی دیتا تھا-

جوں جوں رات ڈھل رہی تھی، جلسہ گاہ کی رونق بڑھتی جارہی تھی-

رات دس بجے اچانک اعلان ہوا "وزیر خارجہ پاکستان سر ظفراللہ خان جلسہ گاہ میں تشریف لاچکے ہیں" !!!!...

نعروں اور تالیوں کے شور سے پنڈال گونج اٹھا-

چاندپوری مجھے پینسل چبھو کر بولے:

"کیا کہا تھا میں نے؟؟ سر ظفراللہ دنیا تو چھوڑ سکتے ہیں... قادیانیوں کا جلسہ مِس نہیں کر سکتے"!!!

تھوڑی ہی دیر بعد جلسے سے سر ظفراللہ خان کا "فکر انگیز" خطاب شروع ہوچکا تھا- چاندپوری مونہہ میں گلوری دبائے دھڑادھڑ تقریر کے نوٹس لینے لگے:

"انجمن کے ساتھیو-----!!!! جنابِ وزیرِاعظم نے دوروز پہلے کہا تھا کہ میں اس جلسے میں شرکت نہ کروں----- سردار عبدالرب نشتر صاحب کا بھی فون آیا تھا------ لیکن میں نے جواب دیا کہ میں انجمن سے وعدہ کرچکا ہوں"------

"یہ انجمن کون ہے؟؟" میں نے چاندپوری سے پوچھا-

"کلکتہ کی طوائف!!!" انہوں نے چشمے کے پیچھے سے آنکھ ماری-

"آئی ایم مین آف پرنسپل------ اگر کچھ روز پہلے وزیرِاعظم مجھے کہتے تو شاید میں رک جاتا------ لیکن وعدہ کرلینے کے بعد اس جلسے میں تقریر کرنا------ میں اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں------ اگر اس کے باوجود بھی وزیرِاعظم یہ سمجھتے ہیں کہ میں غلطی پر ہوں------ تو میں اپنا استعفی دینے کو تیّار ہوں" !!!!! ------

پنڈال ایک بار پھر نعروں سے گونج اُٹھا اور دیر تک تالیاں بجتی رہیں-

"استعفی دیں ان کے دشمن.... دیکھو ایک تیر سے کئی شکار کرلئے" چاندپوری نے تبصرہ کیا-

"میری آج کی تقریر کا عنوان ہے------ اسلام ایک زندہ مذھب ہے------ انجمنِ احمدیہ کے متوالو-------!!!! قران آخری الہامی کتاب ہے------ جس میں عالمِ انسانیّت کے لئے آخری ضابطہء حیات مہیّا کردیا گیا ہے------ کوئی بعد میں آنے والا ضابطہ اس کو موقوف نہیں کرسکتا------ پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاتم النّبیین ہیں------ جنہوں نے عالمِ انسانی کو اللہ کا آخری پیغام پہنچادیا

ہے -----اور اس کے بعد کوئی نبی شریعت نہیں آ سکتا اور نا ہی کوئی شخص قرانی شریعت کے ضابطوں کو منسوخ کر سکتا ہے ------
" !!!!

میں نے حیرت سے چاند پوری کی طرف دیکھا تو وہ ایک تازہ گلوری مونہہ ٹھونس کر بولے:

"آخر میں مینگنی ڈالے گا.... تم ذرا صبر تو کرو.... مرزا صاحب بھی یہی کرتے تھے"

"اور یہ رسول اللہ کا وعدہ ہے ------ نبی کا وعدہ ہے ------ کہ ایسے لوگ اس امّت میں پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کی اصلاح و تجدید کریں گے ------ جو بدعات کا خاتمہ کریں گے ----- یہ لوگ مامور من اللہ ہونگے ------ اور تجدید دین پر مامور ہونگے ---- اور اسلام کی اصل پاکیزگی بحال کریں گے ------ مرزا غلام احمد ایسے ہی ایک مجدّد تھے ------ احمدیّت ایک ایسا پودا ہے جو اللہ نے خود لگایا ہے ----- اور اب جڑ پکڑ چکا ہے ------ تاکہ قران کے وعدے کی تکمیل ہو ------ اور اسلام کی حفاظت کا ضامن بنے ---- اور اگر یہ پودا اکھیڑ دیا گیا تو اسلام زندہ نہیں رہے گا ------ بلکہ ایک سوکھے درخت کی مانند ہو جائے گا ----- اور دوسرے مذاھب پر اپنی برتری کا ثبوت مہیا نہیں کر سکے گا" !!! -----

"سن لو.... یعنی قادیانیّت ایک شجرِ پُر بہار.... اور اسلام ایک سوکھا درخت" چاند پوری پان تھوکتے ہوئے بولے-

"آپ کی پچکاری نیچے کسی احمدی پر گر گئی تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے" میں نے کہا-

"کچھ نئیں ہوتا..... ہم بھی تو ان کی پچکاریاں برداشت کر رہے ہیں" ....

وزیر خارجہ نے تقریر جاری رکھی:

"انجمنِ احمدیہ کے ساتھیو ----- !!! تمہیں اس شجرِ پر بہار کی حفاظت کرنی ہے ------ اور اس پیغام کو ملک کے ہر خاص و عام تک پہنچانا ہے ------ کہ مُلائی اسلام ایک مردہ مذھب ہے ------ اور احمدی اسلام ایک زندہ مذھب" !!!!

"اب تو آ گئی بات سمجھ شریف میں.... یا مزید تشریح کی ضرورت ہے؟؟" چاند پوری نے مجھے ٹھوکہ دیا-

"واقعی.... بڑی ظالم پچکاری ماری ہے..." میں نے کہا-

اچانک جلسہ گاہ کی طرف سے شور برامد ہوا اور چوھدری ظفر اللہ کی تقریر رک گئی -

نامعلوم سمتوں سے آنے والے پتھروں نے جلسہ درہم برہم کر دیا تھا-

"اب جلدی اترو.... اور بھاگو.... مجاھدین پہنچ گئے ہیں...." چاند پوری نے کہا اور ہم تیزی سے نیچے اترنے لگے-

ہم دوڑتے بھاگتے امپریس مارکیٹ پہنچے تو پہلا دھماکہ ہوا-

پتھراؤ کرنے والے مظاہرین پر پولیس آنسو گیس کے گولے فائر کر رہی تھی۔

ہمارے سامنے سے پولیس کی گاڑیاں ہوٹر بجاتی ہوئی گزریں۔وزیرِ خارجہ واپس جا رہے تھے۔

چاندپوری نے کہا:

"بس آج سے ملک میں قادیانیت کا تختہ الٹ گیا" ....

"وہ کیسے.....؟؟"

"پہلا پتھر اہلیانِ کراچی نے مار دیا.....اب پورے پاکستان میں ان کے جلسے یونہی الٹائے جائیں گے........چار سال سے برداشت کر رہے تھے حکومتی سرپرستی میں ان کی پچکاریاں....اب آسمان سے پتھر برسنے تو رہے.... قوم کو خود ہی ہمّت کرنا پڑے گی" !!!

10 اگست....1952ء.... موچی گیٹ لاہور

عوام کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر میرے سامنے تھا۔

کم و بیش ایک لاکھ کا مجمع تھا۔ کیا بچّے، کیا بوڑھے، کیا جوان، ہر رنگ، نسل اور فرقے کا مسلمان یہاں آیا ہوا تھا۔لوگوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ تحریکِ ختمِ نبوّت ایک نئے دور میں داخل ہو رہی تھی۔فرقہ بندی کی دیواریں گر چکی تھیں اور امت مسلمہ ایک مٹھی کی صورت جمع ہو چکی تھی۔

چاندپوری اور میں جلسہ گاہ سے رستہ بناتے ہوئے اسٹیج کی طرف جا رہے تھے۔

"یہ عشقِ رسول ﷺ کی بازی ہے بھائی..... کوئی جیتے یا ہارے، کسے پرواہ ہے.....اس سعادت سے لیکن کوئی محروم نہیں رہنا چاھتا ....دیکھو لوگ شیر خوار بچے تک اٹھا کر لائے ہوئے ہیں....ایسے پنڈال کوئی روز تھوڑی سجا کرتے ہیں"

سامنے ہی قائدین کے لئے ایک بہت بڑا اسٹیج بنایا گیا تھا۔ ھم اسٹیج سے کچھ دور آلتی پالتی مار کر زمین پر بیٹھ گئے۔گلدستہء نعت کی خوشبو عاشقانِ مصطفی ﷺ کے دلوں کو مشکبار کئے جا رہی تھی۔

دلوں کے گلشن مہک رہے ہیں، یہ کیف کیوں آج آ رہے ہیں

کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں

حاضرین وجد میں برابر جھوم رہے تھے- اس دور میں نہ تو ابھی نعت کا بٹوارا ہوا تھا، نہ ہی پگڑیوں کی تقسیم- اختلاف کے باوجود باہمی احترام باقی تھا- فرقہ فرقہ ملت باہم ایک کاز پر متحد ہو رہی تھی- سب جانتے تھے کہ خُدا کو راضی کرنے کے طریقوں میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن حُبِّ رسول ﷺ کی اب صرف ایک ہی کسوٹی ہے.... ختم نبوّت پر غیر متزلزل ایمان:

نہ پاس ہوں تو ہے سُونا ساون، وہ جس پہ راضی وہی سہاگن
جنہوں نے پکڑا نبی کا دامن، اُنہی کے گھر جگمگا رہے ہیں

سِول کپڑوں میں ملبوس سرکاری اہلکار اور مرزائی جاسوس عشق کی وہ سانڈھ سونگتے پھرتے تھے جو ہمیشہ ہواؤں کے مخالف پھیلتی ہے- عجب سماں تھا- لوگ گھروں سے بستر، مصلّے، برتن تک اٹھا کر لے آئے تھے- کہیں نوافل کا اہتمام چل رہا تھا، کہیں قران کی تلاوت ہو رہی تھی، اور کہیں بڑے بوڑھے سر جوڑے آنے والے حالات کے بارے میں سرگوشیاں کر رہے تھے: -

کہیں پہ رونق ہے میکشوں کی، کہیں پہ محفل ہے دل جلوں کی
یہ کتنے خوش بخت ہیں جو اپنے، نبی کی محفل سجا رہے ہیں

سیّد مظفر علی شمسی کی تقریر سے جلسہ کا آغاز ہوا:

"اے فرزندانِ اسلام ------آج چشمِ فلک عجب نظارہ دیکھ رہی ہے -------آج امّت ایک مؤقف پر ڈٹ چکی ہے !!!!!.......

مرزائیو------!!!.... آؤ------اور آکر دیکھ لو-------رسول اللہ ﷺ کی امّت------آج باہم متحد ہو کر تمہارے "الفضل" اخبار کے دعووں کی دھجیاں اڑا رہی ہے-------تم کہتے تھے ناں-----شیعوں اور سُنیوں میں اختلاف ہے------تم ہمیں مشورہ دیتے تھے ناں------کہ اس جھگڑے میں نہ پڑو یہ سُنیوں کا مسئلہ ہے-------آؤ اور آکر دیکھ لو-------آج شیعہ اور سنّی ختم نبوّت پر کندھے سے کندھا ملائے کھڑے ہیں-----تم خوش تھے ناں کہ امّت کی قباء تار تار ہو چکی-----امّت باہم بر سرِ پیکار ہو چکی-----آج مایوس ہو جاؤ کہ تمہاری کوششیں خاک میں مل گئیں------ختمِ نبوّت کے لئے اگر شیعوں کو دیوار میں زندہ بھی چنوا دیا گیا تو خنداں پیشانی سے برداشت کر لیں گے-----لیکن ناموسِ رسول ﷺ پر کوئی سودا نہیں کریں گے" !!!!! ----

اس کے بعد صاحبزادہ فیض الحسن، شیخ حسام الدین، مولانا سعید احمد قادری، مولانا مرتضیٰ میکش، مولانا غلام احمد ترنّم اور دوسرے مقررین نے تقاریر کیں-

رات گیارہ بجے اس شیر کی آمد ہوئی کہ جس کے انتظار میں لوگ بستر چھوڑ کر یہاں آئے ہوئے تھے-

امیرِ شریعت اسٹیج پر تشریف لائے تو فضاء دیر تک نعرہ ہائے تکبیر اور ختم نبوّت زندہ باد کے نعروں سے گونجتی رہی -
صلوٰۃ وسلام کے بعد آپ نے فرمایا:

" قادیان کے جھوٹے نبی کے امتیوں نے ----ربوہ میں ایک متوازی حکومت قائم کرر کھی ہے ----ربوہ میں اسلحہ تیّار ہو رہا ہے ---
---زمین دوز قلعے تعمیر ہو رہے ہیں -----متوازی عدالتیں لگ رہی ہیں -----اور اربابِ حکومت خاموش ہیں --؟؟
وزیرِ اعلیٰ سوئے ہوئے ہیں ------؟؟
میں پوچھتا ہوں کیوں -----؟؟؟؟
آخر یہ ماجرا کیا ہے ------؟؟؟ تمہیں کیوں سانپ سونگھ گیا ہے ------؟؟؟
دولتانہ صاحب ----!!! ایک آزاد ملک میں دو دو نظام چل رہے ہیں اور تم لاہور میں مزے سے بیٹھے ہو ------؟؟؟
پچھلے دنوں ایک من سترہ سیر بارود ربوہ میں گیا ہے اور آپ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی -----؟؟
مرزا بشیر کہتا ہے رضاکاروں کی تربیّت ہو رہی ہے ----ارے بھئی کون سے رضاکار ----؟؟ رضاکار کون سا بارود استعمال کرتے ہیں -
----؟؟؟ مسلم لیگ کے رضاکاروں نے سن سنتالیس میں کتنا بارود استعمال کیا تھا ----؟؟؟
دولتانہ صاحب -------!!!! ڈرو اس وقت سے جب پانی سر سے اونچا ہو جائے" !!!!
لوگ بڑی توجّہ سے امیرِ شریعت کا خطاب سُن رہے تھے - پورا پنڈال ہمہ تن گوش تھا-

"تم کہتے ہو یہ احراریوں اور احمدیوں کا مسلہ ہے -------؟؟؟
ہونہار وزیرِ اعلیٰ صاحب ----!!! یہ مرزائی اور کالی کملی والے کے غُلاموں کا مسئلہ ہے !!!!-------
یہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے ---یہ عالمِ اسلام کا مسئلہ ہے !!!! -------
یہ جس قدر بخاری کا مسئلہ ہے اسی قدر ممتاز دولتانہ کا مسئلہ ہے !!! ------
اور اگر تُم پھر بھی بضد ہو کہ یہ صرف احراریوں کا مسئلہ ہے تو سن لو -----میں اسے اپنا مسئلہ کہنے میں سعادت محسوس کرتا ہوں ----
-ایک ایک احراری ختم ہو جائے گا ----- مگر آلِ محمد ﷺ اور ناموسِ رسالت ﷺ پر کسی بدبخت کو انگلی اٹھانے کی اجازت نہیں
دے گا" !!!! -----

اس پر نعرہ ہائے تکبیر اور ختمِ نبوّت زندہ باد کے نعروں سے پنڈال گونج اٹھا-

"تم کہتے ہو احراری فتنہ و فساد بھڑکانا چاہتے ہیں-------؟؟؟؟

یعنی وہ جو ڈیڑھ من بارود لیکر بیٹھے ہوئے ہیں وہ امن پسند ہیں---------اور ہم فسادی؟؟

تم کہتے ہو احرار والے حکومت میں حصّہ چاہتے ہیں----------؟؟؟

میں کہتا ہوں اگر مسئلہ ناموسِ رسالت کا نہ ہوتا تو ہم تُم لوگوں سے بات بھی نہ کرتے!!! -------

آج اُس کملی والے ﷺ کے صدقے تمھارے آستانوں پہ جانا پڑتا ہے!!!! ------

تمھارے سامنے جھکنا پڑتا ہے--------گڑگڑانا پڑتا ہے!!!! -------

اس لئے کہ تم دوست اور دشمن کی پہچان نہیں رکھتے!!! ------

اگر حکومت کرنا چاہتے ہو تو باخبر رہ کر کرو-----ہم کبھی تمھارے رستے میں نہیں آئیں گے------اور اگر درویشی ہی اختیار کرنی ہے تو پھر دونوں جہانوں سے بے خبر ہو جاؤ" ----

رات کے دو بجے کا وقت ہوا تھا اور شاہ جی فرما رہے تھے:

خواجہ ناظم الدین صاحب!!!-----میری بات کان دھر کے سنو!!! میں تُمھیں مسلمان کی حیثیت سے نبی کریم ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں-----مجلس کے مطالبات مان لو-----میں تیری مرغیوں کو ساری عُمر دانہ ڈالوں گا----اور تیری جوتیاں اپنی داڑھی سے صاف کروں گا-----ناموسِ رسالت ﷺ کا قانون بنا کر ہمیں دے دو" ----

شاہ جی کے ان الفاظ پر مجمع ہچکیاں لے لے کر رو رہا تھا-کیا بچےّ، کیا بوڑھے، سب کی آنکھیں برس رہی تھیں-اور عشقِ رسول ﷺ کی تجلی سے دل موم ہو رہے تھے!!! ----

14 اگست....1952ء....چک ڈگیاں

صبح آٹھ بجے ہم چک ڈگیاں پہنچ گئے-

دریائے چناب کے کنارے ضلع چنیوٹ کا یہ چھوٹا سا گاؤں اپنی ظاہری خوبصورتی اور محل وقوع کے لحاظ سے بہت خوبصورت تھا-سبزے کی بہار اور پسِ منظر میں بلند و بالا کوہسار نے اسے جنّت نظیر بنا رکھا تھا-پانچ سال پہلے سر ظفر اللہ کی "برکت" سے اسے "ربوہ" بنایا گیا تھا-ان دنوں ملک بھر میں ربوہ کے ڈنکے بج رہے تھے-

داخلی چوکی پر تعیّنات پولیس والوں کو چاند پوری نے ایک سفارشی چٹھّی دکھائ، جو کسی "ماجد شریف سرائکی والے" کی طرف سے لکھی گئ

تھی- پولیس والوں نے ہماری جامعہ تلاشی لی- اور ایک گول کمرے میں چھوڑ آئے- یہاں ایک گورا چٹا جوان کیمرہ لگائے بیٹھا تھا- ہمیں باری باری ایک اسٹول پر بٹھایا گیا- فوٹو کشی کے بعد ہماری تصاویر ڈیویلپ ہونے تک ہمیں بغلی کمرے میں دھکیل دیا گیا-

کمرے میں لگے ایک قد آدم پورٹریٹ کو دیکھ کر میں چونک اٹھا-

"یہ بزرگ کون ہیں؟؟" میں نے سرگوشی کی-

"یہی تو ہیں خلیفۃ القادیان جو اب خلیفہ ُ پاکستان بننے کا خواب دیکھ رہے ہیں"

تصاویر تیار ہو گئیں تو ہمیں ایک تیسرے روم میں لے جایا گیا، یہاں ہمارے فنگر پرنٹس لیکر ایک فارم ہمارے حوالے کیا گیا جسے لیکر ہم ایک چوتھے کمرے میں آگئے- یہاں ایک سرسری انٹرویو کے بعد ہمارے کاغذات پر ربوہ کی انٹری اسٹیمپ لگا کر ہمیں پاس مہیا کر دیے گئے-

ربوہ کا "ویزا" لے کر اب ہم قصبے میں آزاد گھوم رہے تھے-

یہاں کی ترقّی دیکھ کر میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں- قصبے میں ایک مکان بھی کچّا نہ تھا- یہاں کے ساٹھ فیصد لوگ سرکاری ملازم تھے اور ہر برسر روزگار شخص پر لازم تھا کہ وہ اپنی کمائی کا دس فیصد انجمن کے لئے ضرور وقف کرے -

"پہلے باغ بہشت سے نہ ہو آئیں" چاندپوری نے تجویز پیش کی-

"باغِ بہشت؟؟"

"مرزائیوں کا قبرستان جہاں تحریک کو چندہ دینے والے دفن کئے جاتے ہیں"

ہم نام نہاد بہشتی مقبرے میں داخل ہوئے- سرسبز و شاداب ہونے کے باوجود یہاں ایک عجیب سی ویرانی تھی- تحریک کو عمر بھر زرتعاون مہیا کرنے والے یہاں دفن کئے جاتے تھے، دوسری طرف ایک اجاڑ سا ویرانہ تھا جہاں تحریک کے باغی یا موافقت نہ کرنے والے گاڑے جاتے تھے-

چاندپوری نے عین قبرستان کے بیچ جا کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیے- میں نے پہلے تو انہیں حیرانی سے دیکھا.... پھر دعا کے الفاظ سن کر آمین آمین کرنے لگا:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ

اے ہمارے رب ھدایت کے بعد کہیں ہمارے دلوں کو کجّی میں مبتلا نہ کر دیجئو، ہمیں اپنے خزانہء فیض سے رحمت عطاء کر کہ تو ہی فیاضِ حقیقی ہے-

دعا کے بعد وہ نمدار آنکھوں سے بولے:

"یار دیکھو کتنے ہی نادان لوگ سیدھی راہ سے بھٹک کر اس رستے پر چل نکلے جو سوائے جہنّم کے اور کہیں نہیں جاتا- آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل قبر ہے، جہاں تین سوالات میں سے ایک سوال خاتم النبییّن کے بارے میں بھی ہو گا- کیا جواب دیں گے؟ ھدایت ملنے کے بعد بھٹک جانا انسان کی سب سے بڑی کم نصیبی ہے"

سامنے ایک چار دیواری میں کچھ قبریں تھیں- چار دیواری پر لکھا تھا:

"یہاں جو لوگ مدفون ہیں انہیں موقع ملتے ہی قادیان کے قبرستان میں منتقل کر دیا جائے گا"

دیوار پر ایک ٹیلی فون بھی نصب تھا- جو اس ویرانے میں یقیناً بڑا عجیب لگ رہا تھا-

"حضرت یہ ٹیلی فون یہاں کس لئے لگایا گیا ہے؟"

"ہو سکتا ہے یہاں کے مرُدوں کا قادیان کے مرُدوں سے فون پر رابطہ ہو" چاند پوری نے جواب دیا-

اتنی دیر میں انگریزی کوٹ پہنے خشخشی داڑھی والا ایک شخص بغل میں رجسٹر دبائے ہماری طرف چلا آیا اور بڑے اخلاق سے جھک کر بولا :

"نوُر مرزا.... منتہم بہشتی مقبرہ..... کتھوں آئے او سرکار؟؟"

"لاہور سے" چاند پوری نے جواب دیا-

"ماشاءاللہ.... سبحان اللہ.... احمدی مسلک آ؟؟"

"نہیں جناب.... فی الحال تو مسلمان ہیں.... آگے چل کر حکومت جانے کیا بنا دے"

"دیکھو جی.... دین وچ تے اختلافات چلدے ای رہندے نیں... اسی بحث نئیں کر دے.... اے دسّو کہ.... بہشتی مقبرہ ویکھ کے تُسّی کی محسوس کیتا؟؟"

"ہم نے کچھ سوالات محسوس کئے ہیں... اگر ناراض نہ ہوں تو" .....

"ہاں جی.... بسم اللہ.... ضرور پُچھو!!!" وہ بڑی چاپلوسی سے بولا-

"آپ کو کیسے یقین ہے کہ یہاں دفن ہونے والے سب جنتی ہیں"

نُور کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر مسینا سا ہو کر بولا:

"اللہ دی ذات توں امید تے کیتی جا سکدی اے ناں سرکار" !!!

"لیکن ہم نے سنا ہے کہ بہشت کا جھانسہ دے کر آپ مرزائیوں سے جبری چندہ وصول کرتے ہیں؟؟ کیا یہ درست ہے؟؟"

"نئیں سرکار.... جبری کوئی نئیں لیندا... لوگ خوشی نال خیرات کر دے نیں.... فی سبیل اللہ"!!!

"اور اگر کوئی غریب شخص خیرات نہ دے سکے تو" ....

"کوئی مسئلہ نئیں.... اپنی اپنی توفیق دی گل اے.... برکت تے رب نے پاؤنی ایں ناں سرکار" !!!

ہم باتوں میں مصروف تھے کہ قبرستان میں کچھ لوگ ایک سجی سجائی ریڑھی دھکیلتے داخل ہوئے- چار پہیوں والی اس خوبصورت ریڑھی پر ایک دیدہ زیب چادر تنی ہوئی تھی-

"معاف کرنا.... جنازہ آگیا" یہ کہتے ہوئے نور مرزا ہمیں چھوڑ کر اس طرف دوڑا-

ہم بھی پیچھے پیچھے ہو لئے -

"اِنّ للہ.... جی آیاں نوں.... رسیداں کڈھو سرکار!!!" اس نے میت کے ورثاء سے کہا-

مرنے والے کے ایک عزیز نے جیب سے کوئی پوٹلی نماء چیز نکالی پھر اس میں سے مڑے تڑے کاغذات نکال کر نور مرزا کے حوالے کئے-

"شناختی کارڈ پھڑاؤ " ....

میّت کے عزیز نے جیب سے شناختی کارڈ نکال کر دیا-

"مرحوم دا شناختی کارڈ منگیا سرکار.... تواڈے کارڈ نوں میں اگ لاؤنڑیں" نور مرزا شناختی کارڈ الٹ پلٹ کر بولا-

"یہ لیجئے.... میرے پاس ہے" میّت کے ایک دوسرے عزیز نے ڈیڈ باڈی کا کارڈ تھمایا-

"مرحوم نے اک سال دا چندہ نئیں دِتّا....!!!" نور مرزا کسی پٹواری کی طرح رجسٹر کھنگالتے ہوئے بولا-

"مرحوم عمر بھر چندہ دیتے رہے ہیں... ایک سال سے حالات اچھے نہ تھے" رشتہ دار نے بتایا-

"کوئی گل نئیں.... لاش ایتھے ای رکھو... پہلے پچیس سو روپیہ لے کے آؤ " !!!

اس زمانے میں ایک عام سرکاری ملازم کی تنخواہ پچاس روپے سے زیادہ نہ تھی- رشتہ دار پریشان ہو کر بولا:

"ہمارے پاس ایک مکان کے سوا اور کچھ نہیں ہے "

"مکان ویچ چھڈّو.... جنّت وچ مکان مفت تے نئیں ملدا سرکاراں " !!!

رشتہ دار کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا پھر لاش ادھر ہی چھوڑ کر آنسو پوچھتا روپوں کی تلاش میں نکل گیا-

چاند پوری میرا ہاتھ پکڑ کر قبرستان سے باہر نکل آئے اور کہا:

"یہ ہے وہ اندھیر نگری جسے زندہ مذھب کا نام دے کر وزیر خارجہ پوری قوم پر تھوپنا چاہتے ہیں.... مرِدوں کے ساتھ یہ سلوک ہے تو زندوں کے ساتھ کیا ہو گا" ....

قبرستان سے نکل کر ہم ایک گراؤنڈ کے پاس سے گزرے- یہاں کچھ وردی پوش رضاکار پریڈ کر رہے تھے- ان کے ہاتھ میں سرکاری

رائفلیں تھیں-یوں لگ رہا تھا جیسے فوج کی کوئی رجمنٹ ٹریننگ کر رہی ہو-

"یہاں ہر شخص کے گھر میں آتشیں اسلحہ ہے.... حال ہی میں چنیوٹ سے ٹنوں کے حساب سے بارود اور چُونیاں سے بھاری مقدار میں سکّہ خرید کر ربوہ لایا گیا ہے تاکہ گولیاں بنائی جاسکیں" چاندپُوری نے بتایا-

"اخبارات اس معاملے پر شور کیوں نہیں کرتے؟"

"سنتا کون ہے بھائی؟... سب سر ظفر اللہ کی سنتے ہیں اور ظفر اللہ صرف خلیفہ کی سنتا ہے"

ہم ایک محل نماء عمارت کے پاس سے گزرے تو چاندپوری نے کہا:

"یہ رہا قصرِ خلافت.... مرزائیت کا مردہ گھوڑا جسے 1907ء میں علماء وصوفیاء کرام نے اپنے تیئں دفنا دیا تھا اسے دوبارہ زندہ کرنے کا سہرا مرزا بشیر الدین محمود کے سر ہے-انہوں نے ہی اس تحریک کو نئے سرے سے منظم کیا ہے"

"آخر کوئی تو ان کی پشت پناہی بھی کرتا ہوگا؟؟"

"ملحدین، لبرلز، سیکولرز، مغرب پسند، نیچری سب ان کے ساتھ ہیں..... قومی لیڈروں میں لیاقت علی خان کچھ ایمان والے تھے.... انہیں اوپر پہنچا دیا گیا ہے.... اب لے دے کے عبدالرب نشتر بچے ہیں جنہیں لوگ "مولوی منسٹر" کہہ کر چھیڑتے ہیں..... باقی سب مذہب بیزار ہیں....اور ہر مذہب بیزار شخص کو قادیانیت شہد کی طرح میٹھی لگتی ہے" !!!! .....

"مبارک ہو------مبارک ہو------مبارک ہو------امام مہدی کے لشکر میں قبُول لے گئے ہو!!!-----

مسیحِ موعود کی اُمّت میں اٹھائے گئے ہو!!! ------

یہ وہی مقام ہے------وہی مقام ہے-----کہ جانے کتنی امتیں جس کی تلاش میں دارِ فانی سے کُوچ کر گئیں!!! ------

یہ وہی جائے قرار ہے جس کا ذکر قران میں آیا ہے------ربوۃٍ ذاتِ قرارٍ و معین" !!!!

نعرہء تکبیر------اللہ اکبر!!!!

ہم ایک بہت بڑے پنڈال میں پہنچے جہاں ہزاروں افراد کے مجمع سے خلیفہ کا خطاب جاری تھا-

اس دوران فضاء میں جنگی جہازوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی- پاکستان ایئر فورس کے دو "سُپر میرین اٹیکر" طیارے فضاء میں نمودار ہوئے اور اسٹیج کے عین اوپر آکر سیدھے فضاء میں بلند ہو گئے-

"حضرت یہ کیا....؟؟" میں نے وفورِ حیرت سے پوچھا-

"سلامی!!!.... آج اس بد قسمت ملک کا یومِ آزادی ہے!!!" انہوں نے اطمینان سے جواب دیا-

ہوائی جہازوں کی گڑگڑاہٹ تھمی تو خلیفہ کا خطاب پھر شروع ہو گیا-

"اسلام کا سایہ کھنچنے لگا! -------

خُدا کی حکومت پھر آسمان پر چلی گئی!! -------

دُنیا پِھر شیطان کے قبضے میں دے دی گئی!!! -------

اب خُدا کی غیرت پِھر جوش میں آئی ہے-------اور تم کو-------! ہاں تم کو-------!! ہاں تُم کو!!! -------

خدا تعالی نے پِھر اس نوبت خانے کی خدمت سپرد کی ہے"!!! -------

"اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!! ------

اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!! --------

اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!!!---------

ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں" !!!!!!--------

کان پھاڑ نعروں کا شور بلند ہوا- خلیفہ نے پسینہ پُونچھا اور پانی پینے لگے-

خلیفہ جانے کون سی نوبت بجوانا چاہتے تھے، میرا تو مغز پھٹا جا رہا تھا- جلسہ گاہ میں آگے بیٹھے ایک صاحب بار بار پہلو بدل رہے تھے.... پتا نہیں گوبھی کھائے بیٹھے تھے یا مولی کا کھیت اجاڑ کے آئے تھے.... سانس لینا دشوار کر دیا تھا-

میرے برابر بیٹھے چاندپوری تقریر کے برابر نوٹس لئے جا رہے تھے-

"حضرت یہاں قریب میں کوئی درخت ہے؟" میں نے کہا-

"ہوں.... کیوں؟؟" وہ بڑبڑائے-

"درخت پر بیٹھ کر خلیفہ کی تقریر سنتے ہیں"..

وہ شارٹ ھینڈ لیتے ہوئے بولے "بُہت اہم تقریر ہے.... "افلاک" میں چھُپے گی تو حکومت کی آنکھ کھل جائے گی"

"حکومت کی آنکھ نہیں.... شاید ناک بند ہے" میں نے کہا-

اس دوران پانی کا وقفہ ختم ہوا.... اور خطاب دوبارہ شروع ہو گیا:

"ایک دفعہ پھر اپنا خون اپنے نعروں میں بھر دو!!! -------

ایک دفعہ پھر اپنا خون اپنے نعروں میں بھر دو!!! -------

کہ عرش کے پائے بھی لرز اٹھیں-------!! اور فرشتے بھی جاگ اٹھیں!!! -------

اسی لیے میں نے تحریکِ جدید شروع کی ہے-------اللہ کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ!!! -------

نبی کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے-------تُم نے مسیح سے چھین کر وہ تخت نبی کو دینا ہے-------اور نبی نے وہ تخت خُدا کو پیش کرنا ہے-------اور خُدا کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے"!!!!!-------

"اس کا کیا مطلب ہے...؟؟ کون سا تخت؟؟"

"تختِ پاکستان" چاند پوری کاغذ پر شارٹ ھینڈ لیتے ہوئے بولے-

"1952ء گزرنے نہ دیجئے!!-------

1952ء گزرنے نہ دیجئے!!!----------

1952ء گزرنے نہ دیجئے!!!!!----------

اپنا رعب دشمن پر طاری کر دیجئے------!!!! تاکہ دشمن محسوس کر لے-------ہاں محسوس کر لے-----ہاں محسوس کر لے کہ خدا کا دین مٹایا نہیں جا سکتا------اور وہ مجبور ہو کر احمدیّت کی آغوش میں آن گرے !!!! -------

"

"خلیفہ کو آخر کس چیز کا غصہ ہے؟" میں نے پوچھا-

"مجلسِ عمل کی تشکیل کا....ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ نصف صدی سے آپس میں سینگ اڑائے علمائے کرام ختمِ نبوّت پر اتنا جلدی باہم شیر و شکر ہو جائیں گے.... مجلس عمل کی تشکیل ہی علمائے حق کا وہ کارنامہ ہے جس سے مرزائی "نوبت" میں سوراخ ہو چکا ہے"

"لیکن یہ ہنگامہ تو صرف ربوہ کے اندر ہی دکھائی دیتا ہے "

"پاکستان بھر میں اس کی فل نمائش جاری تھی بھائی.....ان کا تبلیغی مشن ایک ایک وزیر کا پیچھا کر رہا تھا.... سر ظفر اللہ خان وزراء کی نبض پر ہاتھ رکھ چکے تھے....ان کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا رہے تھے.....انہیں ایک ایک کر کے ربوہ کا دورہ کروا رہے تھے.... ظاہر ہے جو مذھب بادشاہ کا ہو گا وہی رعایا کا بھی ہو گا.... مجلس عمل کے قیام کے بعد یہ سلسلہ رُک چکا ہے....بس یہی خلیفہ کی پریشانی ہے ..... "

خلیفہ نے پھر اسٹارٹ لیا:

آخری وقت آن پہنچا!!! -----

آخری وقت آن پہنچا!!!!--------

آخری وقت آن پہنچا!!!!!!--------

ان احمدی علماؤں کے خون کا بدلہ لینے کا----جن کو شروع سے آج تک -----یہ خونی مُلا قتل کرتے آئے ہیں-----ہم بدلہ لیں گے

عطاءاللہ شاہ بخاری سے !! ------

ملا بدایونی سے !!! -----

ملا احتشام الحق سے !!!! -----

ملا محمد شفیع سے !!!!!! -----

اور پانچویں سوار ملا مودودی سے "!!!!!!! -------

ہم فتح یاب ہونگے !! -----

ہم فتح یاب ہونگے !!! ------

ہم فتح یاب ہونگے !!!! ------

"اور ضرور---اور ضرور تُم مجرموں کی طرح ہمارے سامنے پیش کئے جاؤگے-----اور اس دن---اس دن-----تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو فتح مکہ کے دن ابو جہل اور اس کی پارٹی کا ہوا تھا" !!!! -------

پانی کا وقفہ ہوا تو کچھ سکون نصیب ہوا-

"اور سُن لو------کان کھول کے سُن لو-----سُن لو عالمِ رویا سے ایک نئی خبر آئی ہے--------!!!!!" خلیفہ نے پھر اسٹارٹ لیا-

" خلیفہ کا وطیرہ ہے کہ اہم سیاسی بیان ہمیشہ خواب میں لپیٹ کر دیتا ہے....." چاندپوری بولے-

"وہ کیوں؟؟"

"تاکہ کسی عدالت میں چیلنج نہ ہوسکے....خواب ہمیشہ قانون کی گرفت سے آزاد ہوتے ہیں- جھوٹے ہوں یا سچّے"

"سُنو---سُنو---سُنو "!!!!----

"میں نے ایک خواب دیکھا----میں نے دیکھا کہ ایک کھاٹ پہ لیٹا ہوں-----گاندھی جی آتے ہیں----اور میرے ساتھ کھاٹ پہ لیٹ جاتے ہیں------اور جب اٹھ کر جانے لگتے ہیں------تو قدرے فربہ دکھائی دیتے ہیں" !!!! -----

"گاندھی کو بھی نہیں چھوڑا؟؟" میں نے ہونقوں کی طرح چاند پوری کی طرف دیکھا-

"ابھی تعبیر سُننا.... مزید ٹھنڈے ہو جاؤ گے" وہ نوٹس لکھتے ہوئے بولے-

"اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اگر خُدا کے سپاہیوں کا رستہ روکا گیا------- اگر ہماری راہ میں روڑے اٹکائے گئے---- یہ ملکِ نہیں رہے گا------ ٹوٹ جائے گا پاکستان------- پھر سے ایک ہو جائے گا ھندوستان" !!!! ------

مخلوق پھر نعرہ زن ہو گئ-

"اب خود ہی فیصلہ کر لو" چاند پوری نوٹس سمیٹتے ہوئے بولے-"اگر یہی بات کوئ مولوی کہتا تو راتوں رات مشکیں کس کے حوالات میں نہ پھینک دیا جاتا؟؟ لیکن خلیفہ کو کون پوچھے؟؟ اندھیر نگری ہے بھائ اندھیر نگری" !!!

16 اگست.... 1952ء.... گورنمنٹ ہاؤس کراچی!!!

ہم اس تاریخ ساز بلڈنگ کے سامنے کھڑے تھے جو سو سالہ برٹش راج کی یادگار ہے- یہ وہی بلڈنگ ہے جہاں کبھی حضرت قائدِ اعظم، گورنر جنرل کی حیثیّت سے بیٹھا کرتے تھے-

میں بڑے کالر والی شرٹ اور کھلے پائنچوں والی تنگ پتلون میں "مارک ٹیلی" لگ رہا تھا اور چاند پوری تنگ پاجامہ، شیروانی اور قراقلی ٹوپی پہنے آغا حشر کاشمیری- ہمارے علاوہ یہاں اور بھی اخبار نویس آئے ہوئے تھے- آنکھوں پر موٹے فریم کے چشمے ٹکائے، ہاتھوں میں پنسل اور ڈائریاں تھامے اور گلے میں ڈبّہ کیمرہ لٹکائے مختلف جرائد کے صحافی-

کچھ ہی دیر بعد ایک ٹرام سڑک پر آ کر رکی اور اس سے مجلسِ عمل کے مولانا ابو الحسنات، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا مرتضی احمد خان میکش، شیخ حسام الدین اور مولانا عبد الحامد بدایونی نیچے اترے-

یہ وفد گورنمنٹ ہاؤس کے صدر دروازے کی جانب چلا تو اخبار نویس بھی پیچھے پیچھے لپکے-

ایک سنتری نے مولانا ابو الحسنات کے ہاتھ میں پکڑی ہوئ پرچی دیکھی اور ایک دستار پوش اردلی کو ہمارے ہمراہ کرتے ہوئے ہاؤس کا آہنی گیٹ کھول دیا-

اردلی ہمیں مختلف برامدوں اور راھداریوں سے گزارتا ایک پرانی طرز کے آفس میں لے آیا جہاں لکڑی کی کرسی پر ایک شریف قسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا- اس نے اٹھ کر نہایت گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا- اور سامنے پڑی کرسیوں کی طرف اشارہ کر دیا-

عاشقانِ پاک طینت کرسیوں پر تشریف فرما ہوئے اور اخباری نمائندگان پیچھے پڑے لکڑی کے اسٹولوں پر بیٹھ گئے-

پرسش احوال ہوئ تو میں نے چاند پوری کے کان میں سرگوشی کی:

"وزیرِ اعظم صاحب کب تشریف لائیں گے؟؟"

انہوں نے مجھے حیرت واستعجاب سے گھورا پھر مسکراتے ہوئے کہا:

"سامنے ہی تو بیٹھے ہیں.... خواجہ ناظم الدین صاحب "

اب حیران ہونے کی باری میری تھی- میں نے پہلی بار آنکھیں کھول کر قائدِ اعظم کے دستِ راست، تحریک پاکستان کے اہم کارکن، پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل جناب خواجہ ناظم الدین صاحب کو دیکھا جو لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد وزارتِ عظمی کی کرسی پر جلوہ افروز ہوئے تھے، پھر اس سادہ وپر وقار آفس کے درودیوار پر نظر ڈالی- فرنیچر پرانی طرز کا تھا لیکن دیدہ زیب- پسِ منظر میں قائدِ اعظم کا خوبصورت پورٹریٹ اور ایک کونے میں اس نو آزاد ریاست کا رنگین نقشہ آویزاں تھا، جو ایک روز پہلے اپنی پانچویں سالگرہ منا چکی تھی-

"ملوناساب.... پائلے یہ بتایئے.... سائے منگواؤں یا سربت" وزیرِ اعظم نے خاص بنگالی لہجے میں کہا-

"ٹھہریے.... وزیرِ اعظم صاحب..... ہم یہاں چائے شربت پینے نہیں آئے" ابوالحسنات بول پڑے-

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے..... کیا بولتا ہے....؟؟"

"ملک خطرے میں ہے، اسے بچانے میں ہماری مدد کیجئے" ابوالحسنات نے ارشاد کیا-

"موٗلک کھترے میں؟ وہ کائسے؟.... سب ٹھیک ٹھاک ہے ناں؟؟" وزیرا عظم ایک دم پریشان ہو گئے-

"سب ٹھیک ٹھاک ہوتا تو ہم آپ کے پاس آتے ہی کیوں...... یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا..... لا الہ الا اللہ کے نعرے پر حاصل کیا گیا تھا..... اس کی بنیادیں لاکھوں شہداء کے خون سے تر ہوئی تھیں.... ہزاروں عصمتیں قربان ہوئی تھیں.... یہ سب کچھ اس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ ایک آزاد ریاست حاصل کر کے اس پر مرزائیت مسلّط کر دی جائے "

"لیکن... موٗلک میں امن وامان تو ایک دم بڑھیا ہے ناں؟؟" وزیرِ اعظم نے ٹیبل پر رکھی گھنٹی بجاتے ہوئے کہا-

"امن وامان ضرور اچھا ہے لیکن یہ خاموشی ایک بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہے"

"کیا ہوا؟ کائسا طوفان؟؟"

"آپ نے اختر علی خان سے ایک وعدہ کیا تھا.... سر ظفر اللہ کو ان کے عہدے سے برطرف کرنے کا"

"ہاں یاد ہے.... برو بر یاد ہے.... ہم نے بات جرور کیا تھا.... لیکن اختر علی خان نے یہ خبر پیپر میں ساپ کے.... معاملہ جو ہے ناں.... ایک دم چوپٹ کر دیا ہے.... حالات اب پائلے زیسے نئیں رہے"

"یعنی آپ سر ظفر اللہ خان کو وزیرِ خارجہ کے عہدے سے برطرف کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے"

"جفر اللہ کو میں نے نئیں، بانیءِ پاکستان نے وجیرِ خارجہ بنایا تھا" وزیرِ اعظم نے کہا-

"اور قائدِ کا پاکستان آج ظفراللہ خان کے ہاتھوں ہی خطرے کا شکار ہے - قائدا عظم حیات ہوتے، تو وہ بھی یہی فیصلہ فرماتے"....

"وہ توسُب بر و براے... لیکن مؤسَلہ کیاہے سر جفر اللہ سے ؟؟"وزیرِا عظم نے معصومیت سے دریافت کیا-

"کوئ ایک مسئلہ ؟؟....جنابِ وزیرِ اعظم !! ظفر اللہ خان بحیثیّت وزیرِ خارجہ قادیانیوں کے مذھبی اجتماعات میں شریک ہوتاہے، ایک ایک مشورے کے لیے مرزابشیر الدین محمود کے پاس ربوہ بھاگا چلا جاتاہے، غیر ملکی سفارت خانوں میں دھڑادھڑ مرزائی تعیّنات ہو رہے ہیں، سرکاری دفاتر میں ہر اونچی پوسٹ پر مرزئ بیٹھاہواہے، دفتروں میں کھلم کھلا قادیانیّت کی تبلیغ ہو رہی ہے.... یہ ہے اسلامی جمہوریہء پاکستان ؟؟..... جس کے لیے راوی و چناب کا پانی سُرخ کیا گیا تھا؟؟"

وزیرِاعظم نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کرسی کی پشت سے ٹیک لگائ اور کہا:

"ریاؤست کی مزبوری ہے.... مرزائ حجرات پڑالکھاے.... تالیم یافتہ ہے.... کیابولے گا؟....انہیں ایک دم... دفتروں سے کائسے کھلاس کرے....؟؟"

"سب سے زیادہ پڑھالکھاتوانگریز تھاجناب..... اسے سر پر بٹھائے رکھتے.... ایک اسلامی ریاست کے نام پر ہماری نسلیں کٹوانے کی کیا ضرورت تھی....؟؟ "

"وہ توسب بر و برہے.... پر اب آپ لوگ ساھتا کیاہے ؟"وزیرِاعظم زِچ ہو کر بولے-

"ہم صرف یہ چاہتے ہیں ہماری نسلیں کسی ٹیچی ٹیچی کی بجائے.... جبرئیلِ امین کالایاہوا قران پڑھیں.... مرزا قادیانی کی بجائے محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھیں.... ایک ملک میں دو نظام کیسے چل سکتے ہیں.... ایک طرف شریعت اطہر اور دوسری طرف نرا کذب ؟؟ "

وزیرِاعظم خاموش ہوگئے-

"یہ رہے ہمارے مطالبات"ابولحسنات نے ایک کاغذ کا ٹکڑا وزیرِاعظم کے سامنے رکھتے ہوئے کہا -

" قادیانیوں کو فی الفور غیر مسلم قرار دیا جائے، ظفر اللہ خان سے وزرات خارجہ کا قلمدان واپس لیاجائے اور ربوہ کانوگوایریاختم کر کے وہاں بے گھر مہاجرین کی آبادکاری کی جائے"-

"دیکھیں.... جہاں تک قادیونیوں کو غیر مسلم بنانے کا مؤسلہ ہے..... تو ہم اس فیصلے کا اختیار نہیں رکھتا یہ فیصلہ کو بینہ ہی کر سکتی اے... کیابولے گا؟"

"اور ربوہ کی زمین....؟"ابوالحسنات نے دریافت کیا-

"وہ صوبوئ گورنمنٹ کا مؤسلہ ہے "

"ظفر اللہ کو برخواست کرنے کا اختیار تو ہے ناں آپ کے پاس ؟ "

"ایک دم برو بر..... لیکن کیا ہے کہ.... فی الحال ہم یہ اختیار استعمال نئیں کر سکتا" وزیرِ اعظم نے بے بسی سے جواب دیا۔

"آخر کیوں....؟؟" ابو الحسنات اور ماسٹر صاحب یک زبان ہو کر بولے۔

"امریکی امدود بند ہو جائے گا.... کال پڑ جائے گا ملک میں.... پبلک روٹی کو ترس جائے گا.... کیا بولے گا؟ "

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ.... ہم تو سمجھے تھے کہ پاکستان کا رازق اللہ ہے.... آج معلوم ہوا کہ امریکہ ہے" ابو الحسنات نے کہا۔

وزیرِ اعظم نے ایک سرد آہ بھری پھر ایک فائل کھول کر اس کی ورق گردانی کرتے ہوئے کہا:

"آپ سائے پیئے گا یا سربت.....؟؟؟"

16 جنوری....1953.... نسبت روڈ لاہور

تاحدِ نظر انسانوں کا سمندر تھا۔

ہر طرف سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ علماء کرام کے خطاب کے لئے ایک اونچا پلیٹ فارم بنایا گیا تھا۔ اسٹیج کی داہنی جانب کچھ آبادی تھی۔ ہم جلسہ گاہ پہنچے تو لوگ جلسہ چھوڑ کر گیس بتیاں اٹھائے آبادی کی طرف دوڑتے دکھائی دیے۔ کچھ دور ایک مکان کے قریب بتیاں ہی بتیاں نظر آئیں۔ لوگ ادھر ہی جمع ہو رہے تھے۔

"اُدھر کیا ہوا ہے بھائی؟" چاند پوری نے ایک لڑکے سے پوچھا

"پھڈّا ہو گیا اے.... پھڈّا" یہ کہتے ہوئے اس لڑکے نے بھی آبادی کی طرف دوڑ لگا دی۔

"یا الٰہی خیر" میرے مونہہ سے نکلا۔

اس طرف واقعی کچھ گڑبڑ تھی۔ ہم بھی ادھر لپکے، تاکہ بلوے کی وجہ معلوم کر سکیں۔

"بابا جی کیا ہوا ہے ادھر؟؟ رش کیوں ہے؟؟" میں نے ایک بزرگ کو متوجّہ کیا۔

"پُت.... کڑی دا سر پھوڑ دِتّا کسے نے.." بابا نے مُختصر اجواب دیا۔

"سر پھوڑ دِتّا؟؟ کس نے؟؟ "

"کسّے مرجئ ملون نے وٹّا ماریا" .....

ہم مجمع سے ٹکراتے، دھکّے کھاتے آخر میں جائے وقوعہ تک پہنچ ہی گئے۔

یہاں ایک بزرگ پھول سی بچّی اٹھائے کھڑے تھے جس کے سر سے مسلسل خُون بہہ رہا تھا۔ بچّی کی دلدوز چیخیں لرزا دینے والی تھیں۔

"استغفر اللہ العظیم.... توبہ توبہ!!!" میں زیرِ لب بڑبڑایا-

"بھائی صاحب... کیا ہوا بچّی کو؟؟" چاند پوری ایک شخص نے صورتِ حال جاننا چاہی-

"سامنے مرزائیوں کا گھر ہے.... وہاں سے جلسے پر پتھراؤ ہوا ہے.... ایک پتھّر بچّی کو لگ گیا ہے" آدمی نے مختصر روئیداد سنائی-

تحریکِ ختمِ نبوّت 1953ء میں بہنے والا یہ پہلا خون تھا-

میں حیران تھا کہ اتنا بڑا مجمع ابھی تک شانت کیوں کھڑا ہے؟ صبح سے شام تک تحریک کے فلک شگاف نعرے لگانے والے کارکن اس بربریّت پر خاموش کیوں ہیں؟ مرزائیت کے خلاف لاکھوں کا جلسہ ہو، جلسہ گاہ کے قریب ایک مرزائی کا مکان ہو، اس مکان سے شرکائے جلسہ پر پتھراؤ کیا جائے اور مسلمان مونہہ میں گھگھنیاں ڈالے خاموش کھڑے رہیں؟؟؟

صرف پانچ منٹ میں اس مکان کو مکینوں سمیت ملیامیٹ کیا جا سکتا تھا- میں حیرت سے سوچنے لگا کہ ان لوگوں کا اسلام کتنا "کمزور" ہے اور ہمارا کتنا طاقتور!!!!

جن کے سروں پر عطاءاللہ شاہ بخاری رح جیسا شعلہ بیاں مقرّر کالے بادل کی طرح گرجتا ہو،، ابوالحسنات رح جیسا ولی جنہیں نمازِ عشق پڑھاتا ہو، عبدالستار نیازی جیسا مجاھدِ ملت" غلامئ رسول (ص) کا درس دیتا ہو، احمد علی لاہوری رح جیسا سالار جن کے شانے تھپتھپاتا ہو، مظفّر علی شمسی رح، محمد علی جالندھری رح، مولانا ترنّم اور تاج الدین انصاری جیسے خطیب جن کا لہو گرماتے ہوں، مودودی رح جیسا صاحبِ قلم جن کے لئے الفاظ تراشتا ہو، اختر علی خان جیسا صحافی جن کی روئداد چھاپتا ہو، وہ ہماری طرح کے سرپھرے مسلمان کیوں نہ بن سکے؟؟؟

زخمی ہونے والی بچّی اپنے بوڑھے باپ کے کندھے پر سر دھرے خاموش ہو چُکی تھی- شاید بے ہوش تھی یا شہادت کا جام پی چُکی تھی- اس کے سر سے بہتا ہوا خون باپ کی سفید قمیض کو رنگین کر چُکا تھا- اور وہ بزرگ راہ عشق میں اپنی کل متاع لُٹا کر بڑے اطمینان سے مجمع سے باہر جا رہا تھا-

اتنے میں ابوالحسنات رح اور علامہ حافظ کفایت حسین صاحب بھیڑ کو چیرتے ہوئے پلیٹ فارم تک آن پہنچے- مجھے خیال ہوا کہ مجمع شاید قائدین کا ہی انتظار کر رہا تھا- مجھے قوّی امید تھی کہ سالارانِ ختمِ نبوّت آج اپنی تقریر میں اس خونِ ناحق کے انتقام کا ضرور اعلان کریں گے اور آج کی رات ذریّت مرزا پر بہت بھاری ہو گی-

اسپیکر پر ابولاحسنات رح کی آواز گونجی:

"تمام لوگ مکان کا گھیراؤ چھوڑ کر یہاں آ جائیں....... میں سیّد احمد قادری ختمِ نبوّت کے صدقے..... آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ ادھر تشریف لے آئیں.... طائف میں پتھر کھا کر دعا دینے والے نبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امّت.... یہاں آ جائیے.... ختمِ نبوّت کے

پروانوں... غُصّے اور ذاتی اشتعال پر چلنے والی تحریکیں کبھی کامیاب نہیں ہوتیں.... یہ بہت جلد حکمرانوں کا کھلونا بن جاتی ہیں.... یہ کوئی جائیداد یا اقتدار کا جھگڑا نہیں ہے.... اصول کی جنگ ہے.... اصول سے ہی لڑی جائے گی.... عاشقانِ رسول ﷺ پتھر مارتے نہیں، پتھر کھاتے ہیں.... خُدا کی قسم اس تحریک کے سب علماء کا مشترکہ فیصلہ ہے.... کہ کسی مرزائی کی نکسیر بھی پھُوٹی.... تو ہم اسی وقت یہ تحریک ختم کر دیں گے.... شانت ہو جایئے.... یہاں آجایئے.... اسٹیج کے پاس تشریف لے آیئے" !!!!

لوگ آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کرتے ہوئے اسٹیج کی طرف آنے لگے - میں اس قافلہء عشق و مستی کی صبر و رضاء دیکھ کر حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا - کیا یہی ہمارے اکابرین تھے ؟؟ یا ہم جرمن نازیوں کی بھٹکی ہوئی وہ بدروحیں ہیں جو مسلمان کا شناختی کارڈ بنوا کر ان بزرگوں سے چمٹی ہوئی ہیں ؟؟ انہیں کس بات کا ڈر تھا؟ پوری قوم ان کی پُشت پر کھڑی تھی - عجب صابر لوگ تھے - چاہتے تو ایک پھونک مار کر مرزائیت کا بُت پاش پاش کر سکتے تھے - جن کی ہڑتال پر لاہور کے پرندے بھی گھونسلوں میں دُبک کر بیٹھ گئے، وہ کس برتے پر فاختہ کی طرح پر سمیٹے بیٹھے تھے... ؟؟

شاید اس لئے کہ یہ سچّے عاشق تھے - دنیا کا چلن اور ہے اور عِشق کی سج دھج کچھ اور - دنیا کے ضابطے اور ہیں اور عشق کے قواعد و ضوابط کچھ اور - دنیا کچوے لگا کر خوش رہتی ہے اور عاشقانِ صادق زخم کھا کر پھولے نہیں سماتے !!!

عشق سینہ زوری کا نہیں، صبر و رضاء کا نام ہے - یہاں ہر گھڑی نگاہیں درِ یار کی طرف ہی اٹھتی ہیں، یار راضی تو سَتّے خیراں، محبوب روٹھ گیا تو کچھ بھی باقی نہ بچا -

مجاھدِ ملت مولانا عبدالستار نیازی صاحب پلیٹ فارم پر تشریف لا چکے تھے اور رب کے سچّے محبوب ﷺ کے سامنے احوالِ دردِ دل پیش کر رہے تھے - لاہور کی اس سرد رات میں عشق کی حرارت سے مجمع پگھل رہا تھا اور آنکھیں اشکبار ہو رہی تھیں :

یا شفیعِ امم، للہ کر دو کرم، شالا وسدا رہوے تیرا سوہنا حرم

ہم غلاموں کا رکھنا خدارا بھرم، شالا وسدا رہوے تیرا سوہنا حرم

کس کو جا کر کہیں تاجدارِ حرم، گھیر اڈالے ہوئے ہیں زمانے کے غم

دور ہو جائیں غم یا شہہ محترم، شالا وسدا رہوے تیرا سوہنا حرم

22 جنوری.... 1953ء.... کراچی

آج پھر گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے رونق تھی -

مختلف اخباری نمائیندے ادھر ادھر سر گوشیاں کرتے پھرتے تھے-

بہت سی افواہیں گردش کر رہی تھیں-

ہم وزیرِ اعظم ہاؤس کے باہر کھڑے تھے-

"سنا ہے کہ مجلس عمل آج کوئی الٹی میٹم دینے والی ہے" ایک دبلے پتلے صحافی نے مجھ سے سر گوشی کی-

"دیکھئے 1952ء گزر چکا.....ایک سال سے تحریک چل رہی ہے..... ظاہر ہے مجلس عمل وزیر اعظم صاحب کو پھولوں کا ٹوکرا دینے سے تو رہی.... الٹی میٹم ہی دے سکتی ہے " !!!!

"ویسے ایک بات تو ماننی ہی پڑے گی...." وہ چشمہ درست کرتے ہوئے بولا-" مجلس کی تشکیل کے بعد خلیفہ نے پاکستان میں مرزائیت کا جھنڈا گاڑنے کا خواب دیکھنا چھوڑ دیا ہے"

"ظاہر ہے... جب خلیفہ سوئے گا نہیں.... تو خواب کیسے دیکھے گا" میں نے جواب دیا-

"سنا ہے آج ایک بہت بڑی شخصیّت وزیرِ اعظم سے ملنے آ رہی ہے؟ کون ہو سکتا ہے؟" وہ کچھ اور قریب ہو کر بولا-

"چاند پوری...." میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا-

"کون چاند پوری؟" وہ مجھے حیرت سے دیکھنے لگا-

"میرا مطلب ہے چاند پوری ہی اس سوال کا بہتر جواب دے سکتے ہیں... وہ لکّی اسٹار تک گئے ہیں سموسے لینے "

"یہ دیکھئے... الفضل میں اشتہار چھپا ہے.... خونی مُلاّ کے آخری دن" اس نے جیب سے ایک پرچہ نکال کر دکھایا-

"یہ کہاں سے ملا تمہیں؟"

"ایک مرزائی سے منگوایا ہے"

"مجھے دے دو.... اس میں سموسے ڈال کر کھائیں گے-

اتنے میں چاند پوری آ گئے-

"آج پیر صاحب آف سر سینہ شریف لا رہے ہیں...." انہوں نے دور سے اعلان کیا-" بنگال کی ایک مقتدر مذھبی شخصیّت.... خواجہ ناظم الدین بھی بنگالی ہیں.... سو لوہے کو لوہا کاٹنے آ رہا ہے بھائی.... سموسہ لیجئے "

کچھ ہی دیر بعد علماء کا وفد بھی پہنچ گیا -

وفد اندر گیا تو اخباری نمائندگان بھی پیچھے پیچھے ہو لئے-

وزیرِ اعظم وفد کے ہمراہ پیر صاحب کو دیکھ کر پریشان ہو گئے اور کہا:

"پیر ساب؟؟ کیا بنگال تک مرزوئیت پونس گیا؟؟"

"اگر آپ کی شفقت رہی تو مرزائیت کاشغر تک بھی پہنچے گی" پیر صاحب نے وزیرِ اعظم سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا-

"اللہ نہ کرے.... حکومت مجلس عمل کے مطالبات کی روسنی میں اہم اقدامات اٹھانے پر گور کر رہی اے"

"کون سے اقدامات وزیرِ اعظم صاحب...." ابوالحسنات بول پڑے-"ہم کئی بار آپ کے پاس آچکے ہیں... آپ کو بتا چکے ہیں کہ خدارا آفس سے نکل کر باہر دیکھئے... ملک میں کیا ہو رہا ہے.... مرزائیت ملک کی رگ رگ میں بیٹھ چکی ہے.... سر ظفراللہ کلیدی آسامیاں ریوڑیوں کی طرح قادیانیوں میں بانٹ رہے ہیں.... ہم آپ کے سامنے کئی بار احتجاج کر چکے.... فریاد کر چکے.... مگر آپ کہ جیسے سنتے ہی نہیں" ....

"دیکھئے.... ہم آپ کو بار بار بتا سُکا ہے کہ جفراللہ کو فی الفور ہٹانا ملکی مفاد میں نئیں ہے.... کیا بولے گا؟ امریکہ سے گندم کا بات سَل ریا ہے.... مؤسئلہ کسمیر پر سلیوسن آنے والا ہے.... جفراللہ کو ہٹایا گیا تو پاکستان کو نقصان ہوئے گا... کیا بولے گا؟" وزیرِ اعظم نے کہا-

"لیکن اگر آپ نے سر ظفراللہ کو برخواست نہ کیا تو ملک پر اس سے بھی بڑی آفت آئے گی" وفد نے کہا-

"وہ کائیسے؟؟"

"حُضور امتِ مرزائیہ کی تار ربوے سے ہلائی جاتی ہے.... کل کلاں ملک پر کوئی کڑا وقت آگیا تو بطور وزیرِ اعظم آپ کی کوئی نہیں سُنے گا .... سب ربوہ کے خلیفہ کی طرف دیکھیں گے"

"دیکھو.... یہ ایک دم فجول بات ہے.... مجوسی مت پھیلائیے" وزیرِ اعظم نے کہا-

"حُضور ہم کاہے کو مایوسی پھیلائیں گے... ابھی کل ہی کا واقعہ ہے.... آپ کی راجدھانی میں مرزائیوں کا جلسہ ہوا... آپ کا حکم تھا ظفراللہ خان کراچی نہ آئیں.... آپ کے احکامات ہوا میں اُڑا دیے گئے.... خلیفہ کی مان لی گئی.... اب آپ ہی بتائیے.... اس ملک کا اصل حاکم کون ہوا؟ آپ یا خلیفہ؟" علماء نے سوال کیا-

"دیکھئے... پالیٹیکس میں اونچ نیچ سب سَلتا ہے.... جیادہ ٹینسن لینے کا نئیں ہے" !!!

"کیوں نہ لیں ٹینشن؟؟.... ایک آزاد اسلامی مملکت میں وزارتِ خارجہ کا قلمدان مرزائیت کی نشر و اشاعت کے لئے وقف ہے اور ہم ٹینشن نہ لیں؟؟ گریڈ سترہ سے بائیس تک کی ہر آسامی پر ایک قادیانی بیٹھا ہے، ہم ٹینشن نہ لیں؟؟ بیوروکریسی، مقنّنہ، عدلیہ، انتظامیہ کے ہر تبادلے پر ظفراللہ خان کی مہر لگتی ہے، ہم ٹینشن نہ لیں؟؟.... بلدیہ سے لیکر ریلوے تک کا ہر ملازم چھوٹے چھوٹے مفاد کے لئے مرزائی افسروں کے سامنے ایمان گروی رکھے بیٹھا ہے.... اور ہم ٹینشن نہ لیں"!!!

وزیرِ اعظم کچھ دیر سوچتے رہے، پھر بولے:

"دیکھو.... جب تک اس کرسی پر ایک پنجابی وجیرِ اعجم بیٹھا تھا.... سب ایک دم بڑھیا تھا.... مولوی بھی خُس تھا.... اور مرزوئی بھی خاموس.... ایک بنگاؤلی وجیرِ اعجم کیا بنا... سب اُٹھ کھڑے ہوئے"

"کیا مطلب؟؟.... ہم کچھ سمجھے نہیں؟؟" پیر صاحب سرسینہ شریف نے پُوچھا-

"پیر صاحب!!! یہ سازس ہے.... ہم بتاتا ہے.... میر اکھلاف سازس سُروع ہو گیا ہے.... اور اس سازس کے پیچھے پنجاب کا وجیرِ اعلی ہے.... ممتاج دولتانہ.... اب مولبی لوگ کو یہ بات سمجھ نئیں آتا"

"آخر کیوں؟؟ دولتانہ آپ کے خلاف کیوں سازش کرنے لگے؟؟"

"وہ کیا ہے کہ ہم بنگاؤلی ہے.... اور بنگال کے مساوی حقوق کا بات کرتا ہے.... دولتانہ مولبی کو استعمال کر ریا ہے... تاکہ میرے پہ دباؤ ڈال کے اپنا کرسی مجبوط کرے.... کیا بولے گا؟؟"

پیر صاحب سرسینہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "خواجہ صاحب!!!! خُدا کے لئے.... سازش کوئی اور کر رہا ہے.... اور آپ کی نظریں کہیں اور ہیں.... ہم فی الحال آپ کو صرف تیس دن کا الٹی میٹم ہی دے سکتے ہیں"

وزیرِ اعظم نے پریشان ہو کر کہا "الٹی میٹم.... کائیسا الٹی میٹم....؟؟"

"یہ میرا نہیں آل مسلم کنوینشن کا فیصلہ ہے....22 فروری تک اگر مجلس کے مطالبات منظور نہ ہوئے تو ڈائریکٹ ایکشن ہو گا.... بہتر ہے مان لیجئے.... ورنہ دنیا و آخرت دونوں میں خسارا ہی خسارا ہے"

وزیرِ اعظم میز کے پیچھے سے چل کر پیر صاحب کے سامنے آ گئے اور کہا:

"میرے ساتھ تسریف لائیے.... ہم آپ کو اندر کا بات بتاتا ہے"

اس کے بعد وہ پیر صاحب کا ہاتھ پکڑ کے ایک کونے میں لے گئے اور بنگالی زبان میں کچھ سمجھانے کی کوشش کرنے لگے لیکن پیر صاحب مسلسل انکار میں سر ہلاتے رہے-

وزیرِ اعظم واپس آئے تو کافی مایوس تھے-

انہوں نے کرسی پر بیٹھتے ہی کہا:

"مسکل تو یہ ہے کہ کوئی ہمارا بات سمجھنے کو تیّار نہیں..... نہ تو مولوی ساب.... نہ دولتانہ..... ٹھیک ہے.... کوئی بات نہیں...... ہم بھی دولتانہ کو ٹینسن دے گا..... ہم سرگودھا جائے گا.... اور دولتانہ کے سیاسی حریف خضر حیات خان کے ساتھ تیتر کا سکار کھیلے گا.... سکار کا فوٹو اخبار میں لگے گا تو دولتانہ کو بھی تھوڑا ٹینسن ہو گا.... اگر وہ مولویوں کے ذریعے ہمیں ٹینسن دے سکتا ہے.... تو ہم بھی اس کو برو بر ٹینسن دے گا"

25 جنوری 1953ء... گورنمنٹ ہاؤس لاہور!!!

اسٹیورڈ نے سر پر لمبے طُرّے والی پگڑ پہنی اور خود کو آئینے میں اچھی طرح دیکھا-

اس کے بعد وہ بارٹرالی دھکیلتا گورنر ہاؤس کے خُفیہ میٹنگ روم میں داخل ہو گیا -

یہاں اسٹیبلشمنٹ سر جوڑے بیٹھی تھی-

کمرے میں سگریٹ اور ولائتی شراب کی مہک پھیلی ہوئی تھی-ایک بڑا سا ایگزاسٹ فین ماحول کی حبس دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا-

"دیکھو... کیا ہے یہ ؟؟" گورنر جنرل غلام محمد نے ایک اخبار لہراتے ہوئے کہا -

"اخبار ہے سر...." ایک مُچھّل وردی پوش بولا-

"فردوس شاہ.... مجھے بھی پتا ہے اخبار ہے.... اس پر کچھ لکھا ہوا بھی ہے.... پڑھو اسے"

"یس سر!!!" ڈی ایس پی فردوس شاہ بیلٹ درست کرتا ہوا اُٹھا اور گورنر کے پاس جا کر اخبار میں جھانکنے لگا:

"امریکہ سے ایک لاکھ پچھتّر ہزار ٹن گندم کی کھیپ"......

"او نالائق آدمی.... یہ نہیں.... یہ پڑھو" باس نے ایک چوکٹھے پر انگلی دھر دی-

"سر... سر... سر...." فردوس شاہ اخبار پر پورا جھک گیا:

"پچیس.... دِن.... باقی ہیں" ...

"کچھ آیا سمجھ شریف میں ؟" گورنر نے سگار کا دھواں چھوڑتے ہوئے کہا-

"یس سر.... پچیس دن باقی ہیں"

"کس چیز میں ؟" گورنر نے پوچھا

"امریکہ سے گندم آنے میں" !!!

"ہمیشہ پیٹ سے سوچتے ہو فردوس شاہ!!! سوال چنّا جواب گندم.... یہ الٹی میٹم کی خبر ہے"

"الٹی میٹم ؟؟"

"ہاں الٹی میٹم.... اگر پولیس کی یہ حالت ہے تو باقی ادارے کس حال میں ہونگے.... بیٹھو!!" گورنر نے ڈانٹتے ہوئے کہا-

"یس سر... یس سر" ڈی ایس پی واپس کرسی پر جا بیٹھا"

"مولویوں کی ایک تحریک چل رہی ہے آجکل.... کچھ علم ہے اس بارے میں" گورنر نے کہا-

"یس سر.... اینٹی احمدی مووومنٹ"

"جی ہاں.... اور اس تحریک نے ایک الٹی میٹم دے رکھا ہے.... تیس دن کا الٹی میٹم.... جس میں پچیس دن باقی ہیں.... زمیندار میں روزانہ یہ چوکٹّھا چھُپتا ہے..... دیکھا ہے کبھی زمیندار؟؟"

"نو سر....." فردوس شاہ نے معصومیت سے کہا-

"اسی لئے تم نے ابھی تک ترقّی نہیں کی" !!!

"آج کی یہ میٹنگ انتہائی غیر معمولی حالات مں بلائی گئی ہے.... مولویوں کی اس تحریک کو طاقت سے کُچلنا ہے.... نو تھرڈ آپشن.... تاکہ یہ لوگ دوبارہ اکٹھے نہ ہو سکیں"...

اسٹیورڈ گلاسوں میں شراب انڈیلنے لگا-

"لیکن فی الحال تو وہ لوگ پر امن ہیں سر، انتظامیہ سے بھرپور تعاون کر رہے ہیں" ڈی آئی جی نے کہا-

"ڈی آئی جی صاحب.... لگتا ہے آپ کو پروموشن سے کچھ لگاؤ نہیں؟؟"

"یس سررر.... نو سر.... آئی وانٹ پروموشن سر" ڈی آئی جی بوکھلا گیا-

"مُلا جب مسیت سے نکل کر سڑک پر آجائے تو ریاست کے پاس دو ہی رستے بچتے ہیں.... یا تو سفید ٹوپی اوڑھ کر اللہ اللہ شروع کر دے یا پھر ڈٹ کر مقابلہ کرے.... نو تھرڈ آپشن !!!

"یس سر.... یس سر!!!" ڈی آئی جی نے ڈائری میں نوٹس لیتے ہوئے کہا-

"مولوی مسجد سے نکل چکا.... اب جو کچھ کرنا ہے ریاست نے کرنا ہے.... اب وہ صرف تقریریں نہیں کرے گا.... ایجیٹیشن کرے گا.... گرفتاریاں دے گا.... اسٹیبلشمنٹ پر دباؤ بڑھائے گا" ....

"یس سر..... یس سر" ....

ان لوگوں کو پہلے خوب برانگیختہ کرو.... تشدّد پر اکساؤ.... پھر تشدّد کرو.... یہ ہے اصل طریقہ"!!!

"یس سر... انڈراسٹینڈ سر" !!!!

"آپ کو اڑھائی سو رضاکار مل جائیں گے.... احمدی کمیونٹی سے..." گورنر نے ساغر میں شراب انڈیلتے ہوئے کہا-

"یس سر" !!! ....

"یاد رکھو... اگر ایک بار بھی.... اس ملک میں.... مولوی قابض ہو گیا... تو شراب کے ایک ایک قطرے کو ترس جاؤ گے تم لوگ

.... تمہارے یہ سب رنڈی خانے ویران ہو جائیں گے.... یہ چہل پہل سب برباد ہو جائے گی.... بڑی مشکل سے ایک آزاد ریاست حاصل کی ہے.... جہاں شرفاء آزادی کا سانس لے سکیں.... اور یہ مولوی..... پہلے پارٹیشن کی مخالفت میں کھڑا تھا.... اب آزاد ملک کے خلاف کھڑا ہو گیا ہے "....

"سر میں تو کہتا ہوں کل ہی سب کو اریسٹ کر کے اندر کر دیں.... نہ رہے گا بانس، نہ رہے گی بنسری" چیف سیکرٹری نے کہا۔

"معاملہ اتنا سیدھا نہیں ہے چیف سیکرٹری صاحب.... پبلک کو مطمئن کرنا پڑتا ہے.... جنہیں اسلام کا نعرہ دیکر ہم نے یہ ملک بنایا.... امتِ مسلمہ کی طرف دیکھنا پڑتا ہے.... جن سے اسلام کے نام پر ہم امداد وصول کر رہے ہیں... ریاست کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں "....

"میں آج ہی جوانوں کو الرٹ کر دیتا ہوں سر!!!" ڈی آئی جی نے کہا

"دیکھو..... پہلے تھوڑا بلوہ کراؤ.... دو چار لاشیں گراؤ.... عوام خود ان کے خلاف ہو جائے گی.... اس کے بعد ہم انہیں فوجداری مقدمات میں باندھ لیں گے.... یوں سانپ بھی مر جائے گا.... اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی"

"بے فکر رہیں سر.... موقع ملتے ہی ہم مظاہرین پر ٹوٹ پڑیں گے"

"یاد رکھو!!!! یہی پہلا اور آخری موقع ہے.... اگر آج مولوی بچ گیا تو یہ اور طاقتور ہو گا.. ڈرو اس وقت سے جب یہی مولوی تمہارے سر پر سوار ہو کر تمہارے مونہہ سونگھ رہا ہو گا.... تم سے نکاح نامے طلب کر رہا ہو گا.... فحاشی فحاشی کا راگ الاپ رہا ہو گا.... اگر ملک کو ترقّی دینی ہے تو اس تحریک کا وہ حشر کرو.... کہ آئیندہ سو سال تک یہ لوگ اُٹھ نہ سکیں"....

"لیکن سر.... اتنے بڑے ایجی ٹیشن کو روکنا اکیلے پولیس کا بس نہیں.... اگر ملٹری ایڈ میسر ہو جائے " ...

"ہم کوشش کر رہے ہیں.... بارڈر پولیس منگوانے کی.... خان بہادر سے رابطہ ہے میرا.... مسجد شہید گنج تحریک میں اس نے بہترین کارکردگی دکھائی تھی.... اسے مولوی کو مارنے کا پرانا تجربہ ہے" ....

"ٹھیک ہے سر "!!!

"ایڈیٹر حضرات.... آپ کو یہاں بلانے کا مقصد یہ ہے کہ "ڈان" اینڈ "سول" اخبارات کا کردار بہت اہم ہے.... اس آگ پر اتنا تیل چھڑکو کہ شُعلے آسمانوں کو چھونے لگیں.... تاکہ ہمیں گولی چلانے کا لاجک مل سکے.... دِس ازاے وار اگینسٹ اسٹیٹ "!!!

"یس سر.... یس سر"!!!

1فروری--- 1953ء

پورا ملک علماء کی ولولہ انگیز تقاریر سے گونج اٹھا۔

کراچی تا خیبر تحریک کی بازگشت سنائی دینے لگی۔اس طوفان بلاخیز کا مقابلہ کرنے کے لئے مرزئیوں نے شہر شہر سیرت کانفرنسوں کا انعقاد کیا لیکن عوامی غیض و غضب نے یہ جعلی دکانیں الٹ کر رکھ دیں۔

میں اور چاندپوری، پاؤں میں بھنور باندھے شہر شہر گھوم رہے تھے -

صبح آٹھ بجے ہم چک ڈگیاں پہنچے جہاں ساٹھ ہزار کے مجمع سے خلیفہ کا خطاب جاری تھا۔خطاب کیا تھا،اونچے درجے کا سیلاب تھا!!!

"سُن لو-----کان کھول کے سُن لو !!! -----

اُن کا خُدا اور ہے-----ہمارا خدا اور ہے!!! -----

ان کا اسلام اور ہے------ہمارا اسلام اور ہے!!!! ------

ان کا رسول اور ہے-------ہمارا رسول اور ہے!!!!-------

ان کا حج اور ہے-------ہمارا حج اور ہے!!!!--------------

ہر بات میں ہمیں ان سے اختلاف ہے-----ہر عمل میں اختلاف ہے-----ہر چیز میں اختلاف ہے" !!!! -----

نعرہ ہائے تکبیر سے ربوہ گونج رہا تھا۔

خلیفہ ایک سو بیس کی رفتار سے تقریر کر رہے تھے،اور چاندپُوری دو سو بیس کی رفتار سے مسلسل نوٹس لئے جا رہے تھے۔میں نے کچھوے کی رفتار سے ان دونوں کا پیچھا کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ کبھی دو لفظ لکھتا، پھر کاٹ کے چاندپوری کی نقل مارنے لگتا۔پھر تھوک سے مٹانے لگتا۔سوچا کیوں نہ موبائل پر ریکارڈنگ کی جائے۔جیب سے موبائل نکالا تو اسے پھپھوندی لگ چکی تھی۔

"احمدیوں کی غیر احمدیوں سے قوم جُدا------نسل جُدا------گوت جُدا------ملت جُدا!!! ------

خُدا کی قسم-----!!!ہمارے اور ان کے درمیان وہی فرق ہے جو ہندو اور مسلمان میں تھا" !!!!----

نعرہ ءتکبیر......اللہ اکبر!!!!!!

میں نے کہا"آج تو چائے سے زیادہ کیتلی گرم ہے"

"گیلی لکڑیوں کی آگ ہے....اثر تو دکھائے گی!!!"چاندپوری مسلسل قلم چلاتے ہوئے بولے۔

"مبارک ہو-----مبارک ہو-----مبارک ہو-----مبارک ہو-----عالمِ رویا سے ایک اور چٹّھی آئی ہے" !!! ----

چاندپوری مجھے کہنی مار کر بولے "لو جی پھر آمد ہو گئی" !!!

"حضرات......میں نے ایک گائے دیکھی!!! ------

گائے، جس کی لمبائی شرق تا غرب پھیلی ہوئی تھی!!! ------

جس کے سینگ بادلوں سے اونچے تھے!!!-------

میں اس گائے پر سوار ہوا-------وہ چلتی گئی----چلتی گئی----چلتی گئی----یہاں تک کہ دلّی پہنچ گئی"!!! -----

"گائے ہو، بھینس ہو، بکری ہو، کھوتی ہو...جائے گی سیدھا دلّی" چاندپوری نے تبصرہ کیا-

"سُنو-----سنو-----سُنو----تعبیر بھی سُنتے جاؤ-----!!!!" خلیفہ نے پانی پی کر دوبارہ اسٹارٹ پکڑا-

"پاکستان بنانا ہماری مجبوری تھی------تاکہ خدا کا تخت بچایا جا سکے-------لیکن اب یہ تخت ہم سے چھینا جا رہا ہے------اور یہ مقدس سرزمین خونی ملاؤں کے قبضے میں دی جا رہی ہے!!! ------

یاد رکھو----!!! مسیحِ موعود کی سرزمین----اگر احمدیوں پر تنگ ہوئی تو دوبارہ اکھنڈ بھارت بنے گا" !!! -----

نعرہء تکبیر!!!! ....

فلک شگاف نعروں سے چنیوٹ کی پہاڑیاں لرز اٹھیں!!!

"اُٹھو....چلتے ہیں....کل یہی اکھنڈ بھارت والی ھیڈ لائن لگائیں گے....شاید حکومت کی عقل ٹھکانے آ جائے"

"حکومت "ڈان" اور "سول" پڑھتی ہے....افلاک صرف عوام پڑھتے ہیں" میں نے اٹھتے ہوئے کہا-

ہم وہاں سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے- عصر کی نماز ہم نے جامع مسجد شیرانوالا میں پڑھی-

یہاں بھی ایک خلقِ کثیر جمع تھی-

نماز کے بعد شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رح کا خطاب شروع ہوا-

"پاکستان کے غیرت مند حکمرانوں !!! -----

خون کے دریا بہا کر پاکستان بنانے والو !!!------

تُم تو کہا کرتے تھے یہاں اسلام نافذ ہو گا!!!--------

شریعتِ محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ ہو گا!!! .....

کیا پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ اسے مرزائستان بنا دیا جائے------؟؟؟

اس میں شریعتِ غُلام احمدی کا کھوٹا سکّہ چلایا جائے-------؟؟

کیا خواجہ ناظم الدین مرزائیّت کو ہم سے بہتر سمجھتے ہیں-------؟؟

کیا گورنر غلام محمد پاکستان کا مفتیٔ اعظم ہے--------؟؟

جب یہ لوگ عالم دین نہیں ہیں، مفتی نہیں ہیں تو مرزائیت کے متعلق ہم ان کا فیصلہ کیوں مانیں" !!! ------

حضرتِ شیخ التفسیر کا تعلق گوجرانوالہ کے ایک صوفی گھرانے سے تھا-آپ کے والد گرامی شیخ عبید اللہ سلسلہ ءچشت سے بیعت تھے-آپ مولانا عبید اللہ سندھی رح کے شاگرد تھے اور زندگی بھر انگریزی استعمار سے نبرد آزماء رہے-برٹش راج کے دوران قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرتے رہے-

"خُدا کا شُکر ادا کرو--------اگر علمائے دین نہ ہوتے------اگر صوفیاء نہ ہوتے-----اگر فقہا نہ ہوتے-----تو آج سارا پنجاب مرتد ہو چُکا ہوتا-----انگریز دور سے آج تک علماء چٹان بن کر اس فتنے کے سامنے کھڑے ہیں------ان بزرگوں کی وجہ سے آج ہمارے ایمان سلامت ہیں-------میری بات لکھ کے لے جاؤ-------اگر ان حکمرانوں نے مسلمانوں کے مطالبات نہ مانے تو ایک برے انجام سے دوچار ہونگے------مستقبل کا مؤرخ-----جب بھی پاکستان کی تاریخ لکھّے گا-----

ان حکمرانوں پر لعنت بھیجے گا"!!!!-----

مغرب کے بعد ہم موچی گیٹ پہنچے جہاں مخدومِ اہلسنّت جناب شیخ عبد الغفور ہزاروی چشتی خطاب فرما رہے تھے:

"عزیزانِ وطن!!! ------

تقریروں کا وقت بیت گیا-----اب عمل کا وقت ہے!!! ----

بہت صبر کر لیا اس قوم نے!!! ------

پانچ برس ہو گئے اس ملک کو وجود میں آئے ہوئے----پانچ برس!!!!----

اور آج تک ایک ہی تماشا چلتا رہا!!! ------

چند پیٹ یہاں کا سارا آٹا کھاتے رہے------مسلمان چُپ رہا!!! -------

غریب ایک ایک دانے کو ترس کر رہ گیا-------مسلمان صبر کرتا رہا!!! -----

تُم نے کاروباری سرگرمیاں معطل کیں----ہم کچھ نہ بولے!!! -----

تم دستوری سفارشات لے کر آئے------ہم دیکھتے رہ گئے!!!!--------

ارے یہ کیسا دستور لے ہو------؟؟؟

نبی ﷺ کی جوتیوں کے صدقے ملا تھا تمہیں پاکستان-----اور آج اسی پاکستان کے دستور میں نبی ﷺ کی شخصیّت ہی محفوظ نہیں-------؟؟؟ناموسِ رسالت محفوظ نہیں------؟؟؟ختمِ نبوّت محفوظ نہیں------؟؟؟ یہ ہے تمہارا دستور------؟؟

ایک اسلامی ملک کا دستور ایسا ہوتا ہے-------؟؟؟؟

تم نے غریب سے روٹی چھینی------اس کی چھت چھینی-------اس کا آرام و سکون چھینا-----اور اب منصبِ رسالت پر ڈاکہ مارنے چلے ہو--------؟؟؟

خواجہ ناظم الدین صاحب !!!!

یہ عہدے------یہ وزارتیں------یہ گدیاں-----تمہیں مبارک ہوں!!!------

ہمیں ہمارے نبی ﷺ کی ناموس رسالت لوٹا دو !!! -------

تحفّظ ختم نبوّت کا قانون بنا کر ہمیں دے دو!!!!------

اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو نتائج کی تمام تر ذمہ داری تمہارے سر پر ہو گی" !!!!------

5 فروری....1953ء.... موچی گیٹ لاہور!!!...

ہم دربار پیر مراد شاہ کے سامنے کھڑے تھے-

یہاں اچھی خاصی رونق تھی -

"چکڑ چھولے-----مرغ چھولے------ گرم انڈے------گجک-----چائے-----نئے آنے والے مہاجرین کا دھندا عروج پر تھا-

چاند پوری ایک ایک ٹھیلے کی زیارت کرتے آگے بڑھتے جا رہے تھے-وہ کہیں سے مُٹّھی بھر چنّے اٹھاتے، کہیں سے تھوڑی گجک اور کہیں سے ریوڑی پھانکتے-میں مناسب فاصلہ رکھ کر ان کی تقلید کئے جا رہا تھا-

"حضور کہیں جم کے کھانا بھی ہے یا یونہی گائے کی طرح چرنا ہے" میں نے آواز لگائی-

وہ چلتے چلتے رک کر بولے:

"ہائے کیا یاد دلا دیا....اللہ کا شکر جس نے ہمیں پاکستان دیا....لدھیانہ میں ہم گائے ذبح نہیں کر سکتے تھے....جب کہ سؤر سر عام بکتا تھا.....چلو یار آج گائے کے پائے کھاتے ہیں"

ہم نے ایک ہاکر سے صبح کا باسی اخبار خریدا- پھر ایک طویل چکّر کاٹ کر شاہ عالمی کے قریب "غوثیہ سری پائے والا" کے پاس جا پہنچے- بابا غوث کو سلام کر کے ہم ریہڑی کے پاس میلی کچیلی صف پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے-

17 "دن باقی ہیں!!!... حکومت کے لئے کڑا امتحان" میں نے زمیندار کی سرخی پڑھی-

"افسوس یار....."ڈان" اور "سول" پڑھنے والے حکمران....اس آتش فشاں سے بے خبر سو رہے ہیں جو چند ہی روز میں پھٹنے والا ہے" چاندپوری نے کہا-

اس دوران بابا غوث ڈبل روٹی اور دو لبالب پیالے لے آیا جن میں پائے غوطہ زن تھے- میں اخبار بچھانے لگا تو وہ بولا:

"پُت...ٹُکر کھانے کے لئے "زمیندار" نہیں بچھاتے... یہ لو انگریجی اخبار" !!!

" بابا... یہ چوٹ کیسے لگی" میں نے بابا غوث کے بازو کو دیکھا جس پر چاقو کا تازہ گھاؤ نمایاں تھا-

"چوٹ نہیں پُتّر خون دے کر آیا ہوں"

"یہ کون سا طریقہ ہے خون دینے کا؟" میں بڑبڑایا-

"میں بتاتا ہوں..... بابا ختمِ نبوّت کا فارم اپنے خون سے بھر کے آیا ہے... کیوں بابا؟" چاندپوری نے کہا-

"کیا کرتا پُتّر... جس دیس کے لئے گھر بار چھوڑا... دو گبھرو پُت ذبح کروائے...اُسے مرزائی کے حوالے کر دوں؟؟ کل رب پوچھے گا کہ غوث مدا... کالی کملی والے ﷺ کے تخت پر قبضہ ہو رہا تھا...اور تُو نان پاؤ بیچتا رہا" !!!...

"صرف غوث محمد ہی نہیں...... ہر مسلمان کا یہی جذبہ ہے...... مجلسِ عمل آج کل تحریک کے لئے رضاکار بھرتی کر رہی ہے..... کیمپوں کے سامنے عوام کے ٹھٹھ لگے ہوئے ہیں....لوگ کلائیوں پر گھاؤ لگا کر خون سے فارم پُر کر رہے ہیں.... قطرے قطرے سے دریا بن رہا ہے بھئی.....اور یہی خون کا وہ دریا ہے.... جس نے فتنے کی اس آگ کو ٹھنڈا کرنا ہے"

نمازِ عصر کے بعد جلسے کا آغاز ہوا- آج بے پناہ حاضری تھی- موچی باغ بھر گیا تو سڑک کے کنارے لوگوں کے سروں کی قطار نظر آنے لگی- تاحدِّ نگاہ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا-

کرسیء صدارت پر ابوالحسنات سیّد احمد قادری تشریف فرماء تھے- ہم جلسے میں پہنچے تو مجلسِ احرار کے ماسٹر تاج الدین انصاری کا خطاب عروج پر تھا:

"ختمِ نبوّت کے پروانو !!!! ------

آج سے ہم ملک بھر میں مرزائیوں کے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کرتے ہیں!!!! -----

آیئے اور ہمارا ساتھ دیجئے------اس بیمار وجود کو جسم سے کاٹ پھینکئے جو امّت کے لئے سرطان بن چکا ہے!!! -----

مجلس اپنا پروگرام بنا چکی ------ ہم صف آراء ہو چکے -----اب دنیا کی کوئ طاقت ہمیں بڑھنے سے نہیں روک سکتی!!!-----

اور جو ہمارے راستے میں آئے گا خس وخاشاک کی طرح بہہ جائے گا!!! -----

ہمارا ایمان ہے کہ حق فتح یاب ہوگا اور باطل کو شکست ہو گی انشاء اللہ!!! -----

اللہ ہمارے ساتھ ہے ----- محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت ہمارے ساتھ ہے!!! ----

کس کی جراءت ہے کہ ہمارے راستے کی دیوار بنے -----؟؟؟

کون کم بخت ایسا ہے جو اس طوفان کا راستہ روکے -----؟؟؟

کون جہنمّی ایسا ہے جو ہماری راہ میں کانٹے بچھائے ------؟؟

حُکمرانوں سُن لو-----!!! ہتھکڑیاں پُرانی ہو چُکیں -----بیڑیوں کو زنگ لگ چُکا!!!! -----

ہم پھر وہی جھنکار سننا چاہتے ہیں -----پھر وہی زیور پہننا چاہتے ہیں!!!! -----

تم نے کیا سمجھا انگریز چلا گیا تو مجلسِ احرار بیٹھ گئ ------؟؟

ہر گز نہیں ----- جس ملک میں مرزائی حاکم ہوں اور مسلمان غلام ہوں -----وہاں احراری خاموش نہیں بیٹھ سکتے!!! -----

ہمیں قید خانوں میں رہنا منظور ہے ---- لیکن ختمِ نبوّت پر کوئ سمجھوتا منظور نہیں -------

ہم تیّار ہیں.... تیّار ہیں.... تیّار ہیں:

توذرا چھیڑ تو دے تشنہء مضراب ہے ساز

نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے"

رات گئے جلسہ ختم ہوا تو بھوک سے انتڑیاں سکڑ رہی تھیں- ہم بھوک مٹانے سدا کراں بازار کی طرف چلے گئے -

یہاں ایک طرف کھلے میدان میں بہت بڑا خیمہ اور قناتیں لگا کر ہوٹل بنایا گیا تھا- دور دور تک اشتہا انگیز خوشبو پھیلی ہوئ تھی-

یہ ہوٹل شاید نیا کھلاہے.... آؤ ذرا اس کا ذائقہ بھی چکھتے ہیں" چاند پوری نے کہا-

"خوشبو تو لاجواب ہے... دیکھیں پکوان کیسا ہو"

پنڈال کے اندر بہت سے لوگ کھانا تناول کر رہے تھے- ہم بھی ایک دستر خوان پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے-

ایک خشخشی داڑھی والا نوجوان ہماری طرف آیا اور بولا:

"جناب آپ اس طرف تشریف لے آئیں.... شرفاء کے لئے وہاں کرسیاں لگائ گئ ہیں"

چاند پوری پھڑک کر بولے "کمال کرتے ہو صاحب... ہوٹل میں شرفاء اور غرباء کی تقسیم؟"

"یہ ہوٹل نہیں جناب.... مرزا کلیم بیگ کا احمدی دستر خوان ہے.... فی سبیل اللہ"

چاند پوری ایک دم کھڑے ہوگئے اور کہا:

"آپ کو پہلے بتانا چاہئے تھا... اللہ کا شکر ہے ہم نے کچھ کھا پی نہیں لیا".....

"کیا ہو گیا حضرت؟ ہم بھی اسی رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں... آپ کی طرح نماز ادا کرتے ہیں... قران و حدیث پڑھتے ہیں"

"مسلیمہ کذاب کی امت بھی یہ سارے افعال انجام دیتی تھی.... شکریہ ہم چلتے ہیں" ...

"چلیں آپ کی نظر میں ہم کافر ہی سہی.... مذہبِ انسانیت کا رشتہ تو ہے.... آخر ھندو مشرک کا پکا ہوا حلوہ بھی تو مسلمان کھا لیتے تھے ... یہ تو پھر بھی حلال پکوان ہے... غیر احمدی قصاب سے گوشت لاتے ہیں ہم"

"بات حلال حرام کی نہیں مرزا صاحب... اصول کی ہے.... قادیانیوں نے اسلام کے مقابلے میں ایک ڈپلیکیٹ مذہب ایجاد کیا ہے.. دن دہاڑے ڈاکہ مار کر ختم نبوّت کا تالہ توڑا ہے.... اور بجائے اپنے اس فعل پر شرمندہ ہونے کے فخر کرتے ہیں..... گوشت بھلے حلال جانور کا ہو.... مذبح بے شک مسلمان کے ہاتھ کا ہو.... لیکن جب وہ ایک ڈاکو کے دستر خوان پر سجتا ہے تو از خود حرام ہو جاتا ہے" ....

مرزا کلیم مونہہ دیکھتے رہ گئے اور ہم پنڈال چھوڑ کر باہر نکل آئے-

رات 1 بجے ہم بابا غوث کی ریہڑی پر پہنچے-

"بابا دو پیالے سری پائے دینا" چاند پوری نے آرڈر کیا-

"پُت سری پائے تے ختم ہوگئے.... چکڑ چھولے آ بس" بابا نے عاجزی سے کہا-

"ٹھیک ہے.... وہی لے آؤ"

"احمدی دستر خوان کی خوشبو یہاں تک آ رہی ہے....؟" میں نے ٹھنڈی ڈبل روٹی توڑتے ہوئے کہا-

چاند پوری ایک ٹھنڈی سانس لیکر بولے:

"جدید دور کے یہ سبائی پہلے دستر خوان پر بٹھاتے ہیں.... پھر شادی نوکری اور اچھے مستقبل کا جھانسہ دیتے ہیں.... پھر مرزا کی مسیحت کا قائل کرتے ہیں.... پھر مہدویت کی دلدل میں اتارتے ہیں.... اور جب بندہ گلے گلے تک دھنس جاتا ہے تو مرزا کی نبوّت کا اقرار کروا کے نبی ﷺ کی محبّت بھی چھین لیتے ہیں.... جو ایک گنہگار ترین مسلمان کی آخری پونجی ہے.... اس لئے.... قسطوں میں ایمان لٹوانے سے بہتر ہے بندہ غوث محمد کے چکڑ چھولے ہی کھالے" !!!

16فروری....1953ء.....لاہور

پورے شہر میں ہو کا عالم تھا -

ایسی ہڑتال کہ ہنستا بستا لاہور شہرِ خموشاں کا منظر پیش کرنے لگا-

دکانیں، منڈیاں، ریہڑیاں، ٹھیلے سب الٹے پڑے تھے -آج وزیرِ اعظم کی لاہور آمد کا امکان تھا -

صرف ایک رات پہلے مجلس عمل کے چند علماء منڈیوں کے ٹھیکیداروں سے ملے اور ایک دن کے لئے کاروبار بند رکھنے کی درخواست کی تاکہ تحریکِ ختم نبوّت کا پیغام حکومت کے کانوں تک پہنچایا جا سکے-

عصر کے بعد ہم زمیندار کے ایڈیٹر مولانا اختر علی خان کی گاڑی میں بیٹھ کر شہر کے حالات دیکھنے نکلے -علامہؒ مظفر شمسی اور جناب ماسٹر تاج الدین انصاری ہمراہ تھے- بہار کا موسم تھا- آسمان پر بسنت کی پتنگوں کا راج تھا اور شہر میں ختمِ نبوّت کے پروانوں کا-

بیرونِ دہلی گیٹ سے ابھرتی ہوئی، مجاھدِ ملتؒ عبدالستار خان نیازی کی مترنّم آواز ماحول کو مزید پر کیف بنا رہی تھی-

دُنیا تے آیا کوئی تیری نہ مثال دا

میں لبھ کے لے آواں کتھوں سوہنا تیرے نال دا

شہر میں جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے جلوس نظر آئے- مولانا اختر علی خان گاڑی روکتے اور انہیں جلد سے جلد جلسہ گاہ پہنچنے کی تاکید کرتے-

سِول لائن پہنچے تو ڈی-اے-وی اسلامیہ کالج کے سامنے کچھ کشیدگی نظر آئی- مولانا صاحب کار روک کر ہارن بجانے لگے-

ایک پولیس آفیسر بھاگتا ہوا ہماری گاڑی کے قریب آیا-

"نعیم الدین کیا مسئلہ ہے؟ سڑک کیوں بلاک ہے؟؟" مولانا اختر نے دریافت کیا-

"حضرت....ڈی اے وی کالج کی چھت سے کچھ لڑکوں نے مظاہرین پر پتھراؤ کیا ہے...ہم صورتحال کو کنٹرول کر رہے ہیں"

"ایک منٹ....میں سمجھاتا ہوں" یہ کہہ کر شمسی صاحب گاڑی سے اترے اور مظاہرین کی طرف چلے گئے-

"حضرات....میری بات سنیں....آپ لوگ ختمِ نبوّت کے مبارک کام کے لئے آئے ہیں....فساد کے لئے نہیں"

"ہم نے فساد نہیں کیا حضرت....کالج کی چھت سے ہم پر پتھراؤ ہوا ہے"

"انہیں اپنا کام کرنے دو...اور تم اپنا کام کرو...سب لوگ جلسے میں پہنچو...ابھی فوراً.." شمسی صاحب نے ھدایت کی-

"کالج سے کون پتھراؤ کر رہا ہے؟؟" میں نے پوچھا-

"قادیانی....اور کون.....ڈی اے وی پنجاب کا سب سے بڑا کالج ہے....اندھیر نگری دیکھو اس کالج پر بھی مکمل طور پر مرزائی قابض ہیں"

"تو مسلمانوں کے بچےّ کیوں نہیں پڑھتے یہاں ؟" میں نے پوچھا-

"پابندی ہے بھائی.... صرف مرزائی ہی داخلہ لے سکتا ہے یہاں"

"کمال ہے....اس ظلم پر تو سر سیّد جیسا روشن خیال بھی چیخ پڑتا " !!!

شمسی صاحب واپس پلٹے تو ہم نے شہر کا ایک لمبا چکّر لگایا- اور گھوم کر واپس باغ بیرونِ دہلی گیٹ پہنچ گئے-

یہاں ہزاروں کے مجمع سے امیرِ شریعت عطاءاللہ شاہ بخاری رح کا روح پرور خطاب اپنے جوبن پر تھا:

"مرزا بشیر الدین محمود------- 1952 گزر گیا ہے!!! ------

آ دیکھ-------بخاری آج بھی تیرے سامنے چٹان کی طرح کھڑا ہے------الحمدللہ!!!

اُنیس سو باون تیرا تھا------------- 53 میرا ہے!!!

تیرا فرعونی تخت اُلٹا جا رہا ہے-----انشاءاللہ یہ تخت اب نہیں رہے گا------

تم کذاب نبی کے بیٹے ہو----تو میں صادق نبی کا نواسہ ہوں ---

پردے سے باہر آؤ----اردو، پنجابی، فارسی ہر زبان میں مجھ سے بحث کر لو----یہ جھگڑا آج ہی ختم ہو جائے-----

تم موٹر پر بیٹھ کے آؤ----میں ننگے پاؤں آؤں گا -----

تم ریشم حریر پہن کر آؤ------میں کھدّر پہن کے آؤں گا-----

تُم مزعفر---کباب یاقوتی----اور پلومر کی ٹانک وائن چڑھا کر آؤ-----

میں جو کی روٹی کھا کر آؤں گا ------

تُم اپنے ابّا کی سُنّت پوری کرو-----

میں اپنے نانا کی سنّت پوری کرونگا!!!! --------

نعرہء تکبیر------اللہ اکبر!!!

تاج و تختِ ختمِ نبوّت------زندہ باد. !!!!

امیرِ شریعت-------زندہ باد!!!

لاہور کے درودیوار فلک شگاف نعروں سے گونج رہے تھے-

اس دوران اسٹیج کی داہنی طرف مولانا اختر علی خان ایک ضعیف العمر شخص کو سہارا دے کر اسٹیج کی طرف آتے دکھائی دیے- امیرِ شریعت رح نے تقریر ادھوری چھوڑی، اسٹیج سے اُترے اور اس بزرگ کے استقبال کو دوڑے"!!!! ....

"کون ہیں یہ بزرگ؟؟"میں نے چاند پوری سے دریافت کیا-

"مولانا ظفر علی خان....زمیندار اخبار کے بانی......مولانا اور شاہ صاحب 1920ء میں چلنے والی تحریکِ خلافت کے رفیق تھے- مسلمانانِ برّصغیر نے ایک الگ وطن کی جدّوجہد شروع کی تو راستے جُدا ہو گئے "

"لیکن زمیندار تو تحریک کا ساتھ دے رہا ہے"میں نے حیرت کا اظہار کیا-

"ہاں وہ تو ہے.... لیکن ظفر علی خان اور حضرت بخاری کے بیچ مسجد شہید گنج واقعہ کے بعد مخاصمت تھی......جو آج دور ہو گئ...... الحمدللہ" !!!

امیر شریعت نے مولانا کا ماتھا چوما، سینے سے لگایا اور سہارا دیکر اسٹیج تک لائے-

مولونا ظفر علی خان مائک پر آئے اور کپکپاتے لہجے میں احوالِ دِل سنایا:

زکوۃ اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، نماز اچھی

مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہءیثرب کی عزت پر

خدا شاھد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

امیرِ شریعت ڈائس پر آئے اور مجمع سے نعرے لگوائے-

"تحریک خلافت کا شہسورا-----مولانا ظفر علی خان-----زندہ باد!!

تحریکِ آزادی کا بے باک سالار--------مولانا ظفر علی خان----------زندہ باد!!!

مرزائیت کے سر پر کاری وار-------مولانا ظفر علی خان---------زندہ باد!!!!

مجمع میں شاید ہی کوئ آنکھ ہو جو پُر نم نہ ہوئ ہو-

شاہ صاحب دوبارہ تقریر کرنے لگے تو فضاء میں سائرن کی گونج سنائ دی-

وہ تقریر روک کر کھڑے ہو گئے-

پورا مجمع مڑ کر شاھراہ کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے ہوٹر بجاتی سرکاری گاڑیوں کا ایک قافلہ گزر رہا تھا-وزیرِاعظم سرگودھا میں شکار کھیل کر واپس آ رہے تھے-

مجمع سے کسی نے کہا:

"خواجہ صاحب لاہور پہنچ گئے ہیں "

شاہ صاحب پر وجدانی کیفیّت طاری ہو گئ-انہوں نے اپنی ٹوپی سر سے اتاری اور گرجے :

"سُنو----سُنو----سُنو----چھوڑو ساری باتیں----لاہور والو !!!!! ------

کوئ ہے------؟؟؟ کوئ ہے جو میری یہ ٹوپی خواجہ ناظم الدین کے پاس لے جائے-------؟؟ "

مجمع سے سسکیوں کی آوازیں آنے لگیں -

"ہاں----ہاں----جاؤ میری یہ ٹوپی خواجہ ناظم الدین کے قدموں میں ڈال دو!!! ------

یہ ٹوپی آج تک کسی کے سامنے نہیں جھُکی-----کسی انگریز کے سامنے کسی لارڈ کے سامنے نہیں جھکی!!!-----

جاؤ اسے خواجہ کے قدموں میں ڈال دو!!! -----

جاؤ جاؤ اسے بتادو------ہم تیرے سیاسی حریف نہیں ہیں!!! -----

ہم تیرے رقیب نہیں ہیں------ہم الیکشن نہیں لڑیں گے------تُجھ سے اقتدار نہیں چھینے گے!!!! -----

.ہاں ہاں------جاؤ------میری یہ ٹوپی اس کے قدموں میں ڈال کر یہ بھی کہو کہ سرکاری خزانے میں اگر سؤروں کا کوئ ریوڑ ہے تو بخاری وہ بھی چرانے کو تیّار ہے!!!! -----

مگر شرط صرف یہ ہے-----شرط صرف یہ ہے کہ سرورِ کونین فداہ ابی وامی ﷺ کی ختم رسالت کا قانون بنادے!!! -----

کوئ میرے آقا ﷺ کی توہین نہ کر سکے!!!! ------

دستارِ ختمِ نبوّت پر کوئ ہاتھ نہ ڈال سکے "!!!! -----------

شاہ صاحب بول رہے تھے اور مجمع بے قابو ہو کر دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا-

16 فروری....1953ء گورنر ہاؤس لاہور

ٹھنڈی سیاہ رات میں ہم گورنمنٹ ہاؤس کا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے-

کافی دیر بعد بغلی چیک پوسٹ کی کھڑکی سے ایک اردلی نے سر باہر نکالا-

"کنّوں ملناں جے ؟"

"وزیر اعظم صاحب کو" مولانا ابوالحسنات نے کہا-

"خیریت اے ؟ایس ویلے ؟"

"وزیر اعظم کو بتادیں کہ مجلس کا وفد آیا ہے"

سنتری کھڑکی بند کر کے اندر گیا- تقریباً دس منٹ بعد کھڑکی دوبارہ کھُلّی-

"اپنا اپناناں تے سیاسی وابستگی دسّو؟"

"میں جمیعت علمائے پاکستان سے ہوں.... اور باقی لوگ مجلسِ احرار سے"

"سوری چاچا.... احراریاں واسطے منع کیتا PM ساب نے" اردلی نے کہا-

"میں اپنے وفد کے بغیر اندر نہیں جاؤں گا.... آپ وزیرِ اعظم سے بات کریں" ابوالحسنات نے جواب دیا-

اردلی کچھ ردّو کد کے بعد اندر چلا گیا- ہم گورنمنٹ ہاؤس کے باہر ٹھٹھرتے رہے- سردی کی وجہ سے ہمارے مونہوں سے بھاپ اٹھ رہی تھی -

تھوڑی دیر بعد وہ ہانپتا کانپتا واپس آ گیا:

"آجاؤ چاچا.... گیٹ کھلا جے"...

گورنمنٹ ہاؤس کے وسیع وعریض لان سے گزر کر ہم ایک شاندار اور پُر تکلف لاؤنج میں پہنچے- اردلی ہمیں نرم صوفوں پر بٹھا کر وزیرِ اعظم کو اطلاع دینے چلا گیا- کمرے کی تزئین و آرائش لاجواب تھی- دیواروں پر خوبصورت نقش و نگار، قد آدم قیمتی پینٹنگز، دیدہ زیب رنگ وروغن، بیش قیمت طغرے، گُلدان، خوبصورت قالین، انگیٹھی میں جلتے کوئلے کی حدّت-

عین اسی وقت نسبت روڈ پر رات کے جلسے کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں- عاشقانِ ختم نبوّت سردی میں ٹھٹھرتے کانپتے قائدین کا خطاب سننے کے لئے جمع ہو چکے تھے-

کچھ ہی دیر میں اچکن اور جناح کیپ پہنے وزیر اعظم کمرے میں داخل ہوئے- ہم سب نے اُٹھ کر استقبال کیا- وہ ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کر کے سامنے والا ٹیبل گھیر کر بیٹھ گئے-

"جی... ملونا ساؤب.... سنا ہے لہور میں کوئی ہڑتول وگیرہ ہوا ہے؟" انہوں نے بظاہر پر سکون نظر آنے کی کوشش کی-

"جی ہاں.... اب خود ہی فیصلہ کیجئے کہ عوام کیا چاھتی ہے" ابوالحسنات بولے-

"ہم تو اوٹھتے بیٹھتے، چلتے پھُرتے، اب ایک ہی دُعا کرتا ہے.... یااللہ!!! ہم کو اُٹھالے.... یا جفر اللہ کو اوپر بلالے" وزیر اعظم نے کہا-

"اللہ آپ دونوں کو عمرِ خضر عطا کرے.... کسی کے مرنے سے مسائل حل ہوتے تو اس وقت نسبت روڈ پر مجمع کے ہاتھ میں پتھر ہوتے ...."

"پبلک ہمارے بارے میں کیا سوستا ہو گا؟؟" وزیرِ اعظم نے پُوچھا۔

"پبلک اپنے نیک وزیرِ اعظم کے لئے اچھّا سوچتی ہے اور نیک امید رکھتی ہے۔ آپ فی الحال صرف سر ظفر اللہ کو برخواست کر دیں... عوام بھی شانت ہو جائے گی اور آپ کا سیاسی قد بھی بڑھ جائے گا" ابوالحسنات نے کہا۔

"یقیناً... یہ کانٹا نکل جائے تو قوم کا درد نصف رہ جائے گا" ماسٹر تاج الدین نے تصدیق کی۔

"ماسٹر سوب.... تم سے ہمارا بات نئیں ہے.... ہم تو ملونا سے بات کُرتا ہے" وزیرِ اعظم نے انتہائی ناگواری سے کہا۔ ان کے لہجے میں وہی مخاصمت تھی جو مسلم لیگ اور تحریک احرار میں تیس برسوں سے چلی آ رہی تھی ۔

"بہت بہتر جناب !!!" ماسٹر صاحب بولے۔ "میں اب خاموش رہوں گا"

"وزیرِ اعظم صاحب !!! بخُدا ہم آپ کی مشکلات بڑھانے نہیں، ان کا مداوا کرنے آئے ہیں...." ابوالحسنات رح نے کہا "ہمیں آپ سے ھمدردی ہے.... آپ نیک آدمی ہیں.... فرمایئے تو سہی آخر مشکل کیا ہے... تا کہ ہم اس مشکل کا کوئی حل نکالیں؟؟"

"آپ کو ہمارا مسکل کا احساس ہوتا تو پھر کیا مسکل تھا" وزیرِ اعظم ایک ٹھنڈی سانس لیکر بولے۔

"پوری قوم آپ کی پشت پر کھڑی ہے وزیرِ اعظم صاحب !!!..... آپ قدم تو بڑھائیں..... آج اگر آپ ہمارے مطالبات مان لیں، یقین کریں آپ کے نام کے ڈنکے بج اٹھیں گے.... پھر کسی کو جُرات نہ ہو گی کہ آپ کی طرف میلی آنکھ سے بھی دیکھ سکے"

"ہم زانتا ہے" وزیرِ اعظم کُرسی سے پُشت لگا کر بولے "زانتا ہے ہم کہ آج آپ کا ڈیمانڈ مان لے تو پبلک بوہت خُوس ہو گا... ہمارے غلّے میں فُولوں کے ہار ڈالے گا..... جِندہ باد کا نعرہ لگائے گا.... زانتا ہے" !!!

"تو پھر بسم اللہ کیجئے.... دیر کس بات کی.... قوم آپ سے کپڑا نہیں مانگتی.... روٹی نہیں مانگتی.... رہنے کو ٹھکانہ نہیں مانگتی.... ختم نبوّت کا قانون ہی تو مانگ رہی ہے.... لوگ باہر سردی میں آپ کے فیصلے کے منتظر کھڑے ہیں" !!!! ....

"دیکھو ملونا ساب.... ہم آپ کو سمزاتا ہے.... کس باتیں بوہت تلخ ہوتا ہے.... پنجاب کا پارٹیسن ہوا.... برؤبر؟؟.... اب بھارت نے کیا کرا کہ تینوں درزاؤں کا پانی بُند کر دیا.... ایک دم مولک میں سوُکھا پڑ گیا..... برو بر؟... پاکستان کی آجادی کو پاؤنس سال ہوا اور بھارت ہماری سہ رگ پکڑ کے بیٹھ گیا ہے.... نہ مجاکرات کرتا ہے.... نہ کس سننے کو ریڈی ہے... ہم ورلڈ بینک گیا.... وہ بھی ہمارا بات نئیں سُنا .... اب کوئی لنگی اُٹھا کے چوک میں کھڑا ہو جائے تو آدمی کیا بولے؟؟ یہ مؤسلہ ہے ہمارا..... بھارت ہمیں بنجر کرنے پہ تُلا ہے" !!!

کچھ دیر کے لئے کمرے میں سکوت سا چھا گیا۔

"لیکن اس مسئلے کا سر ظفر اللہ خان سے کیا تعلق ہے؟" کچھ توقّف کے بعد ابوالحسنات بولے۔

"آپ کو ملک کی گھمبیر صورتحال کا علم نئیں...." وزیرِ اعظم نے دراز سے ایک فائل نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ محکمہ خوراک کا پھائل ہے

.... جتنا غندم اشٹاک میں تھا.... سب کھلاس ہو گیا ہے.... کال ہمارے سر پہ کھڑا ہے.... پبلک گندم کے دانے دانے کو ترسنے والا ہے
...." وزیر اعظم کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے-
ایک اردلی چائے اور پانی کی ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا- کمرے کی بوجھل فضاء میں چائے کی خوشبو پھیلنے لگی-
" بوہت مسکل وقت ہے " وزیرِ اعظم نے خاموشی توڑی-" اس ناجک وقت میں .... سر جفر اللہ خان اپنے جاتی تعلقات استعمال کر کے امریکی کانگریس سے ایک بِل منجُور کروانے کا کوسس کر ریا ہے.... اگر یہ کام ہو گیا تو امریکہ ہم کو سات لاکھ پچاس ہزار ٹن گندم فری میں دے گا.... یہ کام صرف جفر اللہ خان ہی کر سکتا ہے.... اگر آپ کر سکتا.... تو ہم جفر اللہ کو ہٹا کے کل ہی آپ کو وجیر خارزہ بنا دیتا"
" آپ بے فکر ہو جائیں.... نہیں پڑے گا قحط " ابوالحسنات پیالی رکھتے ہوئے بولے " رزق دینے والی ذاتِ بابرکت اللہ تعالی کی ہے، ہم سب دُعا کریں گے، نمازِ استسقاء پڑھیں گے، ختمِ نبوّت کے صدقے رب ہماری ضرور سُنے گا "
" آسمان سے آٹا برسنے سے تو رہا " وزیر اعظم نے کہا " پبلک روٹی مانگتا ہے..... پیٹ نئیں بھرے گا تو سور کرے گا... ہمارا غریبان پکڑے گا.... قوم کا مجاج بدلتے کون سا دیر لگتا ہے.... جِندہ باد سے مردہ باد ہونے میں صرف ایک روٹی کا پھرق ہے.... ایک روٹی کا پھرق..... کیا بولے گا؟؟؟"
" اجازت ہو تو ایک بات کہوں؟" ماسٹر تاج الدین بول ہی پڑے-
" جی بولیے " وزیرِ اعظم فائل دراز میں رکھتے ہوئے بولے-
" خواجہ صاحب!!! قوموں کی زندگی میں بعد گھڑیاں انتہائی فیصلہ کن ہوتی ہیں.... عوام کا مقدر کسی ایک شخص کی مُٹھی میں دے دینا بدترین غلامی ہے..... جب لیڈر ملک سے زیادہ اہم ہونے لگے تو بربادی قوم کا مقدّر بن جاتی ہے.... کیوں نہ چند دن صبر کر کے.... روکھی سوکھی کھا کے.... گزارا کیا جائے.... اور قوم کو سر ظفر اللہ سے آزاد ہی کرا لیا جائے.... کہیں ایسا نہ ہو وہ گندم کے بدلے قوم امریکہ کے پاس گروی رکھ آئیں.... اور ہماری آنے والی نسلیں آٹے کے لئے ہمیشہ امریکہ کی طرف دیکھتی رہیں.... شاید یہی ہماری اصل آزادی کا نقّارہ ہو"
وزیرِ اعظم خاموش ہو کر چھت کے فانوس کو دیکھنے لگے-

25 فروری....1953ء.... کراچی

الٹی میٹم کی معیاد ختم ہو گئی۔

ہم حاجی گھسیٹا خان حلیم شاپ "پر لنچ اڑا رہے تھے کہ بندر روڈ کی طرف سے ایک سفید رنگ کی موٹر کار آتی دکھائی دی۔ لوگ امڈ امڈ کر اس کار کا استقبال کر رہے تھے۔ جس کا بس چلتا موٹر کار کو چومتا، کوئی ہاتھ لگا کر نہال ہو جاتا، کوئی رومال مس کرتا۔ غرض کہ عجب منظر تھا۔ ان حالات میں کار رینگتی ہوئی گورنمنٹ ہاؤس روڈ کی طرف مڑ گئی۔

"کون آیا ہے اس گاڑی میں" میں نے چاند پوری سے پوچھا۔

"وہی جن کی دنیا دیوانی ہے بھیّا.... ختمِ نبوّت والے.... اب چھوڑو حلیم اور نکلو" انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

لکّی اسٹار پر ایک خلقتِ کثیر کھڑی تھی۔ لوگ پروانوں کی طرح رہنماؤں پر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ کراچی والوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔

میں بمشکل اتنا ہی دیکھ پایا کہ چھوٹی سی اس کار میں دو بریلوی، دو دیوبندی، اور ایک شیعہ عالم سوار ہیں۔ ابوالحسنات سیّد احمد قادری اگلی سیٹ پر جلوہ افروز تھے۔ شاید اسی لئے بناڈ گمگائے چل رہی تھی۔

عوام جوش و خروش سے نعرے لگا رہے تھے.... تاج و تختِ ختمِ نبوّت.... زندہ باد!!!

گورنمنٹ ہاؤس پہنچتے پہنچتے ہمیں ایک گھنٹہ لگ گیا۔

علماء کا یہ وفد اتمامِ حجّت کے لئے آخری بار وزیرِ اعظم خواجہ ناظم الدین سے ملنے آیا تھا۔ وفد کی قیادت مولانا عبد الحامد بدایونی کر رہے تھے اور وفد میں ابوالحسنات، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا لال حسین اختر اور مظفّر علی شمسی شامل تھے۔

وزیرِ اعظم بھی شاید وفد ہی کا انتظار فرما رہے تھے۔ سردار عبد الرب نشتر بھی موجود تھے۔ وزیرِ اعظم نے حسبِ معمول علماء کا پُر تپاک استقبال کیا اور نہایت ادب و احترام اور عاجزی سے پیش آئے۔

"اختر علی خان نظر نہیں آرہے" وزیرِ اعظم نے ملتے ہی پوچھا۔

"وہ بہاولپور میں ہیں... آج وہاں APNS کا قیام عمل میں آرہا ہے" مولانا بدایونی نے وضاحت کی۔

"ان کو بلاؤ یار.... سیکرٹری!!! وائی کنگ طیّارہ.... بھجواؤ" وزیرِ اعظم نے کہا۔

"یس سر!!!" سیکرٹری ڈائری میں نوٹس لینے لگا۔

میں نے سرگوشی کی "واقعی وائی کنگ جائے گا مولانا کو لینے؟"

چاند پوری آنکھ مارتے ہوئے بولے "ارے نہیں یار.... بادشاہ سلامت کچھ باتیں حالتِ جذب میں بھی کیا کرتے ہیں"

حال احوال پُوچھنے کے بعد وزیرِ اعظم نے کہا:

"امید ہے کہ آپ حجرات دارالحکومت کی عزّت و وقار کا برو بر کھیال رکھے گا"

"ہمٰن اب بھی امید ہے کہ آپ ہمارے مطالبات پر ضرور غور فرمائیں گے" بدایونی صاحب نے کہا-

"دیکھئے.... پائلا بات تو یہ ہے کہ.... میں آپ حجرات کو یہ سمجادے کہ ختمِ نبوّت کو ہم ایک دم برو برمانتا ہے.... کیا بولے گا؟؟ لیکن کیا ہے کہ ہم وجیر اعجم ہے.... ہمیں بوہت کس دیکھنا پڑتا ہے.... ملکی سیچوئسن ایسا نئیں ہے کہ کوئی نیا ٹینسن لیا جائے.... پائلے ہی بوہت ٹینسن ہے... کیا بولے گا....؟؟"

"خواجہ صاحب!!! اگر آپ... اس وفد سے وعدہ ہی کرلیں کہ مسلم لیگ مرزائیت کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے لئے کابینہ میں قرارداد لائے گی تو ہم اپنی تحریک کو نرم رکھ سکتے ہیں" ابوالحسنات نے کہا-

"دیکھو.... یہ جو مرجئ قادیانی کو سرکاری طور پر کافر بنانے کا موٴسئلہ ہے.... یہ تھوڑا کامپلیکیٹڈ ہے.... مطلب.... سیدھا نئیں ہے.... کیا سمزا؟"

"خواجہ صاحب!!!.... یہ مسئلہ تو تکلے کی طرح سیدھا ہے" مولانا لال حسین نے کہا-

وزیر اعظم نے کرسی سے پشت لگائی اور بولے:

"دیکھو ملونا.... مرجوئیوں کا دو سیکٹ ہے.... کیا بولے گا؟؟

ایک سیکٹ جس کو ہم ایمدی بولتا ہے، وہ مرجا کو پروفٹ مانتا ہے.... بروبر؟؟

دوسرا سیکٹ جو ہے.... لہوری گروپ.... وہ مرجا کو پروفٹ نئیں بولتا.... امام بولتا ہے.... کیا سمزا؟؟

اب کس کیا بولتا ہے.... کس کیا بولتا ہے!!!

اب مسکل یہ ہے کہ لہوری گروپ کو کائیسے کافر بنایا جائے گا؟؟.... اور اس سے بھی بڑا مسکل جو ہے.... وہ یہ ہے کہ معلوم کیسے پڑے گا کہ فلوں سُسر امرجا کو امام مانتا ہے.... اور فلوں پروفٹ!!! ....

اب ریاست جو ہے.... کیا ایک ایک مرجئ کا لنگی اُٹھا کے پُوسے گا کہ تُم مرجا کو پروپٹ مانتا ہے.... امام مانتا ہے یا کس اور مانتا ہے؟؟.... مطلب اس میں تھوڑا کامپلیکیسن ہے... کیا بولے گا؟؟"

"دیکھئے خواجہ صاحب" مولانا ابوالحسنات نے کہا-" کریلا صرف کریلا ہوتا ہے، کچّا ہو، نیم چڑھا ہو یا پورا پکا.... لاہوری گروپ جس شخص کو امام مانتا ہے، اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں نہیں، ببانگ دہل نبوّت کا دعوی کیا ہے- اور جو شخص جھوٹے مدعی نبوّت سے عقیدت رکھے، اس کے لئے نرم گوشہ اختیار کرے، اسے امام کا درجہ دے یا اصلاح کار سمجھے، بہر صورت کافر ہے"

"ایک دم برو بر.... ہم صرف یہ بات بولتا ہے کہ بہر حال یہ ایک ناجِک موٴسلہ ہے" ....

اس پر مولانا بدایونی بول اٹھے:

"جناب ہم ہر بار آپ کو مسئلے کی نزاکت ہی تو سمجھانے آتے ہیں.... باہر اگر کوئی شخص سڑک پر کھڑا ہو کر وزیر اعظم پاکستان ہونے کا اعلان کر دے... تو پانچ منٹ میں آپ کی پولیس اسے اور اس کے پیشروؤں کو اریسٹ کرلے گی.... یہاں مسئلہ دعویٰ نبوّت کا ہے.... یہ ہم سب کے ایمان کا سوال ہے.... کل ہمیں اپنے رب کے سامنے پیش ہونا ہے.... جواب دینا ہے.... کیا اللہ ہم سے پوچھے گا نہیں کہ میرے نبی ﷺ کے تختِ نبوّت پر ڈاکہ مارنے والوں کو آپ نے وزارتوں کے تاج پہنا رکھے تھے؟؟ یہ صرف چند مولویوں کا نہیں... ہر مسلمان کے ایمان کا مسئلہ ہے"

اس دوران سردار عبدالرب نشتر بولے:

"دیکھیئے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے میں ایک اور خسارا بھی ہے غیر مسلم قرار دینے کے بعد ان کے حقوق تسلیم کرنا ہونگے.... اور انہیں باقاعدہ ایوانِ بالا میں سیٹیں دینا پڑینگی"

"ہم مرزائیوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے نہیں آئے...." مولانا بدایونی نے وضاحت کی "ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ محمد عربی کا پیروکار اور مرزا قادیانی کا پیشروا ایک خانے میں نہ لکھا جائے.... ان کے لئے الگ الگ خانے ہوں.... تاکہ صحیح معنوں میں جداگانہ انتخابات ممکن ہو سکیں"....

"آپ کا سب بات ایک برؤبر ہے.... اللہ جانتا ہے کہ ہم بھی مرجوئی کو کافر ہی سمجزتا ہے.... بروبر؟؟ قانونی بات بھی تُم نے سب سمزا دیا.... لیکن ہمارا مزبوُری ہے.... کاس ہم آپ کا بات مان سکتا.... ہم کو بروبر افسوس ہے.... فی الحال ہمارا ایسا پوزیسن نئیں ہے کہ آپ کا بات مان سکے"

"آپ کی مجبوریاں ہونگی...." مولانا بدایونی اٹھتے ہوئے بولے- "ہماری کوئی مجبوری نہیں.... ہم تو بس اپنا فرض ادا کرنے آئے تھے.... آپ کے پاؤں میں اگر دنیاداری کی بیڑیاں ہیں.... تو عشقِ رسول ﷺ نے ہمارے بھی ہاتھ باندھ رکھے ہیں.... فصیلِ ختمِ نبوّت کی حفاظت کے لئے ہم سو بار بھی آپ کے پاس چل کے آنے کو تیاّر ہیں.... لیکن ایک قدم پیچھے ہٹنا ہمارے بس کی بھی بات نہیں رہی"

"کیا کریں.... ہمیں اپنا ذِمّہ داری بھی تو نبھانا ہے!!!" وزیر اعظم نے زچ ہو کر کہا-

"آپ اپنی ذمہ داری نبھائیں... ہم اپنا عشق نبھائیں گے" ابوالحسنات نے صوفیانہ وقار سے جواب دیا-

وزیرِ اعظم وفد کے ساتھ چلتے ہوئے گیٹ تک آئے پھر موٹر کار کا دروازہ کھول کر کھڑے ہو گئے- بڑے ادب واحترام سے مولانا ابوالحسنات کو سوار کرایا- اکابرین بھی گاڑی میں بیٹھ گئے- موٹر کار اسٹارٹ ہوئی اور دھواں چھوڑتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی- وزیرِ اعظم نے جیب سے رومال نکال کر آنکھیں صاف کیں اور نشتر صاحب کو ساتھ لئے تھکے قدموں سے واپس دفتر کی طرف چل دیے-

ہم سڑک ناپ کر سیدھا لکی اسٹار پہنچے اور ایک کھوکھے پر بیٹھ کر چائے پینے لگے۔

ریڈیو پاکستان کراچی مذاکرات کی جھوٹی سچّی خبریں دے رہا تھا۔ عوام کو مذاکرات میں پیش رفت کی گھاس کھلائی جا رہی تھی۔ شر پسندوں پر کڑی نظر رکھنے کی تاکید کی جا رہی تھی اور ملک میں امن وامان اور شانتی کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا تھا۔

خبروں کے بعد محسن بھوپالی کی غزل نشر ہوئی تو میری بھی آنکھیں بھیگ اُٹھیں:

چاہت میں کیا دنیا داری، عشق میں کیسی مجبوری

لوگوں کا کیا سمجھانے دو، ان کی اپنی مجبوری

میں نے دل کی بات رکھی اور تو نے دنیا والوں کی

میری عرض بھی مجبوری تھی ان کا حکم بھی مجبوری

روک سکو تو پہلی بارش کی بوندوں کو تم روکو

کچّی مٹّی تو مہکے گی ہے مٹّی کی مجبوری

26 / 25 فروری....1953ء.... کراچی

پورا دِن افواہوں اور چہ میگوئیوں میں گزر گیا۔

حکومت آخری چارے کے طور پر "مولویوں" کو توڑنے کی جدوجہد کرتی رہی جو کسی بانڈ کی طرح آپس میں جُڑ چکے تھے۔ کچھ روز پہلے ہی مولانا لال حسین اختر کی کوششوں سے مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا مفتی محمد شفیع کی صلح ہوئی تھی۔ اب حکومت پورا زور لگا کر اہلِ تشیع کو تحریک سے الگ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ پہلے سیّد مظفر علی شمسی صاحب کو اکیلا وزیرِ اعظم ہاؤس طلب کیا گیا۔ ڈرایا دھمکایا گیا۔ پھر ریڈیو پر وزیر اعظم کا یہ بیان سُنا گیا:

"بااثّر علماء ہمارے ساتھ ہیں" !!!

"شمسی صاحب اور مودودی صاحب تو گئے!!!" میں نے خیال ظاہر کیا۔

"شمسی صاحب ایسا نہیں کریں گے.... ہاں مودودی صاحب کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ عوامی مظاہروں کے حق میں نہیں.... وہ اس جنگ کو قانونی طریقے سے لڑنا چاہتے ہیں.... البتہ عوامی مزاج کچھ اور ہے"

ہم آرام باغ کے مخملی گھاس پر بیٹھے سموسے کھا رہے تھے۔

کچھ ہندو خاکروب باغ کی صفائی میں مصروف تھے۔ رات کو یہاں مجلس عمل کا جلسہ ہونے والا تھا۔

"یہ وہی جگہ ہے جہاں کبھی رام اور سیتا نے اپنے دن بتائے تھے" چاند پوری بول اُٹھے۔

"ایک نئی افواہ!!!" میں نے کہا۔

"یقین کرو....اس کا نام "رام باغ" تھا....جو بگڑ کر آرام باغ ہو گیا"

"واہ!!! بڑی تاریخی جگہ ہے....اچھا اور کیا کیا ہوا تھا اس باغ میں؟" میں نے سموسے کھاتے ہوئے چاند پوری کو مصروف رکھنے کی کوشش کی۔

"جنگِ آزادی 1857ء کے مجاھدین کو توپوں سے باندھ کر اُڑایا گیا تھا اسی باغ میں" انہوں نے انکشاف کیا۔

"اللہ اکبر....اس لحاظ سے تو اس کا نام "خونی باغ" ہونا چاہئے تھا"

1947" ء میں ہزاروں مہاجرین آکر ٹھہرے تھے اسی باغ میں....تب سے اسے آرام باغ کہا جانے لگا"

"سبحان اللہ....پھر تو آرام باغ ہی ٹھیک رہے گا"۔

ایک ہاکر ہمارے پاس سے گزرا تو میں نے شام کا اخبار خریدا۔

"یہ ہمارے وزیرِ اعظم جانے کس دھرم کے ہیں....پل میں تولہ پل میں ماشہ..." میں نے کہا۔

"کیوں کیا فرماتے ہیں...؟؟"

ا"فرماتے ہیں کراچی ہماری راجدھانی ہے....باہر سے آنے والے چند مُلاں یہاں قبضہ نہیں کر سکتے"

"دیکھو دوست....سیاسی، سائنسی اور سنیاسی کا کوئی دھرم نہیں ہوتا....یہ اپنی سوچ کے خود خُدا ہوتے ہیں"

"واہ کیا بات کہی!!!....سبحان اللہ!!!" میں نے آخری سموسہ لپیٹتے ہوئے کہا۔

رات ہوتے ہی جہانگیر پارک میں سرفروشوں کا میلہ سج گیا۔

تین روزہ ختمِ نبوّت کانفرنس کا آج آخری جلسہ تھا۔ شام ہوتے ہی لوگوں کے ٹھٹھ لگ گئے۔ پارک میں تِل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو لوگ ادھر ادھر عمارتوں کی چھتّوں پر چڑھ گئے۔ کم و بیش ایک لاکھ کی حاضری تھی۔ جلسے کا نظم وضبط اور حاضرین کا جوش و خروش مثالی تھا۔ اور اس جوش و خروش کی سب سے بڑی وجہ کراچی کے دو بڑے علماء کے بیچ ہونے والی صلح تھی۔

مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا شفیع پہلی بار ایک اسٹیج پر ظاہر ہوئے تو متحارب فرقوں کے پر جوش کارکنوں بے اختیار اٹھ کر ایک دوسرے کو گلے لگالیا۔

علامہ مظفّر علی شمسی اسٹیج پر نظر آئے تو عوامی نعروں سے پورا باغ گونج اُٹھا:

"شمسی صاحب جواب دو....آپ کس کے ساتھ ہو" !!!

لوگ اس پروپیگنڈے کا توڑ چاہتے تھے جو ان کی وزیرِ اعظم سے تنہا ملاقات کے بعد پیدا ہوا تھا-
شمسی صاحب بھی دن بھر کے دباؤ کی وجہ سے خوب تاؤ میں تھے مائک پر آئے تو جوش و جزبات کے سمندر بہا دیے:
"خواجہ صاحب فرماتے ہیں.... کراچی میری راجدھانی ہے اور ہم باہر سے آئے ہوئے چند بے قیمت مُلاں ہیں...؟؟
کراچی والو!!! بتاؤ... کراچی کس کی ہے؟؟؟ خواجہ ناظم الدین کی؟؟"
مجمعے سے شور اُٹھا "نہیں... نہیں"
"یا فدایانِ ختمِ نبوّت کی؟؟.... بتاؤ بتاؤ" !!!!
"آج تاریخ اپنے آپ کو دُہرا رہی ہے..... کیا حسین رض کے نانا کا دین یتیم ہو گیا ہے؟؟
کیا کراچی ہمارے لیے کوفہ بن گیا ہے؟؟
خواجہ صاحب سن لیجئے!!! ہم یہاں سوداگری کرنے نہیں آئے.... نہ ہی تمہاری کرسی چھننے آئے ہیں... سرکارِ مدینہ ﷺ کا تاجِ نبوّت خطرے میں گھرا ہے... ہم حکومت سے ناموسِ رسالت کی یقین دھانی مانگنے آئے ہیں.... ہمیں وزارت نہیں چاہیے، دولت نہیں چاہیے، ہم اسلام کے بنیادی مسئلے کی خاطر تمہارے پاس آئے ہیں اور تُم کہتے ہو کراچی میری راجدھانی ہے؟؟؟ وزیرِ اعظم صاحب !!!!.... ذرا ہاؤس سے باہر آیئے.... اور آ کر دیکھئے کہ کراچی کس کی راجدھانی ہے؟؟؟"
ہر شخص دیوانہ و مستانہ ہوا جاتا تھا- لوگ اسی وقت جیل جانے کو تیّار تھے- جب شمسی صاحب نے پوچھا کہ ناموسِ رسالت کے لئے کون کون جیل جانا چاہتا ہے تو مجمع بے قابو ہو کر اسٹیج پر ٹوٹ پڑا-
اس موقع پر ماسٹر تاج الدین نے عوام سے پر امن رہنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا:
"ہم خواجہ صاحب سے التجاء کرتے ہیں.... کہ وہ عوام کے مطالبات پر کان دھریں... ابھی رات باقی ہے.... صبح ہمیں بلوا لیجئے.... تسلّی سے سوچئے.... ایک بار پھر غور کر لیجئے.... اور قوم کو نیک فیصلے سے سرفراز کیجئے.... ہم آپ سے الجھنے نہیں آئے.... نہ ہی شہر کا امن تباہ کرنا چاہتے ہیں.... ہماری اب بھی دلی دعا ہے... کہ کل کا سورج کسی سمجھوتے کی نوید بن کر ابھرے.... خدارا قوم کے متفقہ مطالبات مان لیجئے.... اللہ آپ کو اس کی توفیق دے..... امین... ثم امین"!!!

⊙-----------⊙

حضرت امیرِ شریعت نے جزبات سے بھرپور تقریر کی اور عشقِ مصطفٰی کا حق ادا کر دیا- کوئی آنکھ نہ تھی جو عشقِ مصطفٰی میں پرنم نہ تھی- اور کوئی دل ایسا نہ تھا جو عشق رسول میں تڑپ نہیں رہا تھا:

"قُل اِنّ صلاتِی-----وَنُسکِی-----وَمحیَایَ-----وَمماتِی-----للہِ-----رَبِ العالمین-----بے شک-----میری نماز-----میری قربانی-----میرا جینا-----میرا مرنا-----اللہ کے لئے ہے-----جو سارے جہانوں کا رب ہے-----

لا نبی بعد محمد ﷺ -----لا امت بعد امت محمد ﷺ -----کراچی والو!!!! یاد رکھو-----یہ نماز، یہ روزہ، یہ حج، یہ زکوہ، یہ شریعت، یہ طریقت، یہ حقیقت، یہ تہذیب، یہ تمدّن، یہ اخلاق، یہ مذھب، یہ پُورا دینِ اسلام حضور ﷺ کی ختم المرسلینی کے گرد طواف کر رہا ہے!!! -----

مسلمانو-----!!! ختم نبوت کے عقیدہ کو یوں سمجھو جیسے یہ ایک مرکزِ دائرہ ہے-----جس کے چاروں طرف توحید، رسالت، قیامت، ملائکہ کا وجود، صحف سماوی کی صداقت، قرآنِ کریم کی حقانیت وابدیت، عالم قبر و برزخ، یوم النشور یوم الحساب گردش کرتے ہیں۔ اگر یہ اپنی جگہ سے ہل جائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ دین نہیں بچے گا، بات سمجھ میں آئی-----؟؟

مزید سمجھیے-----!!! جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالم اسباب میں آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں-----اسی طرح نبوت ورسالت کے تمام مراتب وکمالات کا سلسلہ بھی حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود پر ختم ہو جاتا ہے-----آپ کی نبوت ورسالت وہ مہر درخشاں ہے جس کے طلوع کے بعد اب کسی روشنی کی مطلق ضرورت نہیں رہی-----سب روشنیاں اسی نور اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میں مدغم ہو گئی ہیں-----جبھی تو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں زندہ ہوتے تو انھیں بھی بجز میری اتباع کے چارہء کار نہ ہوتا-----اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ابو بکرؓ و عمرؓ کی طرح امتی اور خلیفہ کی حیثیت سے--------

حکومت کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص بھی ختم نبوت کے تخت کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے گا، ہم اس پر قہر الٰہی اور صدیق اکبرؓ کا انتقام بن کر ٹوٹ پڑیں گے"""!! ------

صاحبزادہ سیّد فیض الحسن تقریر کے لئے اسٹیج پر آئے تو کسی مرید نے ان کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال دیا۔ انہوں نے وہ ہار نوچ پھینکا اور کہا "یہ وقت ہار پہننے کا نہیں میرے عزیز!!!... سرکارِ دو عالم ﷺ کی آبرو کو خطرہ ہو اور میں پھولوں کے ہار پہنتا پھروں؟؟ ہتھکڑیاں پہننے کا موسم ہے.... بیڑیاں پہننے کا موسم ہے.... ہمیں پابہ زنجیر کر کے دیکھو.... ہمیں زندانوں میں پھینکو.... ہمارے جسم کو ادھیڑ کے رکھ دو.... پھر دیکھو ہمارے ماتھے پہ شکن بھی آتی ہے کہ نہیں "!!!!

آرام باغ کی فضاء فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی۔

نعرہء تکبیر....اللہُ اکبر!!!!

تاج وتخت ختم نبوّت....زندہ باد !!!!

رات گیارہ بجے ایک نیلے رنگ کی کار بندر روڈ سے آرام باغ کی طرف مڑی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جلسہ گاہ کے قریب آ گئی۔
سیاہ شیشوں والی اس گاڑی میں اسٹیبلشمنٹ کے دو شاطر کھلاڑی سوار تھے۔
ڈیفینس سیکرٹری اسکندر مرزا اور کیبنٹ سیکرٹری مسٹر جی۔احمد!!!

26فروری---- 1953

رات نصف سے زیادہ بیت چکی تھی۔
نیلے رنگ کی پراسرار کار جلسہ گاہ سے قریب آ کر رُک گئی۔
کراچی کے عوام نہایت اشتیاق سے صاحبزادہ فیض الحسن کی تقریر سن رہے تھے جو شب کی جولانی میں ساون بھادوں کی طرح گرج برس رہے تھے۔

"انگریز چلا گیا-----اور اپنی باقیات چھوڑ گیا!!! -------
ہم نے انگریز کو بھی بھگت لیا-------- تمہیں بھی بھگت لیں گے!! -------
انگریز کی قید بھی برداشت کی-------تمہاری بھی برداشت کر لیں گے!!! -------
تمہیں آزادی مبارک ہو-----تم تو پہلے بھی آزاد تھے------اب بھی آزاد ہو------ہماری آزادی کا سورج تب طلوع ہو گا جب ناموسِ رسالت کا قانون بنے گا------جب منکرانِ ختم نبوّت کا فیصلہ ہو گا-------جب مسلمان کو انصاف ملے گا"!!! ----

"او مین ہیئر وی گو اگین..... کون ہے یہ مُلا....؟؟" گاڑی میں بیٹھے سکندر مرزا نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔
"احراری ہے.... صاحبزادہ فیض الحسن..... تیس ہزار مرید ہیں اس کے... جہاں جاتا ہے مکھیوں کی طرح پہنچ جاتے ہیں" مسٹر جی احمد نے ونڈ اسکرین سے پار جھانکتے ہوئے کہا -
"مقرّر بھی تو کمال کا ہے" ....
"میں تو کہتا ہوں واپس چلیں.... ان مُلاؤں کی تقاریر سے مجھے سخت کوفت ہوتی ہے" جی احمد نے مونہہ بنایا۔
"نہیں یار.... جلسہ دیکھ کر جائیں گے" سکندر مرزا نے شیشہ سرکاتے ہوئے کہا۔
"ارر... ارے... شیشہ بند کر بھائی... سردی آ رہی ہے" مسٹر جی۔احمد جھنجھلا کر بولے۔
"کیا تقریر کرتا ہے یہ لڑکا.... ایک دم مست"

"چل پھر اس مستی میں تھوڑی اور مستی بھی شامل ہو جائے" !!!

"کیا ارادے ہیں؟؟"

"زاھد شراب پینے دے جلسے میں بیٹھ کر......"جی-احمد ڈیش بورڈ سے بوتل نکالتے ہوئے بولا-

"مروائے گا باسٹڈ.... کسی مولوی نے دیکھ لیا تو؟؟"

"کم آن یار... شیشہ اچھی طرح چڑھا دے"جی-احمد پیگ بناتے ہوئے بولا-

"یار ایک لاکھ بھیڑ بکریاں کیسے کھینچ لاتے ہیں یہ لوگ.... وِد آؤٹ پبلسٹی.... یاد ہے 14 اگست کو ہم لوگ پرائم منسٹر کی تقریر کے لئے پندرہ سو بندہ مہیّا نہیں کر سکے تھے"!!!

"اسٹریٹ پاور اِز ناٹ اتھارٹی"جی-احمد نے گھونٹ بھرتے ہوئے زہریلا سا منہ بنایا-"لوگ رات بھر بخاری کی اسپیچ سنتے تھے اور ووٹ صبح جناح کو دے آتے تھے...یہی پبلک کا مزاج ہے" !!!

"لیکن اس بار حالات کچھ اور ہیں یار...."سکندر مرزا سگریٹ جھاڑتے ہوئے بولا"لگتا ہے یہ لوگ مرزائی کو کافر کرا کے ہی دم لیں گے ... تم ابھی سے اپنا کوئی اچھا سا نام سوچ لو.... کھڑک سنگھ کیسا رہے گا؟؟"

"ھاھاھاھا... کھڑک سنگھ....اور تم بھی سوچ لو....اسکندر ناتھ" !!!

"کیوں بھائی....آئی ایم ناٹ کافر" !!!

"موت سے کس کو رستگاری ہے...آج ہم کل تمہاری باری ہے....!!!"جی-احمد نے کہا-

"کیا مطلب؟"

"پہلے ایک پیگ لگا....بتاتا ہوں" ...

"یار تو بھی ناں.... مروائے گا..... چل اب بتا.... میں کیسے کافر ہوا"اسکندر جام چڑھاتے ہوئے بولا-

"دیکھ.......آج اگر مرزائی کافر قرار دے دیا گیا ناں....تو کل اگلا نمبر شیعہ کا ہوگا " !!!!

"امپاسبل....شیعہ از ناٹ اے کوئسچن...!!!"سکندر سگریٹ مسل کر بولا -

"دی گیم وِل اینڈ سوون اینڈ کوئسچن وِل رائز..... یہ عارضی گٹھ جوڑ ہے بھائی.....آج احمدی کے خلاف سب ایک ہیں.... کل شیعہ کے خلاف ایک ہونگے"

"شیعہ کے خلاف کیوں؟؟"

"دیکھ.....جب جنگل میں سوکھا پڑتا ہے ناں....تو شیر، چیتا اور نیل گائے ایک تالاب پر راضی ہو جاتے ہیں....اسے واٹر ٹروس کہتے

ہیں.... برسات میں یہ ٹروس جب ٹوٹتا ہے تو شیر چیتا مل کر نیل گائے کا شکار کرتے ہیں.... سمجھے یا کوئی اور مثال دوں؟؟"

"شیعہ ازاے سیکٹ آف اسلام.... وہ احمدی کی طرح لوکل آئٹم تھوڑی ہے بھائی!!" سکندر مرزا نے کہا۔

"ارے مرے برانڈڈ آئٹم دیکھ.... وہابی، سُنّی میں لاکھ اختلافات سہی... لیکن جب بھی کڑا وقت آتا ہے.... ایک اُمّت بن جاتے ہیں... کیوں؟؟.... اس لئے کہ سوادا اعظم ایک ہے.... جبکہ شیعہ ایک اقلیّت ہے.... وِد ریسپیکٹ ٹو سوادِ اعظم" !!!

"شیعہ کیسے اقلیّت ہو گیا؟؟.... ہی از پارٹ آف گیم یار" !!

"ہاں... لیکن اندر کی گیم کچھ اور ہے.... مولوی اپنا کام نکالنے کے لئے شیعہ کو استعمال کر رہا ہے.... کام نکل جائے گا تو اختلافات شروع !!!"

"اختلافات تو سب فرقوں میں ہیں پھر" ....

"بات اختلافات کی نہیں سوادِ اعظم کی ہے" ....

"یہ قائدِ اعظم کہاں سے آ گئے یار بیچ میں؟؟"

"لگتا ہے کچھ زیادہ ہی چڑھ گئی ہے.... قائدِ اعظم نہیں مائی لارڈ.... سوادِ اعظم.... سپریم اتھارٹی آف مسلم میجارٹی... حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی.... یہ سب ایک سوادِ اعظم ہے.... بَٹ.... شیعہ اِزاے کوائٹ ڈِفرنٹ ریلیجئس چین" !!!

"مطلب... ان حالات میں شیعہ کو کیا کرنا چاہئے؟؟" سکندر مرزا پریشان ہو گئے۔

"مرزائیت کا ساتھ دینا چاہئے... اور کیا کرنا چاہئے؟ آج سوادِ اعظم ہمارے خلاف ایک ہے.... کل شیعہ کے خلاف ایک ہو گا.... آج احمدی اکیلا ہے.... کل شیعہ تنہا ہو گا.... ایک ایک کر کے کُفر کے گڑھے میں دفن کریں گے ہمیں!!!" جی احمد نے کہا۔

"آئی ڈونٹ بیلیو آن اِٹ!!!" سکندر مرزا نے کہا۔

"اسی لئے تو کہتا ہوں کارل مارکس کو چھوڑ.... اور مذہبی کتابیں پڑھا کر.... یقین آ جائے گا"

"اوہ مائی گوش!!! اس کا مطلب ہے شمسی اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے چلا ہے...." سکندر مرزا کی آواز ڈگمگانے لگی۔

"آف کورس!!!!...... شمسی ازاے میڈ!!!.... وہ اسی شاخ کو کاٹ رہا ہے جس پر خود بیٹھا ہے" !!!

"ویری ڈینجرس!!!" سکندر مرزا نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔

"ناٹ اونلی ڈینجرس.... اٹس سوسائیڈل!!!..... آج ہی ان سب کو اریسٹ کرو.... صبح ہونے سے پہلے پہلے..... بہت ہو چکا تماشا .... اسی میں ہم سب کا بھلا ہے.... باقی رہی پبلک.... جب لیڈر اندر ہونگے.... تو پبلک خود بخود شانت ہو جائے گی... چلو اب نکلو یہاں سے" .....

"کہاں ؟؟"

"وزیر اعظم ہاؤس.....اور کہاں ؟؟

"اس وقت ؟ گیارہ بج رہے ہیں یار" !!!

"گیارہ نہیں میرے یار....ایک بجا ہے رات کا....وقت بہت کم ہے" !!!

"لیکن....پلان کیا ہے ؟؟"

"سمجھاتا ہوں.... سمجھاتا ہوں" ...

"اچھا......یہ.... قائدِ اعظم والی بات...... بھی....مجھے....ذرا.... پھر سے.... سمجھا دینا..."اسکندر مرزا بڑبڑایا-

"قائد اعظم نہیں لارڈ ماؤنٹ بیٹن.........سوادِ اعظم" !!!

یہ کہ کر جی احمد نے گاڑی ریورس کی اور گورنمنٹ ہاؤس کی طرف بڑھادی-

اسکندر مرزا اور مسٹر جی-احمد نے نصف شب وزیرِ اعظم ہاؤس کی کنڈی کھڑکائی-

خواجہ صاحب لباس شب خوابی میں ہی بھاگے چلے آئے-

"کھیر یت ؟؟ اتنارات گئے کیا مسکل ہو گیا؟ "

کچھ دیر خاموشی رہی پھر مسٹر جی-احمد ایک ٹھنڈی سانس لیکر بولے-

"سیچویشن اِز ویری کریٹیکل سر"!!!

"کیوں.... کیا ہوا.... کیا زولسے میں کوئ ہنگومہ ہو گیا؟" وزیر اعظم نے متفکّر ہو کر پُوچھا-

"اسکندر مرزا....وزیر اعظم کو ڈیٹیل بتلاؤ "

اسکندر مرزا نے بمشکل آنکھیں کھولیں اور جھومتے ہوئے کہا:

"ہنگامہ نہیں سر....بغاوت..... مولویز آر آؤٹ آف کنڑول....دے ہیوڈیکلیئر ڈاے وار...اگینسٹ اسٹیٹ....کل سے کراچی میں تباہیاں ہونگی.....تباہیاں" !!! .....

"کمول کا بات ہے....مولوی لوغ میٹنگ میں توکس اور بولتا تھا...اب زولسے میں کس اور بول رہا ہے ؟؟"

"سر مولوی اور موسم کا کیا اعتبار ؟؟......جو بادل آج گرج رہے ہیں..... کل برس پڑے تو سب کچھ بہ جائے گا....اس لئے جتنا

جلدی ہو سکے.......ان کڑکتی بجلیوں کو قید کیجیئے....ایکشن مسٹ بی ٹیکن ٹونائیٹ" .... !!!!
"کیوں مسٹر جی-احمد.... آپ کیا بولتا ہے؟؟" وزیرِ اعظم نے تصدیق چاہی-
"ایگریڈ وِد مرزا سر.... کل تک اس طوفان کو روکنا بہت مشکل ہو جائے گا"
سادہ اور پر وقار وزیر اعظم نے یہ پوچھنے کی زحمت بھی نہ کی کہ جلسے کی رپورٹ دینا تو انٹیلیجنس کی ذمہ داری ہے-آپ حضرات کس خوشی میں باولے ہوئے جاتے ہو-
"کمسنر کراسی سے بات کراؤ... فوراً" وزیر اعظم نے کہا-
تھوڑی ہی دیر میں کمشنر کراچی اے ٹی نقوی لائن پر موجود تھے-

⊙__________⊙

رات ایک بجے جلسہ تمام ہوا-
بندر روڈ پر عوام کا ایک سمندر موجزن تھا-آرام باغ سے لیکر جامعہ کلاتھ تک لوگ ہی لوگ تھے-راستے میں جگہ جگہ میمن اور اسماعیلی برادری نے دودھ، قہوے، گرم انڈے، حلوہ پوری اور چائے کے اسٹال لگا رکھے تھے-عاشقان رسول ﷺ کا تین روزہ میلہ اہلِ کراچی کا ایمان جگمگا کر آج ختم ہو رہا تھا -
میں چاندپوری صاحب کے ساتھ بائسکل پر تھا- بھرے مجمع میں بائسکل کیا چلتی، پیدل ہی گھسیٹ رہے تھے-جامع کلاتھ کے سامنے عالم شاہ بخاری کے مزار پر خوب میلہ تھا- ہم وہاں بیٹھ گئے اور چائے کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنے لگے-چاندپوری بہت پر جوش اور پر امید تھے -
"صدیوں بعد، پہلی دفعہ اُمّت محمدی ﷺ ایک اسٹیج پر اکٹھی ہوئی ہے یار....ماشاءاللہ.... مفتی محمد شفیع، اور مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج ایک ساتھ نماز پڑھی ہے.... سبحان اللہ..... مدتوں سے سینگ پھنسائے ان دو بڑے علماء کے بیچ تعصب کی دیواریں گرانے کا سہرا مجلسِ احرار کے لال حسین اختر کے سر ہے.... ہیرا آدمی ہے یار ہیرا....لال حسین پہلے قادیانی تھا، اللہ نے ھدایت دی اور آج اُمّتِ مسلمہ کو جوڑ رہا ہے....اللہ اُسے خوش رکھے"
"واقعی اس جلسے نے ثابت کر دیا ہے کہ عوامی جذبات علمائے دین کی مٹھی میں ہوتے ہیں.... علماء آپس میں خلوص سے مصافحہ کریں تو عوام گلے ملتی ہے.....ایک دوسرے پر دھاڑیں تو لاشیں گرتی ہیں"
"بس یار اب دُعا کرو کہ اتحادِ امّت قیامت تک قائم رہے....اور اس کی برکت سے دارالحکومت کا دل بھی پگھل جائے..... حکومت مطالبات پر غور کرے اور کل کا سورج کوئی اچھی نوید لیکر طلوع ہو"

"امین.... اب اس اتحادِ امّت کی خوشی میں ایک پیالہ دودھ جلیبی تو کھلا دیں" میں نے فرمائش کی۔

"کیوں نہیں..... ضرور ضرور" یہ کہ کر چاندپوری بیکری کی طرف نکل گئے۔

رات دو بجے کا عمل تھا۔ سڑک پر اب خال خال ہی لوگ نظر آرہے تھے۔دربار پر کچھ لوگ بیٹھے قوالی سُن رہے تھے۔ان دنوں ھندوستان بھر میں دِین محمد جالندھری قوال کا طوطی بولتا تھا۔ کم و بیش سارے قوال دین محمد جالندھری کی ہی نقل کیا کرتے تھے۔

چاندپوری دو پیالے دودھ جلیبی لے آئے۔میں دین محمد قوال کے سروں پر سر دُھننے لگا:

ایہہ میلہ محمّد ﷺ دے مستانیاں دا

دِلا اُٹھ کہ ویلا ہے شُکرانیاں دا

یہ محمّد ﷺ کے دیوانوں کا میلہ ہے۔جاگ اے دِل، کہ شکر بجالانے کا وقت ہے۔

اچانک ہی فضاء سائرن کی آواز سے گونج اُٹھی ۔

سامنے بندر روڈ سے پولیس کی تین گاڑیاں اور ایک پولیس بس گزری۔

چاندپوری اور میں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"یااللہ خیر.... یہ لشکرِ جرار کہاں جارہا ہے!!!" چاندپوری بڑبڑائے۔

"لگتا ہے.... وزیرِ اعظم صاحب آرہے ہیں مجلس والوں سے ملنے" میں نے خیال ظاہر کیا۔

"نہیں..... کچھ اور معاملہ ہے.... اُٹھو چل کے دیکھتے ہیں"

ہم پیالوں اور قوالوں کو وہیں چھوڑ کر روڈ کی طرف بھاگے۔

گاڑیاں ایک قدیم عمارت کے سامنے آکر رُک گئیں۔

پولیس کے چاک وچوبند دستے پوزیشنیں سنبھالنے لگے۔کچھ افسران سول لباس میں تھے۔کمانڈر جوانوں کو متعیّن کر کے گاڑی میں نصب وائرلیس پر ھدایات وصول کرنے لگا۔

"یس سر... عمارت کو گھیرے میں لے لیا سر!!!... یس سر... سر... سر"

میں نے عمارت کی دوسری منزل پر نصب سبز رنگ کا بورڈ پڑھنے کوشش کی۔

"دفتر مجلسِ ختمِ نبوّت.... کراچی"!!!

پولیس افسر ہاتھ میں پستول تھامے آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔اس کے ساتھ سول لباس میں خُفیہ والے بھی تھے۔انہوں نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا:

"دروازہ کھولو ورنہ توڑ دیا جائے گا"....

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور پولیس افسران اندر چلے گئے -

کوئی دس منٹ تک خاموشی رہی- فضاء میں صرف قوالی کے بول ہی باقی رہ گئے....

مدینے دا ساقی، ہے ورساں دا مستی

او مستی، جیندے وچ ہے مستاں دی ھستی

جے سَر دے کے مل جائے، اے مئے ہے سستی

ہے اس مئے کدے وِچ، بلندی ناں پستی

ہے عرش بریں فرش مستانیاں دا

سب سے پہلے سیّد ابوالحسنات عصاء ٹیکتے باہر نکلے- ان کے پیچھے امیرِ شریعت سیّد عطاءاللہ شاہ بخاری نظر آئے، پھر صاحبزادہ سیّد فیض الحسن اترے.... خمارِ عشقِ محمد ﷺ سے سرشاران مستانوں کے لئے آزادی اور زندان میں فرق بھی کیا تھا؟؟ ان کی تو نصف ریل میں اور باقی جیل میں کٹی تھی، دکھ تو ان بے بصیرت حکمرانوں پر تھا جنھوں نے علمائے حق کے مطالبات کو نظرانداز کر کے میر جعفر کے پڑپوتے کا مشورہ مان لیا- جنھوں نے ذُریّتِ مرزا کو کھلا چھوڑ کر سیّد زادوں کو پابہء زنجیر کر دیا -

دفتر سے کل آٹھ علماء گرفتار ہوئے- ان میں مولانا لال حسین اختر، جناب عبدالرحیم جوہر، جناب نیاز لدھیانوی، اسد نواز ایڈیٹر حکومت، اور ماسٹر تاج الدین انصاری بھی شامل تھے- مولانا حامد بدایونی اور مظفر علی شمسی صاحب اگلے روز گھروں سے گرفتار کئے گئے-

پولیس گاڑیاں ہوٹر بجاتی ہوئی سینٹر جیل کراچی کی طرف روانہ ہو گئیں- میں اور چاندپوری صاحب تھکے قدموں سے واپس چل پڑے- ہم دونوں خاموش تھے اور بے حد افسردہ -

ہم ایک بار پھر ہم بابا عالم شاہ بخاری کے مزار پر جا بیٹھے، جہاں قوال گردو پیش سے بے خبر مئے خانہء عشق و مستی کا احوال سنا رہے تھے:

عجب مستیاں ہین، اس مئے دے اندر

کہ ہے قطرے قطرے دی تہہ وچ سمندر

جنہیں بوند پیتی او بنیاں قلندر

نہ معبد کلیسا نہ مسجد نہ مندر

ہو یا دل اے دیوانہ، مئے خانیاں دا

مدینے دا ہے، مئے کدہ کچھ نرالا

ہر اک جام ہے، درسِ توحید والا

چراغِ محبّت او حق دا اجالا

دِتّا جس نوں ساقی نے، عشق دا پیالا

براھیم ہے سارے بت خانیاں دا

ایہہ میلہ محمد ﷺ دے مستانیاں دا

27 فروری.... 1953ء.... کراچی

ہم سویرے سویرے ہی سنٹرل جیل پہنچ گئے-

چاند پوری نے پہلے تو وارڈن کو اچھی خاصی تبلیغ کی، جب وہ ٹس سے مس نہ ہوا تو منّت سماجت کی- اس پر بھی دال نہ گلی تو ایک بھاری سی تھیلی جیب سے نکال کر اس کی جب میں گھسیڑی اور کہا:

"پورے دس روپے کا بھان ہے.... اب روک کے دکھا" .....

وارڈن بے ہوش ہوتے ہوتے بچا- وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ رات کو گرفتار ہونے والے مولویوں کی پہلی ملاقات اس قدر قیمتی بھی ہو سکتی ہے- ایک ہزار "ٹیڈی پیسہ" بخشیش لیکر اس نے جیل کا گیٹ کھول دیا-

سونا اس دور میں 400 روپے فی تولہ تھا-

تھوڑی ہی دیر بعد ہم جیل کے اے کلاس وارڈ میں بیٹھے ماسٹر صاحب کی بپتا لکھ رہے تھے:

"بھائی ہم تو بسم اللہِ مجرٖھا و مرسٰھا... پڑھ کر پولیس کی گاڑیوں میں سوار ہو گئے.... حکومت سے یہی امید تھی.... اگر بھاگنا ہوتا تو دفتر کا پچھلا دروازہ کھلا تھا اور پولیس بھی ادھر موجود نہ تھی... لیکن ایسی اسیری پر سو آزادیاں قربان جس کا تعلق ناموسِ رسالت سے ہو.... جیل یاترا ہمارے لئے نئی بات نہیں.... ہماری بیشتر زندگی جیل خانوں میں ہی کٹّی ہے.... ہم یہاں کے ادب آداب سے خوب واقف ہیں ..... بلکہ ان جیل خانوں میں مولوی کا آنا بھی باعثِ رحمت ہے.... ایک مدّت کے بعد آج یہاں اذان فجر گونجی ہے.... باجماعت نماز ہوئی ہے.... باقی رہا جیل افسران کا رویہ.... تو ہم جانے پہچانے قیدی ہیں.... جو پورا ھندوستان گھوم پھر کر واپس جیل میں آ جاتے ہیں .... اب تک تو اچھا برتاؤ ہوا.... سونے کو پلنگ مل گئے.... صبح کے ناشتے میں ڈبل روٹی آ گئی... چائے آ گئی.... وہی چائے جس کا ذائقہ لیکر

کی مسواک جیسا ہوتا ہے" انہوں نے ہنستے ہوئے کہا-

ماسٹر تاج الدین انصاری لدھیانہ کے ایک بہت بڑے رئیس اور سیٹھ تھے- تقسیم کے وقت لدھیانہ میں پاکستان سے آنے والے مہاجرین کے میزبان تھے....بعد میں پاکستان تشریف لے آئے تو یہاں بھی مہاجر کیمپ کے انچارج بن گئے....اگر نو مولود ریاست میں اپنا کاروبار شروع کرتے تو یقیناً کروڑ پتّی ہوتے لیکن احرار کے فقیروں سے دوستی ہوئ تو پوری زندگی مرزائیت کے خلاف لڑتے ہوئے گزار دی....اس جرم عظیم کی پاداش میں پہلے انگریز کی قید و بند برداشت کرتے رہے اب پاکستان کے ناعاقبت اندیش حکمرانوں کی قید بھگت رہے تھے-

"سیاسی گرفتاری کے سبب فی الحال تو جیل کی A کلاس وارڈ میّسر آئ ہے.....میز کرسی چارپائ سب کچھ میّسر ہے...

کافی کھلا کمرہ ہے ماشاءاللہ....دو پلنگ اور چھت والا پنکھا بھی ہے.....یہ وہی کمرہ ہے جہاں کبھی مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر تحریک خلافت کی پاداش میں قید رکھے گئے تھے......پنجرے وہی ہیں،اسیر بدل گئے ہیں...پہلے یہاں انگریز کے باغی رکھے جاتے تھے اور اب ذریّتِ انگریز کے باغی قید ہیں.....باقی....جس زندان میں حضرت عطاءاللہ شاہ بخاری جیسے زندہ دل موجود ہوں.....صاحبزادہ فیض الحسن جیسے خوش مزاج سجادہ نشیں تشریف فرماء ہوں.....شمسی صاحب جیسا سراپا ہنگام نوجوان موجود ہو....اور ہمارے جیسے بذلہ سنج موجود ہوں وہاں اسیری چیز ہی کیا ہے" !!! ....

ہے اسیری اعتبار افزاء جو ہو فطرت بلند
قطرہء نیساں سے ہوتی ہے صدف میں ارجمند
مُشکِ از فر چیز کیا ہے اک لہُو کی بوند ہے
مُشک ہو جاتی ہے ہو کے ناقہء آہو میں بند

ہم ماسٹر صاحب کی بپتا لکھ رہے تھے کہ جیل سپریڈنٹ ادھر آنکلا-اس کے ہاتھ میں ڈنڈے کی بجائے تسبیح تھی-اس نے کمرے میں جھانک کر پوچھا:

"پیر صاحب کہاں تشریف فرما ہیں؟"

ماسٹر صاحب نے اشارے سے ساتھ والے کمرے کا بتایا-

"کون سے پیر صاحب؟؟" چاند پوری نے حیرت سے پوچھا

"اپنے سیّد عبدالحامد بدایونی صاحب....جیل سپریڈنٹ کا پورا خاندان ان کا مرید ہے". ماسٹر صاحب نے ہنستے ہوئے جواب دیا-

"کمال ہے...پِیر صاحب جیل میں اور مرِید سپریڈنٹ....ابھی تک یہ گستاخ سڑ کے سواہ نہیں ہوا" !!!

اتنی دیر میں وارڈن نے آکر اطلاع دی کہ سپریڈنٹ صاحب دوسرے کمرے میں بلا رہے ہیں- ہم بدایونی صاحب کے کمرے میں چلے آئے- جیل سپریڈنٹ پیر صاحب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھا تھا-

"میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم کیجئے.... رہائی کے علاوہ" سپریڈنٹ نے کہا-

"ہم رہائی چاھتے بھی نہیں" پیر صاحب نے کہا- "اگر ہو سکے تو ہمارے لئے ایک الگ کچن بنوا دیجئے... اور کچّا راشن دے دیجئے.... ہم اپنا کھانا خُود پکائیں گے..... جیل کا کھانا ہمارے مزاج کا نہیں ہے"

ٹھیک نصف گھنٹے بعد جب ہم جیل خانے سے باہر آ رہے تھے تو مستری اور مزدور اینٹ سیمنٹ لئے جیل کے سامنے کھڑے تھے- پیر صاحب کی کرامات کا ظہور ہو چکا تھا-

ہم شہر کی صورتحال جاننے کے لئے صدر کی جانب روانہ ہو گئے-

شہر بھر میں ہڑتال تھی اور تمام مارکیٹس اور ٹرانسپورٹ بند- بندر روڈ پر عوام کا ایک بحرِ بیکراں موجزن تھا- یہ جمیعت علمائے اسلام کا جلوس تھا جو صدر کی طرف روانہ تھا- ہم جلوس کو چیرتے بمشکل سیون ڈیز تک پہنچے- سامنے جامع کلاتھ کی طرف سے جمیعت علمائے پاکستان کا جلوس چلا آ رہا تھا- سیون ڈیز سے ہم صدر کی طرف گھومے تو انجمنِ تحفظِ حقوق شیعہ کا جلوس ایمپریس مارکیٹ کے سامنے کھڑا تھا- عوام پر جوش تھے اور پولیس پریشان-

تقریباً چھ سات ہزار نفوس یہاں جمع تھے- پولیس کی صرف چھ گاڑیاں اور ایک ٹرک جلوس کا راستہ روکے ہوئے تھے- ایک پولیس انسپکٹر وائرلیس پر کمشنر کراچی اے ٹی نقوی کو صورتحال بتا رہا تھا-

"سر ہجوم بڑھ رہا ہے.... ہمارے پاس فورس بہت کم ہے.... اوور" !!!

"اگر یہ لوگ پر امن احتجاج کرتے ہیں تو ان کو کرنے دو.... اوور " !!!

"سر یہ لوگ گرفتاریاں دینا چاھتے ہیں.... اوور !!!" انسپکٹر نے کہا-

"ٹھیک ہے.... جو گرفتاری دینا چاھتا ہے.... اسے گرفتار کر لو.... اوور"

"لیکن سر !!.... ہمارے پاس گاڑیاں صرف تین ہیں اور یہاں چھ ہزار آدمی کھڑا ہے...... مزید لوگ بھی آ رہے ہیں"

"باری باری سب کو بٹھا کر جیل خانے چھوڑ آؤ.... اوور"

ہجوم جو پہلے ہی بے تاب کھڑا تھا، پولیس گاڑیوں پر ٹوٹ پڑا- پل بھر میں چھ موبائل وین اور ایک ٹرک لبالب بھر چکے تھے-

یہ سب لوگ جیل جانا چاھتے تھے... جیل انتظامیہ ایک ساتھ اتنے قیدی سنبھالنے کو تیّار نہ تھی- قید کرنے کے لئے اچھی خاصی ضابطے کی کاروائی کرنا پڑتی ہے- انسپکٹر نے ایک بار پھر اے- ٹی- نقوی سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا "ٹھیک ہے.... بغیر اندراج کے اندر جانے دو "

اس پر ہجوم تمام رکاوٹوں کو توڑتا جیل خانے میں گھُس گیا- انوکھا منظر تھا کہ ہر کوئی عشق کا قیدی بننا چاہتا تھا- بڑے تو بڑے بچّے تک گھروں سے اسیری کے لئے تیّار ہو کر آئے تھے- پہلے دِن چار ہزار مسلمانوں نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کیا- کراچی سینٹر جیل کسی ریلوے پلیٹ فارم کا منظر پیش کرنے لگی- ہر شخص یہاں اپنے لئے ایک مناسب پنجرے کی تلاش میں تھا، جہاں قید ہو کر وہ ختمِ نبوّت کے اسیروں میں اپنا نام لکھوا سکے-

ہر کسی کی تربیّت کرتی نہیں قدرت مگر

کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند

شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست

ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

28فروری....1953.... کراچی

دُوسرے دِن شہر پھر بند ہوا-

آج پولیس کے دو ٹرک تین لاریاں اور آٹھ ویگنیں آئی ہوئی تھیں-

صبح نو بجے جلوسوں کی آمد شروع ہوئی- تھوڑی ہی دیر میں ایمپریس مارکیٹ سے لیکر ڈرگ روڈ تک سر ہی سر نظر آنے لگے- ڈرگ روڈ شاہراہ فیصل کا پرانا نام ہے- لوگ گرفتاری دینے کے لئے ٹرکوں اور لاریوں پر چڑھ گئے- ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح گرفتار ہو کر جیل پہنچنے میں کامیاب ہو جائے-

پولیس قیدیوں کو لیکر سینٹر جیل پہنچی تو ایک نئی مصیبت کھڑی ہو گئی -

جیل سپریڈنٹ نے قیدیوں کو لینے سے صاف انکار کر دیا- جیل کا گیٹ بند کر کے تالہ لگا دیا گیا -

"انسپکٹر صاحب.... یقین کریں.... ہمارے پاس بالکل گنجائش نہیں ہے" جیلر نے کہا-

"سر.... آپ انہیں جیل کے احاطے میں بٹھا دیں" پولیس انسپکٹر نے منّت کی-

"بھائی احاطے میں کیسے بٹھا دوں.... اتنے لوگوں کا کھانا کون پورا کرے گا؟؟"

"لیکن میں ان کو کہاں لیکر جاؤں؟؟" انسپکٹر نے بے چارگی سے کہا-

"یہ آپ کمشنر صاحب سے پُوچھو... جنہوں نے گرفتاری کے احکامات دیے ہیں"

انسپکٹر وائرلیس پر کمشنر کراچی اے-ٹی-نقوی سے رابطہ کرنے لگا-

"ایچ کیو ون...ایچ کیو ون.... سر جیلر صاحب قیدیوں کو ایکسیپٹ نہیں کر رہے....اوور"!!! ....

"کتنے لوگ ہیں یہاں....اوور!!!"کمشنر صاحب نے پوچھا-

"سر یہاں تو تقریباً.... تین سو کے لگ بھگ ہیں.... لیکن صدر میں ایک لاکھ آدمی کھڑا ہے....اوور" !!!

"تمہارے پاس کتنے ٹرک ہیں "!!! ....

"سر...فی الحال دو ٹرک ہیں....اور تین لاریاں"!!! ....

"ایسا کرو....انہیں لاریوں میں بٹھاؤ اور کراچی سے دس کلو میٹر دور چھوڑ کر آجاؤ"!!! ....

"کہاں چھوڑ کے آنا ہے سر"!!! ....

"کراچی سے دور چھوڑ آؤ.... کہیں بھی...اوور "!!!

"اوکے سر!!!اوور اینڈ آؤٹ"

اس کے بعد انسپکٹر لاریوں میں بیٹھے ہوئے مستانوں سے مخاطب ہوا:

"سنو....آپ سب کو حیدرآباد جیل بھیجنے کا آڈر ملا ہے....اگر کوئی واپس جانا چاھتا ہے تو ابھی اتر جائے"....

کوئی ایک شخص بھی لاریوں سے نیچے اترنے پہ آمادہ نہ ہوا-

عاشقوں کا قافلہ انجانی منزل کی طرف روانہ ہو گیا-پولیس وین بھی ساتھ ساتھ چلتی رہی-دو گھنٹے کی مسافت کے بعد یہ قافلہ کراچی سے تقریباً آٹھ دس کلو میٹر دور ایک ویرانے میں جا کر رُک گیا-

"سب لوگ نیچے آجاؤ بھائی"پولیس والے نے کہا-

"کیا حیدرآباد آگیا؟؟"ایک بزرگ قیدی نے پوچھا-

"حیدرآباد کا آرڈر کینسل ہو گیا ہے...اب یہیں اُترو "....

"لیکن تم نے تو حیدرآباد جیل لیجانے کا وعدہ کیا تھا"قیدیوں نے شور کیا-

"حیدرآباد جیل میں گنجائش نہیں ہے باباجی.... جلدی کرو ہم نے باقی قیدیوں کو بھی لیکر آنا ہے"

قیدی اطمینان سے نیچے اترنے لگے-

یہاں دور دور تک کوئی آبادی نہ تھی-ہر طرف ٹیلے، کھائیاں، صحرائی تھوہر اور کانٹے دار جھاڑیوں کے سوا کچھ نہ تھا-

لاریاں قیدیوں کو اس ویرانے میں اتار کر واپس چلی گئیں-
لوگ اس بے آب و گیاہ صحرا کو چیرتے واپس کراچی کی طرف ہو لئے- ان میں ستر اسی سالہ بوڑھے بھی تھے اور سات آٹھ سال کے بچّے بھی- عام دیہاڑی دار مزدور بھی تھے اور متموّل لوگ بھی- بریلوی بھی تھے، اہحدیث بھی، دیوبند بھی اور شیعہ بھی- لیکن اس وقت یہ سب اس راہِ عشق کے مسافر تھے جس کے کانٹے بھی پھول معلوم ہوتے ہیں-
سارادِن کراچی کی پولیس قیدیوں کو لاریوں اور ٹرکوں میں ڈال کر کراچی سے باہر ویرانوں میں چھوڑتی رہی اور سارا دن عشق کے مسافر پیدل چل کے واپس کراچی پہنچتے رہے -
پولیس کا رویّہ قیدیوں کے ساتھ دوستانہ تھا اور قیدی بھی کسی سے الجھ نہیں رہے تھے- ہر کوئی اپنی اپنی ذمہ داری نبھارہا تھا- دراصل تحریکِ ختمِ نبوّت کے پروانوں کی تربیّت کا بنیادی جزو ہی برداشت اور قربانی تھا-
جزبے تو سب کے جوان تھے لیکن ایک سات سال کے بچےّ کا جزبہ دیکھ کر پولیس والوں کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں-
ایک پھیرے کے دوران جب پولیس قیدیوں کو ویرانے میں اتارنے لگی تو ان میں ایک ننھا منا سا بچّہ بھی تھا- سفید قمیض میں ملبوس یہ پھول سا بچّہ جانے کب چپکے سے لاری میں سوار ہو گیا اور اب ویرانے میں کھڑا مسلسل "تاج و تختِ ختمِ نبوّت.... زندہ باد" کے نعرے لگا رہا تھا-
پولیس افسر انسپکٹر شجاع بلوچستان کا رہنے والا اور بال بچّےدار آدمی تھا- جب سب قیدی اتر چکے تو اس ننّھے بچےّ کو دیکھ کر شجاع کا دل پسیجا، اس نے ڈرائیور کو لاری روکنے کا کہا-
"آؤ بیٹا.... میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں" انسپکٹر لاری سے نیچے اتر آیا-
"نہیں.... میں ساتھیوں کے ساتھ پیدل ہی آؤں گا" بچّےنے جواب دیا-
"لیکن بیٹا تم اتنا پیدل نہیں چل سکوگے... آجاؤ میرے ساتھ"
"کبھی نہیں.... میری ماں نے مجھے ناموسِ رسالت ﷺ پر قربان ہونے کے لئے بھیجا ہے " ....
بالاخر انسپکٹر نے ڈرائیور کو لاری بڑھانے کا حکم دیا- ابھی وہ بمشکل نصف کلومیٹر ہی چلے تھے کہ انسپکٹر کو پھر بچےّ کا خیال آگیا- اس نے ڈرائیور کو گاڑی واپس موڑنے کا حکم دیا- انسانی ھمدردی، اسلامی جذبہ یا پدرانہ شفقت تھی کہ انسپکٹر شجاع ایک بار پھر بچّے کی منّت زاری کر رہا تھا-
"بیٹا میرے ساتھ آجاؤ.... دیکھو ضد نہیں کرتے"
ساتھی رضاکاروں نے بھی بچّےکو سمجھایا کہ لاری میں بیٹھ جاؤ، تمھاری حاضری ہو گئی لیکن وہ نہ مانا اور تنک کر بولا "آپ لوگ زیادہ ایمان

والے ہو...اور مجھے کمزور سمجھتے ہو.....میں ہر گز نہیں جاؤں گا.....؟؟"
آخر درماندہ دل انسپکٹر ہار گیا اور عشق کا یہ ننھا پھول جیت گیا-
پتا نہیں یہ بچہ کون تھا؟؟اس نے کتنی زندگی گزاری؟؟اس واقعے کو 61 برس بیت گئے....خدا جانے آج ان سچّے عاشقوں میں سے کوئی حیات بھی ہے کہ سب اللہ کو پیارے ہو چکے؟؟ہم تو اس راہ کی دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتے کہ جہاں ان عاشقانِ صادقان کے قدموں کے نشاں ثبت ہیں -
آئے عشاق گئے وعدہء فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

29 فروری....1953!!!

ہم خیبر میل پر بیٹھ کر لاہور کے لئے روانہ ہوئے-
"خیبر میل وہ گاڑی ہے جو اس پاک دھرتی پر 1947ء سے چل رہی ہے" چاند پوری نے بتایا-
"اور مزے کی بات یہ ہے کہ نہ تو آج تک وقت پر آئی ہے، نہ ہی وقت پر پہنچ پائی ہے" میں نے کہا-
"یہ گاڑی کا نہیں....ریلوے انتظامیہ کا قصور ہے"
70 "سال سے انتظامیہ بھی تو نہیں بدلی...باپ فوت ہوا تو بیٹا بیٹھ گیا...بیٹا فوت ہوا تو پوتا آ کر بیٹھ گیا" ...
اندرون سندھ تک تو کوئی خاص رش نہ تھا، لیکن جونہی پنجاب شروع ہوا ایک میلے کا سا سماں بندھ گیا-
ہر طرف ختم نبوّت کے سبز جھنڈوں اور بینروں کی بہار تھی- کیا شہر اور کیا گاؤں ہر طرف ایک جوش اور ولوہ دکھائی دے رہا تھا- صبح چھ بجے ہم رحیم یار خان پہنچ گئے- یہاں کوئی 15 منٹ کا اسٹاپ تھا-
چاند پوری اخبار کی تلاش میں نکلے اور کچھ دیر بعد نوائے وقت لے کر لوٹے-
"ایک کاپی زمیندار کی بھی لے آتے.....بِک گیا تھا کیا....؟؟"
"بکا نہیں.....بند ہو گیا ہے....زمیندار بند.....آزاد بند....چٹان بند....احسان بند.....ہر وہ اخبار جو ختمِ نبوّت کی بات چھاپتا تھا سرکار نے بند کر دیا ہے" !!! ....

ایک دیہاتی بزرگ پلیٹ فارم پر لوئی لپیٹ کر کھڑے تھے- ہماری بات چیت سن کر پاس چلے آئے-

"کتھوں آرہے او پائی جی....؟"

"کراچی سے" ....

"کی حالات نیں دار لحکومت دے.... مجلس والیاں دی کوئی خیر خبر؟"

"مجلس عمل کی قیادت تو گرفتار ہوچکی بابا.... آپ کو نہیں معلوم؟؟"

"نئیں پُتّر.... اخبار وچ تے نئیں آیا.... ویسے ایتھے وی سب نوں پھڑ لیا" ....

"حالات بہت خراب ہیں بابا" ...

"پُتّر مینوں تے اے سمجھ نئیں آؤندی کہ مسلم لیگیاں پہلے اسلام دے ناں تے مسلمان نوں گھروں کڈھیا.... تے ہن اسلام دے ناں تے اندر کر رہے نیں " ....

"اندھیر نگری ہے بابا.... اندھیر نگری" !!!!

"آہو تے ہور کی.... پہلے جناح ہوراں نوں بنیرے لایا.... فیر لیاقت علی خان دا کنڈا کڈھیا.... تے ہن ملک نوں بنیرے لان دا پروگرام ایں... پہلے مسلم لیگ سی.... ہن مرزائی لیگ بن گئی اے " ...

کراچی میں مجلس کے رہنماؤں کی گرفتاری خُفیہ رکھی گئی تھی- یہاں تک کہ اخبارات کو بھی بھنک نہ مل سکی- ٹیلی فون ضرور کھڑکائے گئے لیکن یہ آلہ بھی ان دنوں خاص خاص دفاتر میں ہی بجتا تھا- اگلے دن پنجاب بھر میں گرفتاریوں کی لہر چل نکلی- جگہ جگہ چھاپے پڑے تو عوام کو پتا چلا کہ تحریکِ ختم نبوّت کا کڑا مرحلہ "ڈائریکٹ ایکشن" شروع ہو چکا ہے-

چاند پوری نے اخبار میری گود میں پھینکا اور پڑھنے کا حکم نامہ جاری کیا....

"لاہور میں سر ظفر اللہ خان کا جنازہ " ....

"کیا؟؟.... فوت ہوگئے؟؟" وہ ایک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے-

"نہیں جناب..... دیال سنگھ کالج کے طلباء نے کل لاہور میں سر ظفر اللہ خان کا ایک علامتی جنازہ نکالا... اس موقع پر احمدی اور غیر احمدی طلبہ کے بیچ شدید پتھراؤ ہوا.... متعدد طلبہ زخمی"

انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر سیٹ سے پشت لگالی-

"قُلفی والا..... ٹھنڈی قلفی.... چائے والا.... گرم چائے..." پلیٹ فارم پر صدائیں بلند ہو رہی تھیں-

"اور کوئی خبر؟؟" انہوں نے پوچھا-

"قلفی کتنے کی ہے؟؟"میں نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر پوچھا-

"اک پائی دیاں دو " ....

"ایک پائی نکالئے گا...."میں نے قلفی پکڑتے ہوئے چاند پوری سے کہا-

"یار تم مجھے پائی پائی کا محتاج کر کے چھوڑو گے...فروری میں کون قلفیاں کھاتا ہے؟؟"انہوں نے ہاکر کو پائی کا سکّہ پکڑاتے ہوئے کہا -

"پچھلے اسٹیشن سے جو پکوڑے کھائے تھے وہ گرمی کر رہے ہیں " ...

"اب اگلے اسٹیشن پر سردی نہ دور کرنے لگ جانا...پڑھو آگے" !!! ...

"لاہور نامہ نگار....نارتھ ویسٹرن ریلوے ورکشاپ میں ایک احمدی نے....ایک غیر احمدی کے سر میں قُلفی مار کے....اوہ سوری ......سریامار کے شدید زخمی کر دیا.....تفصیلات کے مطابق احمدی کو کئی روز سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جارہا تھا....احمدی روپوش...پولیس ملزم کا سراغ لگا رہی ہے" .....

"پولیس تو صدیوں سے سراغ ہی لگا رہی ہے.....چھپ گیا ہو گا ربوہ میں جا کر....آگے پڑھئے!!!

"لاہور میں رات بھر جلسے....احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیز تقریریں" ....

"ماشاءاللہ....لاہور ابھی تک چٹان بن کر کھڑا ہے....اور کچھ؟؟"

"ساھیوال میں غیر احمدیوں نے دو احمدی مبلغین کے مونہہ کالے کر دیے" .....

"پہلے سفید تھے کیا؟؟....اچھا....اور کچھ؟؟"

"لاہور میں ایک غیر احمدی دوکاندار نے ایک احمدی عورت کو آٹا فروخت کرنے سے انکار کر دیا "

"گھٹیا خبر.....اور کچھ؟؟"

"سنّت نگر کے ایک پرائمری اسکول میں ایک احمدی بچّے کو چند غیر احمدی بچّوں نے گھیر لیا.... تھپڑ مارے....اور مرزائی کتا کے نعرے لگائے " .....

"اندازہ کرو یار.....اگر یہی خبریں چھپتی رہیں تو مسلم اور غیر مسلم کی اصطلاح ختم ہو جائے گی....احمدی اور غیر احمدی ہی رہ جائے گا"

"ویسے حیرت ہے کہ ملک میں ابھی تک کوئی بڑا فساد یا تشدّد کا واقعہ نہیں ہوا"میں نے کہا-

"تین سال تک علماء نے عوام کی تربیّت کی ہے....تب ان کو سڑکوں پر لے کے نکلے ہیں....ورنہ آج قادیانیوں کے محلوں سے دھواں نہ اٹھ رہا ہوتا" -

ملتان اسٹیشن پر چاند پوری اترے،اور واپسی پر درجن بھر سموسے اور"رونامہ مزدور"لیکر پلٹے-

"واہ کیا نظم لکھّی ہے یار.... شاعر نے مزہ آگیا... سنو گے ؟"انہوں نے اخبار کھولتے ہوئے کہا-
"پہلے سموسے نہ کھالئے جائیں...."میں نے تجویز پیش کی-
"نہیں...پہلے نظم"چاندپوری ضد پہ اتر آئے-"بہت قیمتی نظم ہے....دیکھو.... تقریباً سال پہلے کا واقعہ ہے....19جولائی1952ء ...اسی ملتان شہر میں مظاہرین پر پولیس نے اندھادھند گولی چلائی تھی....کچھ لوگ سب انسپکٹر مصطفی خان کو تبدیل کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے جس نے ختمِ نبوّت کے پرامن جلوس پر تشدّد کیا تھا...پندرہ منٹ میں70گولیاں چلائی گئیں.... جس سے6افراد شہید ہوئے اور15زخمی.... ختمِ نبوّت تحریک میں بہنے والا یہ پہلا خون تھا...اسی واقعہ پر نظم لکھّی ہے شاعر نے.... کمال کے مصرعے ہیں ... "
"پڑھئے...."میں نے کہا-
چاندپوری پُورے ترنّم سے نظم پڑھنے لگے:

ملتان کے شہیدو!!!ملتان کے ستارو!!!

ملتان تُم پہ قُرباں

ملتان تم پہ نازاں

مسرور ہو گئی ہیں ملتان کی فضائیں!!!

پرنور ہو گئی ہیں ملتان کی فضائیں!!!

ملتان مسکرایا!!!

ملتان جگمگایا!!!

ملتان جھومتا ہے!!!

ملتان چومتا ہے!!!

نقشِ قدم تمہارے ملتان کے دلارو!!!

ملتان کے شہیدو ملتان کے ستارو!!!

"واہ... سبحان اللہ.... نظم بھی خوب ہے اور آپ کا ترنّم بھی قابلِ داد "
"آداب.... آداب!!!"چاندپوری کھل اُٹھے-
"لکھی کس نے ہے اتنی خوبصورت نظم؟ "

"لاہور کا ایک مست حال شاعر ہے.... فٹ پاتھ پر رہتا ہے.... لوگ کہتے ہیں نشہ کرتا ہے.... ساغر صدیقی" !!!

"ساغر صدیقی؟؟".... واہ.... سبحان اللہ" !!! ....

"یہ سچّ رب کی عطاء ہے بھائی..... جو بات بڑے بڑے عالی دماغ نہ سمجھ سکے.... رب تعالی نے ایک خانماں برباد، مست حال شاعر کو سمجھادی.... خوش نصیب ہے وہ شخص جو ختمِ نبوّت کے کام میں کہیں نہ کہیں استعمال ہو گیا.... اور انتہائی بدنصیب ہے وہ انسان جو اس تحریک کے سامنے پتھر کا بُت بن کر کھڑا ہو گیا" ....

خیبر میل ہمیشہ کی طرح لیٹ ہو گئ!!!

تقریباً مغرب کا وقت تھا اور ٹرین ساہیوال میں کھڑی تھی-

نوجوانوں کی ایک ٹولی ڈبّے میں سوار ہوئی اور ہر طرف نعروں کا شور مچ گیا-

تاج و تخت ختم نبوّت.... زندہ باد!!!

مولانا شفیع اوکاڑوی.... زندہ باد!!!

انہی کی زبانی ہمیں معلوم ہوا کہ بانئ اہلسنت، خطیب اعظم مولانا شفیع اوکاڑوی بھی اسیر ہو چکے ہیں- یہ لوگ تحریک میں شامل ہونے کے لئے لاہور جا رہے تھے- اس سے پہلے ملتان اسٹیشن پر ہم مولانا مفتی محمود کی گرفتاری کی خبر بھی سن چکے تھے-

چاندپوری گاڑی سے اترے اور کچھ ہی دیر بعد "ڈان" بغل میں دبائے واپس آئے-

"یہ کیا؟ اب آپ ڈان پڑھیں گے؟.... یہ تو تحریک کے مخالف لکھتا ہے"

انہوں نے بے ساختہ شعر پڑھا:

شہرِ آسیب میں آنکھیں ہی نہیں ہیں کافی

اُلٹا لٹکو گے تو کچھ سیدھا دکھائی دیگا

میں نے کہا "وہ تو ٹھیک ہے.... لیکن کم از کم اخبار تو سیدھا پکڑ لیجئے"

گاڑی ابھی چلی نہ تھی کہ ریڈ ہو گیا- ایک پولیس پارٹی بوگی میں داخل ہوئی اور شور کیا:

"چلو اوئے باہر نکلو.... مولبی لوگ سب باہر نکلو.... جلدی" !!!

نوجوانوں کی ٹولی نعرے لگاتے ہوئے گاڑی سے نیچے اترنے لگی-

ایک پولیس والا تیر کی طرح ہمارے پاس آیا اور بولا:

"سُنا نہیں..... مولوی لوگ.... نیچے اترو سب" ....

چاندپوری چشمے سے جھانکتے ہوئے بولے-

"پروفیسر آفتاب چاندپوری.... کچھ ہم سے کہا آپ نے ؟؟"

"نئیں... نئیں... سر آپ بیٹھیں.... ہم تو مولویوں کو اتار رہے تھے.... لاہور میں ہنگامے شروع ہو گئے ہیں"

صبح سویرے سورج نکلنے سے بھی پہلے ہم لاہور پہنچ گئے-

پلیٹ فارم سے نکلے تو پولیس کی بے شمار گاڑیاں نظر آئیں-

باہر سے آنے والے مسافروں کی تلاشی کا عمل جاری تھا- ہم نے پلیٹ فارم سے ہی "ڈیلی سول" کی دو کاپیاں خرید لیں اور انگریزی اخبار پڑھتے ہوئے بڑے آرام سے شہر میں داخل ہو گئے-

ہم بیرونِ باغ دہلی دروازہ پہنچے تو عوام کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا- یہ لوگ کراچی میں مجلس کے رہنماؤں کی گرفتاری پر برانگیختہ تھے- لوگ اتنے غُصّے میں تھے کہ قادیانیوں کے دفاتر اور مکانات جلا کر بھسم کر دینا چاہتے تھے-

کچھ ہی دیر بعد اسٹیج پر مولانا لاہوری رح کی آمد ہوئی- عوامی شور یکلخت تھم گیا:

"ختمِ نبوّت کے پروانو!!! ہم قربانیاں دینے آئے ہیں.... جانوں کے نذرانے پیش کرنے آئے ہیں.... قید ہونے کے لئے آئے ہیں .... ختمِ نبوّت کے لئے تکالیف برداشت کرنے آئے ہیں.... یہی امتحان کی گھڑی ہے.... اللہ تعالی ہمارا عشق آزماء رہا ہے.... پر سکون رہئے... اور حکومت کو کوئی ایسا موقع مت دیجئے کہ وہ ہماری پر امن تحریک کو متشدّد بنا سکے"

مولانا لاہوری کی تقریر سُن کر لوگ کسی قدر شانت ہو گئے- ہم بیرون باغ سے نکل ہی رہے تھے کہ ایک وین میں کچھ بزرگان بیٹھے نظر آئے- ان میں مجلس احرار کے محمود غزنوی، اہلحدیث عالم مولانا محمد اسمعیل، مولانا امین اصلاحی اور مولانا عبد الستار نیازی شامل تھے-

چاندپوری بھاگ کر وین کے پاس گئے، کچھ بات چیت کی، پھر مجھے بھی اشارہ کر کے بلا لیا-

ہم وین میں بیٹھ گئے- یہاں ایک پر جوش نوجوان بزرگان کو اپنی بپتا سنا رہے تھے-

..... "والدِ محترم کی گرفتاری کی خبر مجھے بزریعہء ٹیلیفون موصول ہوئی- میں طیّبہ کالج لاہور کا اسٹوڈنٹ ہوں.... 27 فروری سے ہی پنجاب بھر میں چھاپے اور گرفتاریاں شروع ہو چکی ہیں" ....

"بھائی آپ کا تعارف ؟؟" چاندپوری نے دریافت کیا-

"سیّد خلیل احمد..... میں ابوالحسنات سیّد احمد قادری کا بیٹا ہوں"

"ماشاءاللہ.... ایک عظیم باپ کا مشن.... ایک قابل فخر بیٹا ہی آگے بڑھا سکتا ہے.... آپ کے والد سے کراچی جیل میں ملاقات ہو چکی ہے..... وہ بخیریت ہیں" چاند پوری نے کہا۔

والد محترم کے ذکر پر سیّد خلیل مزید پُرجوش ہو گئے اور کہا:

"اگرچہ حکومت پوری قوّت لگا کر اس تحریک کو کچلنا چاہتی ہے لیکن ہم اس تحریک کو تھمنے نہیں دیں گے مولوی آپس کے بغض ختم کر کے ایک کشتی میں کیا سوار ہوئے، سارے کے سارے مسٹرز، قادیانیت کے جہاز پر چڑھ گئے"!!!

"اب کیا پروگرام ہے آپ کا؟؟؟" چاند پوری نے پوچھا۔

"ہم قیادت کی تلاش میں ہیں.... عوام سینہ تان کر گھروں سے نکل چکی ہے.... اور باہر کوئی ایسا ہنماء نہیں.... جو تحریک سنبھال سکے.... لے دے کے جماعتِ اسلامی ہی بچی ہے.... اس نے بھی شرعی دھنیا پی لیا ہے "

"شرعی دھنیا؟؟" چاند پوری نے حیرت سے پُوچھا۔

"مودودی صاحب کے پاس کل بھی جا چکے ہیں.... آج پھر جا رہے ہیں.... خدا کرے وہ حامی بھر لیں"

ٹھیک گیارہ بجے یہ وفد اچھرہ میں مودودی صاحب کی رہائش پر پہنچ چکا تھا۔

ابوالاعلی نے وفد کا پر تپاک استقبال کیا۔ اور بزرگان کو ایک کمرے میں قالین پر بٹھا کر چائے پانی کے لئے جانے لگے۔

سیّد خلیل احمد نے کہا "حضرت والا.... چائے پانی پھر کبھی.... پہلے ہماری بات سن لیجئے"

"جی فرمایئے...." وہ وفد کے سامنے تشہد کی حالت میں بیٹھ گئے۔

"ہم کل بھی آئے تھے.... آج پھر حاضر ہوئے ہیں.... آپ ہماری قیادت فرمائیں"

"لیکن یہ تو بتایئے کہ آپ تحریک کو کن خطوط پر چلانا چاہتے ہیں؟"

"ہم روزانہ جلسے کریں گے.... اور گرفتاریاں پیش کریں گے"

"دیکھیں میں کل بھی آپ کے ساتھ تھا.... آج بھی آپ کے ساتھ ہوں.... لیکن جہاں تک "ڈائریکٹ ایکشن" کا تعلق ہے فی الحال میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا... اس لئے کہ عوام میں تحریک کے لئے ھمدردی کے وہ جزبات نہیں ہیں.... جو ایسی تحریکوں کا خاصا ہوتے ہیں.... یہ وقت عوامی شعور بلند کرنے کا ہے.... نہ کہ گرفتاریاں دینے کا"

"آپ میرے ساتھ باہر چلیں.... اور لوگوں کا جوش و خروش دیکھیں.... عوام تو دل و جان سے تحریک کے ھمدرد ہیں.... اور ہر قربانی کے لئے تیار ہیں...." سید خلیل نے کہا۔

"دیکھو بھائی..... مجھے تحریک سے ھمدردی ہے.... لیکن میں ڈائریکٹ ایکشن کی تجویز سے فی الحال متفق نہیں ہوں" انہوں نے صاف گوئی سے جواب دیا-

"ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کمیٹی نے کیا تھا حضرت....اور آپ کمیٹی کا حصّہ ہیں....اس نازک گھڑی میں ساتھ چھوڑنے کا مقصد؟؟.... یہ تو سراسر دھوکا ہے" !!!

"بھائی ایسی بات نہیں ہے....اگر سب لوگ ایجی ٹیشن کریں گے... گرفتاریاں دیں گے...تو پیچھے لڑے گا کون؟؟؟ قلمی محاذ پر بھی تو کوئی ہونا چاہئے....میرا خیال یہ ہے کہ کچھ لوگ سامنے آ کر لڑیں اور کچھ انڈر گراؤنڈ چلے جائیں....تمام انڈے ایک ہی تھیلی میں رکھ دیے تو نقصان ہوگا"....

مولانا نیازی نے کہا:

"حضرت لوگ تو بس یہی ہیں جو یہاں بیٹھے ہیں....اس میں سے کتنے انڈر گراؤنڈ جائیں گے...کتنے فرنٹ پر لڑیں گے؟؟"

مولانا مودودی نے جواب دیا:

"دیکھئے میری تجویز یہ ہے کہ جماعت اسلامی، جے یو آئی اور جمیعت اہلحدیث پیچھے رہ کر کام کریں...لٹریچر وغیرہ شائع کریں...باقی مجلس احرار، جمیعتِ علمائے پاکستان اور ادارہءتحفظِ حقوقِ شیعہ فرنٹ محاذ پہ لڑتے رہیں....ہم پیچھے رہ کر ان کے لئے پروپیگنڈہ کرتے رہیں گے"....

اس پر اہلحدیث مولانا اسمعیل بول اٹھے:

"جمیعت اہلحدیث تو ڈائریکٹ ایکشن میں کود چکی مولانا...فیصل آباد میں اہلحدیثوں نے گرفتاریاں پیش کر دی ہیں....اور جے یو آئی کے مولانا لاہوری رح ابھی ابھی جلسہءعام میں تقریر کر کے محاذ کھول چکے ہیں...اب تو لے دے کے آپ ہی بچّے ہیں.....اس وقت سب کی نظریں آپ پر ہیں"

"تحریک ناکام ہونے لگے گی تو میں اسے سنبھال لونگا....فی الحال ہم پیچھے رہ کر لٹریچر وغیرہ شائع کریں گے"

"آپ چلائیں مُنشی گلاب سنگھ کا چھاپہ خانہ" سیّد خلیل اُٹھ کھڑے ہوئے-"ہم چلائیں گے تحریک...ہم مار بھی کھائیں گے.... گرفتاریاں بھی دیں گے....اور جانیں بھی دیں گے....یہ ختمِ نبوّت کا مسئلہ ہے....کوّا حلال حرام کا مسئلہ نہیں ہے...جس پر کاغذ سیاہ کئے جائیں" !!!!

مولانا مودودی صاحب سے رخصت ہو کر وفد دوبارہ بیرون باغ واپس جا رہا تھا-

بیرون باغ جلسے میں اب مجمع کی تعداد دوگنی ہوچکی تھی-
اندرون پنجاب سے لوگ مسلسل لاہور پہنچ رہے تھے- بڑے بڑے جلوس سیلاب کی طرح شہر میں داخل ہورہے تھے اور پولیس کا حفاظتی حصار کسی کچّے بند کی طرح ٹوٹ چکا تھا-
مولانا نیازی اسٹیج پر تشریف لائے اور اعلان کیا:
"آج سے تحریکِ ختمِ نبوّت کا نیا مرحلہ شروع ہوچکا ہے.... قیادت پابندِ سلاسل ہوچکی.... آج سے تحریک کی قیادت سیّد خلیل کریں گے.... ابوالحسنات کے فرزند.... امین الحسنات سید خلیل احمد قادری" !!!!
نعروں کی گونج میں سیّد خلیل احمد مائک پر آئے اور کہا:
"ختمِ نبوّت کے جانثارو!!! میں کوئی واعظ یا مفتی نہیں ہوں.... طیّبہ کالج کا طالب علم ہوں.... فنِ تقریر سے بھی ناواقف ہوں.... اور میں آج آپ کے سامنے اس لئے نہیں کھڑا کہ میرے والدِ محترم قید ہوگئے ہیں.... سرکار مدینہ ﷺ کے تاج و تختِ نبوّت کی حفاظت کا سوال ہے.... اگر آج بھی ہم نہ اُٹھے تو پھر کوئی نہ اٹھ سکے گا" !!!! ....
دور دور تک انسانوں کا ایک سمندر موجزن تھا-
شام ساڑھے چار بجے مولانا غلام دین کی قیادت میں 25 رضاکاروں کا ایک جتھّہ گرفتاری دینے کے لئے چیئرکراسنگ کی طرف روانہ ہوا- سفید اُجلے لباس پہنے، گلے میں پُھولوں کے ہار ڈالے، عاشقانِ ختمِ نبوّت اپنے آپ کو زندانوں کے سپرد کرنے نکلے- ان کے پیچھے کم و بیش ایک لاکھ مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا-
سڑک کے دونوں جانب گھروں سے ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جارہی تھیں -
جلوس کا نظم و ضبط حیرت انگیز تھا- جزبات پر قائدین کا مکمل کنڑول تھا- دیکھنے والے دم بخود تھے کہ وہ کون سی طاقت ہے جو انسانوں کے اس متحرک جنگل کو سنبھالے ہوئے ہے- نمازِ عصر کا وقت آیا تو میدان میں جس قدر لوگ سما سکتے تھے کھڑے ہوگئے- مولانا غلام دین کی معیّت میں نمازِ عشق ادا ہوئی پھر رضاکاروں نے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کردیا-
پولیس کی گاڑیاں قیدیوں کو لیکر شاہی قلعہ کی طرف روانہ ہوگئیں- سب کو معلوم تھا کہ گرفتاری کا مطلب اذیّت ناک قید، یا شہادت کے سوا کچھ نہیں- انتظامیہ میں پولیس سے لیکر جیلر تک ہر جگہ مرزائی مسلط تھا- مگر اس کے باوجود عاشقان پاک طینت کے قدم ایک لحظہ کے لئے بھی نہ ڈگمگائے-
اگلے روز اسٹیبلشمنٹ کے دجّال سر جوڑ کر بیٹھ گئے-

مرزائیت کے خلاف علماء کا اتحاد، لاکھوں کے اجتماعات، شہر شہر سے امڈتے جلوس اور قافلے، یہ سب گورنمنٹ کی برداشت سے باہر تھا- وہ اس پرامن تحریک کو بہر صورت سبوتاژ کرنا چاہتی تھی- لاکھوں کے اس مجمع پر نہ تو لاٹھی چارج ممکن تھا اور نہ ہی یہ آنسو گیس ان دنوں عام تھی-

یکم مارچ 1953ء کو لاہور میں دفعہ 144 نافذ کر دی گئی-

دہلی دروازے پر اس روز بھی ساٹھ ہزار فدائین کا مجمع تیّار کھڑا تھا -

"آج کون سے رہنماء گرفتاری دیں گے "لوگ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے-

اچانک مولانا احمد علی لاہوری رح لاٹھی ٹیکتے ہوئے اسٹیج پر تشریف لائے- سفید براق داڑھی، چہرے پر بڑھاپے کا نور، پیرانہ سالی اور مسلسل بیماری سے جسم لاغر !!!!

"آج رضاکاروں کے ساتھ گرفتاری دینے میں جاؤں گا" !!!

فضاء نعرہء تکبیر سے گونج اُٹھّی-

زندگی بھر انگریز جیل کی چکی پیسنے والے احمد علی لاہوری رح کو ربّ تعالی نے عشقِ محمّد ﷺ کی قید کے لئے بھی قبول فرمالیا تھا- آپ نے اعلان کیا:

"حکومت جان لے..... ایک مسلمان کے لئے ختمِ نبوّت پر جان وارنے سے بڑی کوئی سعادت نہیں..... آج ہر وہ شخص جس کے دل میں ایمان کی رمق بھی موجود ہے..... تختِ محمدی ﷺ کے دفاع کے لئے سینہ سپر ہے.... حکومت عوام سے ٹکرانے کا نتیجہ سوچ لے .... یہ سراسر خسارے کا سودا ہے " !!!!! ....

اس کے بعد مولانا لاہوری رح نے رضاکاروں کو صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں سختیاں برداشت کرنے کی ھدایت فرمائی اور ہر قسم کی اشتعال انگیزی سے بچنے کی تاکید کی- آپ رضاکاروں کا قافلہ لیکر گورنمنٹ ہاؤس کی طرف چلے تو عوام کا ایک سمندر پیچھے پیچھے تھا- رضاکاروں کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے اور سوائے درود و سلام کے مجمع سے اور کوئی صدا بلند نہ ہو رہی تھی:

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی

سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی

فدایانِ ختمِ نبوّت کی سج دھج اور مقبولیّت دیکھ کر حکومتی ایوان لرز اُٹھّے-

گورنر ہاؤس سے کچھ دور ہی رکاوٹیں لگا کر جلوس کو روک لیا گیا- جلوس کی کاروائی روکنے کے لئے آئی- جی، ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ، کمشنر اور ھوم سیکرٹری بذاتِ خود موجود تھے- آج پولیس نہایت ہی اوچھے ہتھکنڈوں پر اتری ہوئی تھی- جگہ جگہ رکاوٹیں لگا کر نہ صرف جلوس

کو روکا جارہا تھا بلکہ لاٹھی چارج سے مشتعل کرنے کی بار بار کوشش بھی کی جارہی تھی- جلوس کے شرکاء اگر چاہتے تو ایک جست میں ان رکاوٹوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا سکتے تھے- لیکن صبر و تحمل کا درس اس موجِ بے کراں کو روکے ہوئے تھا-

پولیس نے حضرت مولانا لاہوری رح، قاضی احسان احمد شجاع آبادی رح اور دیگر رضاکاروں کو پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا- گرفتار شدگان کے گرد پولیس نے گھیرا ڈال لیا- اس کے بعد پولیس کی گاڑیاں حضرت لاہوری رح کو لے کر شاہی قلعے کی طرف روانہ ہو گئیں- اور رضاکاروں کو دو ٹرکوں میں سوار کر کے، لاہور سے 80 کلو میٹر دور چھانگا مانگا میں جا کر اتار دیا گیا-

عِشق کے مسافر رات بھر بھوکے پیاسے، سفر کرتے کرتے اگلے دن شام کو دوبارہ لاہور پہنچ گئے-

حکومت تحریک کو تھکا کر مارنا چاہتی تھی- اس حکومتی عمل سے عوام کسی حد تک بد نظم ہو گئے- چنانچہ یکم مارچ کو سارا دن غیر منظم جلوس نکلتے رہے- ہزار ہا رضاکار، پھولوں کے ہار پہن کر، دورود شریف پڑھتے ہوئے نکلتے رہے اور پولیس طاقت کے زور پر انہیں منتشر کرتی رہی- اس روز یہ ثابت ہو گیا کہ حکومت مجلس عمل کا چیلنج قبول کر کے بری طرح پِٹ چکی ہے- اور اس کے پاس اوچھے ہتھکنڈوں کے سوا اب کوئی ہتھیار نہیں رہا-

2مارچ....1953...لاہور

رات دس بجے ہم موتی بازار میں ایک پرانی بلڈنگ کے سامنے کھڑے تھے-

سخت سردی کے باوجود شہر میں پولیس کا گشت بڑھا دیا گیا تھا- اس علاقے میں سڑک پر خال خال ہی لوگ نظر آرہے تھے-

"وہ رہا روزنامہ افلاک کا دفتر....اوپر..." چاندپوری مونہہ سے بھاپ چھوڑتے ہوئے بولے-

"واہ.....تو شاھین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں" میں نے سردی سے کپکپاتے ہوئے چوتھی منزل پر بنے ایک ڈربہ نماء آفس کی پزیرائی کی-

""" میں چاہ رہا تھا کہ اپنا چھاپہ خانہ یہاں سے شفٹ کر دوں، آج کل چھاپوں کا سیزن چل رہا ہے"

"کوئی پاگل ہی ہو گا جو یہاں چھاپہ مارے گا "

"کل زمیندار کے آفس میں اچھی خاصی توڑ پھوڑ ہوئی ہے" ...

"زمیندار کی بات الگ ہے.... ویسے بھی وہ لوگ اختر علی خان کے اچانک گاؤں چلے جانے پر برہم تھے"

"وہ والدِ محترم کی تیمار داری کے لئے گئے ہیں.... آج آجائیں گے.... بہر حال ہمیں اپنا چھاپہ خانہ آج ہی اٹھا لینا چاھئے"

"لیکن شفٹ کہاں کریں گے؟... لاہور میں تو اب کوئی بھی ٹھکانہ محفوظ نہیں رہا"

"بابا غوث محمد چھولے والے کے پاس"

"بابا غوث تو مہاجر ہے... اس کے پاس ٹھکانہ کہاں...؟؟"

"وہ "تنگ بازار" میں چوکیداری کرتا ہے رات کو.... وہیں بلڈنگ کی سیڑھیوں تلے سو جاتا ہے.... وہاں کچھ کاٹھ کباڑ اکٹھا کر رکھا ہے اس نے.... وہیں چھپا دیں گے... حالات بہتر ہوتے ہی واپس لے آئیں گے"

اسی دوران پولیس کی ایک گاڑی سائرن بجاتی ہوئی ادھر سے گزری تو ہم بلڈنگ کی اوٹ میں ہو گئے-

دن بھر پولیس اور مظاہرین کے بیچ جھڑپیں ہوئی تھیں- پولیس نے جلوس پر لاٹھی چارج کیا تو مظاہرین میں سے کچھ نے بوتلیں اور ڈنڈے پھینکنے شروع کر دئے- سارا دن مسجد وزیر خان سے اعلان ہوتا رہا کہ کارکنان اشتعال کا مظاہرہ نہ کریں- لیکن مظاہرین میں ایک ایسی اقلیّت بھی شامل ہو چکی تھی جو شرارت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی تھی- ان میں اکثر قادیانی تھے جن کا مقصد انتشار پیدا کر کے تحریک کو سبوتاژ کرنا تھا-

ہم ماچس کی تیلیاں جلاتے ہوئے سیلن زدہ عمارت میں داخل ہو گئے- بلڈنگ کے چیدہ چیدہ اپارٹمنٹس ہی آباد تھے- لوگ سردی اور شہر کے حالات کی وجہ سے بستروں میں دبکے پڑے تھے- کہیں کہیں سے ریڈیو بجنے کی آواز آرہی تھی- ہم بلی کی طرح پنجوں پر چلتے ہوئے چوتھی منزل تک پہنچے- چاند پوری نے جیب سے چابیوں گچھا نکالا اور کچھ دیر "کرچ کرچ" کرنے کے بعد بھاری بھرکم تالہ کھول ہی لیا- دروازہ ایک غصیلی چرّاہٹ کے ساتھ کھلا -

اندر عجیب سی دواؤں اور سپرٹ جیسی بو پھیلی ہوئی تھی- کھڑکی سے آنے والی لائٹ پول کی روشنی میں ہم نے سائیکلو اسٹائل مشین ایک گٹھڑی میں باندھی- پھر اسے اٹھا کر بمشکل نیچے لائے- چاند پوری مجھے بلڈنگ کی سیڑھیوں کے پاس بٹھا کر گدھا گاڑی کی تلاش میں نکل گئے-

اس دوران وہاں سے دو بار پولیس وین گزری- پھر ایک نعت خانوں کی ٹولی کا گزر ہوا جو اونچی اونچی آواز میں پڑھتے جا رہے تھی..." مدینے کو جائیں یہ جی چاہتا ہے" ....

میں سیڑھیوں کے نیچے خاموش دبکا کھڑا رہا-

تقریباً نصف گھنٹہ بعد چاند پوری پلٹے تو سردی سے میری قلفی جم چکی تھی-

ہم نے ٹھنڈا ٹھار چھاپہ خانہ اٹھا کر گدھا گاڑی پر ڈالا اور خود بھی جست لگا کر بیٹھ گئے-

جگہ جگہ پولیس کا ناکہ تھا لیکن ہمیں کسی نے نہ پوچھا-اہلکار کمبل اوڑھے کونوں کھدروں میں رونق جمائے بیٹھے تھے- کہنے کو شہر میں دفعہ 144 نافذ تھی لیکن پولیس اور مظاہرین آپس میں شیر وشکر ہو چکے تھے- کہیں چائے تیار ہو رہی تھی کہیں بسکٹ بٹ رہے تھے تو کہیں حلوہ پوری تقسیم ہو رہی تھی-لاہور کا درجہ ءحرارت 8ڈگری سینٹی گریڈ کو چھو رہا تھا-دور دراز سے آنے والے فدائین بستر کمبل ہمراہ لائے تھے مگر اہلیان لاہور نے بھی خدمت گزاری میں کسر نہ چھوڑی تھی-لوگ گھروں سے بستر، چادریں، کمبل، تکئے اور ضرورت کی چیزیں اٹھا اٹھا کر مہمانانِ ختم نبوّت میں تقسیم کر رہے تھے-

حکومت نے دہلی دروازے اور موچی گیٹ کی حدود میں اجتماع پر پابندی لگائی تو فدائین نے مسجد وزیر خان کو آباد کر لیا-پنجاب بھر سے آنے والے رضاکاروں کے قافلے اب مسجد وزیر خان کا رخ کر رہے تھے-آنے والوں میں نوجوان بھی اور بوڑھے بھی-دفعہ 144اور ہڑتال کے باوجود اتنی بڑی مخلوق کو سنبھالنا،ان کے کھانے پینے، رہائش کے انتظامات کرنا،ان کے مسئلے مسائل، روزانہ کی بنیاد پر ان کی ترتیب اور گرفتاریاں، پولیس سے جھڑپیں تحریک کا سب سے مشکل اور کڑا مرحلہ تھا جسے اہلسنّت قائدین بڑی جانفشانی سے نبھا رہے تھے-

مجلس احرار، جنمیعت اہلحدیث اور جمیعتِ علمائے اسلام کی قیادت پس زنداں تھی- تحریک کی قیادت اب مولانا خلیل احمد قادری، مولانا غلام غوث ہزاروی، چوھدری ثناءاللہ بھٹّہ، مولانا بہاءالحق قاسمی اور مولانا عبدالستار نیازی کے ہاتھ میں تھی !!!

لاہور کے در و دیوار مولانا نیازی کی پر درد آواز سے اب بھی گونج رہے تھے:

میں لجپالاں دے لڑ لگیّاں، میرے توں غمّ پرے رہندے

مرِی آساں، اُمیداں دے، سدا بوٹے ہرے رہندے

خیالِ یار وِچ میں مست رہناں ہاں دِنّے راتی

مرے دل وِچ سجن وسدا مرے دِیدے ٹھرّے رہندے

تقریباً نصف گھنٹہ لاہور کی مختلف سڑکوں پر گدھا گاڑی دوڑانے کے بعد ہم "تنگ بازار" کی ایک خستہ حال بلڈنگ کے سامنے جا رُکےّ- مشین اتار کر نیچے رکھی اور ریڑھی بان کو تین پائ دیکر رخصت کیا-

"باباغوث..... باباغوث" چاندپوری نے صدا لگائ-میرے دانت سردی سے گج گج کر رہے تھے-

"باباغوث.....او.... باباغوث "

اس دوران اوپر والی کسی منزل پر کھڑ پڑ ہوئ- پھر ایک کھڑکی کا نصف پٹ کھلا-

"باباغوث تے فوت ہو گئے نیں.... "ایک بزرگ نے کھڑکی سے جھانک کر کہا-

"اناللہ واناالیہ راجعون.... کب فوت ہوئے" چاندپوری نے کہا۔

"ہفتہ ہویا...." باباجی نے کہا۔

"افسوس.... ہم کراچی گئے ہوئے تھے.... پتاہی نہ چل سکا"

"سانوں وی نئیں پتاچلیاپتّر.... صفائی کرن والے نے دسیا کہ باباودن توں اٹھیانئیں... ویکھیاتے ہمیشہ واسطے اٹھ چکیاسی"

"کوئی بیماری وغیرہ تھی...؟؟"

"سردی توں وڈی کیہڑی بیماری مہاجرنوں...." یہ کہ کر بزرگ نے کھڑی کے پٹ بند کردئے۔

ہم نے سائیکلواسٹائل مشین گھسیٹ گھساٹ کر سیڑھیوں کے نیچے رکھی اور تھکے قدموں سے مسجد وزیر خان کی طرف چل پڑے۔لاہور کی ویران سڑکوں پر چلتے ہوئے چاندپوری نے کہا:

"خدابابا غوث بھی آزادی کی قسطیں چکاتے چکاتے تہہ خاک جاسویا... وہ لدھیانہ میں ایک خوبصورت گھر چھوڑ کر آیاتھا.... خاندان رستے میں کٹ گیا.... جمع پونجی پاس نہ تھی.... رہنے کوٹھکانہ نہ تھا.... بس لے دے کے چھولوں کاایک ٹھیلہ تھا.... یہیں رات کو سیڑھیوں کے نیچے پڑجاتاتھا....اکثر کہاکرتاتھا... جس دن ربوے کی زمین مسلمان مہاجروں کو ملے گی....اس دن میں بھی پاکستان میں اپناگھر بناؤں گا....ربوے کی زمین تو نہ مل سکی.... لیکن گھر آخر مل ہی گیا.... کچّی مٹّی کاگھر" !!!! ....

2مارچ...1953ء...لاہور!!!!

دن کے 1 بجے تھانہ سول لائن کے سامنے ایک گاڑی آن کررکی۔

"آئی جی ساب آگئے..... آئی جی ساب!!!!" باہر سے ایک سنتری بھاگتاہوااندر آیا۔

ایس ایس پی نعیم مرزا جو میز پر ٹانگیں پھیلائے قیلولہ کررہاتھا، ہڑبڑاکر اُٹھّااور ٹوپی پہن کر الرٹ ہوگیا۔ باقی عملہ بھی اُٹھ کر آنکھیں ملنے لگا۔

"سیدھے ہوجاؤ.... بلاء نازل ہونے والی ہے" ایس ایس پی عملے کو ھدایات دیتاہوا باہر دوڑا۔

آئی جی نے گاڑی سے اترتے ہی پوچھا"سب لوگ آگئے؟؟"

"کک... کون لوگ سر.....!!!"ایس ایس پی ہکلایا۔

"سینئر مجیسٹریٹ، کمشنر صاب.....ہوم سیکرٹری؟؟ "

"نن....نو سر" !!!! ....

"میٹنگ روم تیار کراؤ....ارجنٹ میٹنگ ہے " !!!

یہ کہ کر آئی جی صاحب لان میں کھڑے ہو کر سگریٹ سلگانے لگے اور ایس ایس پی مرزا نعیم میٹنگ روم کی طرف دوڑا-

کوئی نصف گھنٹہ بعد کمشنر لاہور، ہوم سیکرٹری اور میجسٹریٹ بھی پہنچ گئے-

دو بجے تھانہ سول لائن میں اعلی سطح کا اجلاس شروع ہو چکا تھا-

"آج شام کا جلوس بہت سرکش تھا...."آئی جی نے کہا-"مظاہرین کی طرف سے اینٹوں ڈنڈوں بوتلوں کا آزادانہ استعمال ہوا ہے....
کراؤڈ کے تیور اب بدل رہے ہیں" ....

"پولیس لاٹھی چارج نہ کرتی تو ہجوم اتنا مشتعل نہ ہوتا...."کمشنر نے کہا-

"کیا کرے پولیس......؟؟لاٹھی چارج نہ کرتی تو یہ لوگ گورنمنٹ ہاؤس پہنچ جاتے......اتنے بڑے کراؤڈ کو ہنڈل کرنا آسان کام
ہے؟؟"

"فکر نہ کریں....ہم بارڈر پولیس منگوا رہے ہیں....وہ لوگ ہائی رسک میں کام کرنے کے عادی ہیں"ہوم سیکرٹری نے کہا-

"غیاث الدین صاحب!!!پوزیشن یہ ہے کہ پنجاب حکومت کی کوئی سنتا نہیں، اور مرکز کو کسی کی پرواہ نہیں....ان حالات میں پولیس
جانوں کا رسک کیوں لے"آئی جی کا لہجہ تلخ ہو گیا-

"پنجاب حکومت تمہیں ہتھیار اور اختیار تو دے چکی اور کیا کرے؟؟"ہوم سیکرٹری نے کہا-

"تو اب کیا بندوق لیکر موب پر گولیاں چلانا شروع کر دیں....؟؟"

"آف کورس!!!بندوق کا کوئی اور مقصد اگر ہے تو مجھے سمجھا دیجئے" !!!

"کیا کہ رہے ہیں آپ؟؟....ایک بار خون کے چھینٹے اس وردی پہ لگ گئے تو عمر بھر نہیں دھل سکیں گے "

"پھر کھاتے رہو ڈنڈے اور بوتلیں....!!!"ہوم سیکرٹری نے طنز کیا-

"میرے خیال میں آئی جی صاب ٹھیک کہ رہے ہیں...."کمشنر لاہور نے کہا-"آج ہم اپنی قوم پر فائر کھولیں گے تو کل ہمیں اپنا سر
کھلوانے کے لئے بھی تیّار رہنا پڑے گا"کمشنر نے کہا-

"تو پھر حل کیا ہے؟؟"ہوم سیکرٹری نے پوچھا-

"مارشل لاء" !!!

"مارشل لاء؟؟....آریو میڈ....؟؟".."ھوم سیکرٹری نے کہا-

"رسوائی سے بچنا ہے تو فوج کو بلاؤ....مارشل لاء لگواؤاور جان چھڑاؤ!!!"کمشنر نے کہا-

"لیکن مسئلہ اتنا گنبھیر بھی نہیں کہ مارشل لاء" .....

"دیکھئے غیاث الدین صاحب!!!مارشل لاء ہی اس مسئلے کا واحد حل ہے....لوگ فوج کی گولی آرام سے کھا لیتے ہیں لیکن پولیس کی لاٹھی تک ھضم نہیں کر سکتے.....ایک سال پہلے ملتان میں پولیس نے ایسے ہی ایک کراؤڈ پر تشدّد کیا تھا،اور لوگ تھانے کو آگ لگانے پہنچ گئے تھے" !!! ....

"" تجویز تو اچھی ہے.... لیکن.... چیف منسٹر نہیں مانیں گے "ھوم سیکرٹری نے خیال ظاہر کیا-

"چیف منسٹر سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟؟، آئی ایم اتھارٹی!!!" سینئر میجسٹریٹ نے کہا-

"ٹھیک ہے.... کل مشورہ کریں گے جنرل اعظم سے...."ھوم سیکرٹری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا-

"کل تک بہت دیر ہو جائے گی....ابھی بات کریں.... مرزا نعیم فون اٹھا کے لاؤ!!!"آئی جی نے کہا-

ایس ایس پی مرزا دوسرے کمرے سے فون اور ڈائریکٹری اٹھا لایا-

آئی جی سگریٹ پینے باہر لان میں چلے گئے-کمشنر اور مجسٹریٹ معاملے سے لاتعلق ہو کر آپس میں گپ شپ کرنے لگے-

ہوم سیکرٹری ٹیلی فون ملانے میں مصروف ہو گئے-

تقریباً دس منٹ تک مبہم گفتگو کے بعد انہوں نے کریڈل رکھتے ہوئے کہا:

"کمال ہے....جنرل اعظم مان گئے" !!!

کمشنر اور مجسٹریٹ یک زبان ہو کر بولے..."کانگریٹ" !!!

"جنرل صاحب کو یہیں مدعو کر لیتے تو بات پکی ہو جاتی "آئی جی نے برامدے سے آواز لگائی-

"جی میں نے کی ہے بات...وہ خود تو نہیں آرہے...کرنل شیریں خان کو بھیج رہے ہیں"

"کرنل شیریں کون؟؟"کمشنر نے پوچھا-

"میں جانتا ہوں اسے....پکا احمدی ہے...جہاد سمجھ کر لڑے گا....دو دن میں شہر صاف کرا دے گا"ہوم سیکرٹری نے کہا-

تقریباً تیس منٹ بعد کرنل شیریں دو فوجی افسران کے ہمراہ تھانے پہنچ گئے -

"تم نے بلایا اور ہم چلے آئے "کرنل صاحب توقع سے زیادہ پر جوش تھے-

"ہم نے نہیں....ان صاحب نے دعوت دی ہے"کمشنر نے میجسٹریٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنکھ ماری-

"نہیں نہیں.... ہم نے تو صرف دوا تجویز کی.... درد تو آئی جی صاحب کے پیٹ میں اٹھا تھا" میجسٹریٹ نے قہقہہ لگایا-

"ہم کافر اس درد کو نصف صدی سے سہہ رہے ہیں.... "کرنل شیریں خان نے کہا-" بھرے مجمع میں ایک مولوی گھس آئے تو امن تباہ ہو جاتا ہے.... تم لوگوں نے پورا شہر مولیوں سے بھر دیا" ....

"حکومت اگر ان کے کچھ مطالبات مان لیتی تو آج یہ حالات نہ ہوتے "کمشنر نے کہا-

"کیا ہیں ان کے مطالبات ؟؟؟ "کرنل تاؤ میں آ گیا-" پہلے جناح صاب کو کافر کہتے تھے.... اب احمدیوں کو کہتے ہیں.... پہلے تقسیم کے مخالف تھے.... اب قوم کو تقسیم کرنے پہ تُلے ہیں" ....

"ارے صاحب حکومت کی بھی مجبوری ہے...." ہوم سیکرٹری نے لقمہ دیا-

"کاہے کی مجبوری صاحب ؟؟ حکومت شروع سے انہیں قابو کرتی تو آج سانپ کے مونہہ میں چھچھوندر نہ پھنسا ہوتا.... لیکن حکومت بھی تو دودھ میں لیموں نچوڑ کر شربت بناتی ہے !!! ....

"یہی خیالات یہ لوگ آپ کے بارے میں رکھتے ہیں... بس لیموں کی جگہ پیشاب کا قطرہ کر لیجئے "کمشنر نے جوابدیا-

"میں اس سے بھی برے خیالات رکھتا ہوں ان کے بارے میں.... آگاہ کروں آپ کو ؟؟ "کرنل بھڑک اُٹھّا-

"یار خُدارا اس لا حاصل بحث کو چھوڑو.... یہ بتاؤ پلان کیا ہے "ہوم سیکرٹری نے کہا-

"پلان تو تب بنے گا جب حکومت فوج سے باضابطہ درخواست کرے گی "کرنل نے جواب دیا-

"ابھی کر لیتے ہیں... سینئر میجسٹریٹ ہیں ناں..... نعیم مرزا.... پیپر لے کر آؤ"

"ناں جناب ناں !!! ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ کے بلانے سے نہیں آتیں فوجیں... !!! "کرنل شیریں نے کہا-

"پھر کیسے آتی ہیں جناب ؟؟.... آئین میں میجسٹریٹ کو اختیار ہے کہ " ....

"آئین گیا تیل لینے !!! "کرنل نے مجسٹریٹ کو ٹوکا-" فوج بلانے سے پہلے آئین کو لپیٹ کر صندوق میں رکھنا پڑتا ہے" ...

"تو کیا اب بِگل بجانا پڑے گا.... ؟؟ "میجسٹریٹ زچ ہو کر بولا-

"دیکھئے جناب.... فوج کا اپنا ایک بجٹ ہوتا ہے.... مومنٹ الاؤنس ہوتا ہے.... میسنگ الاؤنس ہوتا ہے.... مفت میں نہیں آتی فوج ..... آپ ایسا کریں.... چیف منسٹر سے ایک تحریری درخواست بنام کمانڈر 10 ڈویژن بھجوائیں... تاکہ بعد میں اخراجات کا مسئلہ پیدا نہ ہو" !!! ....

"دیکھئے ہم ہندوستان سے فوج نہیں منگوا رہے جو آپ ایڈوانس خرچا مانگ رہے ہیں "آئی جی نے کہا-" میں حکومتِ پنجاب کی طرف سے تحریری مطالبہ پیش کئے دیتا ہوں.... ہوم سیکرٹری اور ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ اس پر ابھی سائن کر دیں گے..... باقی رہا راشن پانی کا مسئلہ

....توکابینہ ہے ناں.... کنپٹی پر پستول رکھ جتنا چاہے راشن اٹھا لیجیئے گا" !!!!

"چلیں ٹھیک ہے.... تو.... کب سے لگوانا ہے مارشل لاء؟؟؟؟"

"شام کو سی ایم کی میٹنگ ہے.... ان سے پرچہ سائن کروا کے آپ کو بھجوا دیں گے.... کل صبح سے ٹیک اوور کر لیجیئے گا" ہوم سیکرٹری نے کہا۔

سپہر 3 بجے لاہور کے سول لائن تھانہ میں نوکر شاھی کے ہاتھوں پاکستان کے پہلے مارشل لاء کی اینٹ رکھی جا چکی تھی۔

رات 9 بجے آئی جی، کمشنر اور ھوم سیکرٹری وزیر اعلی کی کوٹھی پر پہنچے۔

گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے انہوں نے دروازے پر کھڑے گارڈز سے سلیوٹ وصول کیا اور اندر چلے گئے۔

وزیر اعلی میٹنگ روم میں دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔ کابینہ کے کچھ ممبران بھی یہاں موجود تھے۔

"ہاں آئی جی صاحب کیا صورتحال ہے؟؟" وزیر اعلی نے پوچھا۔

"صورتحال بہت گنبھیر ہے سر" !!!

"کیا مطلب؟؟" وزیر اعلی پریشان ہو گئے۔

"پولیس کی رکاوٹوں کے باوجود ایک لاکھ آدمی لاہور پہنچ چکا ہے...." آئی جی نے بتایا۔

"یہ تو پرانی بات ہو گئی.... اور کچھ؟؟"

"دفعہ 144 لگنے کے باوجود مظاہرین مسجد وزیر خان میں مورچہ بنائے بیٹھے ہیں.... آئے روز وہاں سے جلوس نکلتے ہیں.... نعرے لگتے ہیں..... گرفتاریاں ہوتی ہیں " ....

"یہ سب کچھ تو میں سی آئی ڈی بریفنگ میں روز سنتا ہوں.... کوئی نئی بات ہے تو بتاؤ" وزیرِ اعلی نے کہا۔

"نئی خبر یہ ہے کہ آج پولیس پر ڈنڈے اور بوتلیں پھینکی گئیں جس سے گیارہ پولیس افسر زخمی ہوئے ہیں".....

"سی آئی ڈی بریفنگ میں سن چکا ہوں.... اور کچھ؟؟"

اتنے بڑے کراؤڈ کو ہینڈل کرنا شاہی پولیس کے بس کی بات نہیں" ....

"بارڈر پولیس بھی آ جائے گی.... اور؟؟"

"کل سے لاہور فوج کے حوالے کرنا ہو گا" !!! ....

"وٹ نان سینس ؟؟"

"ایڈ ٹو سول پاور..... سر.....!!!"ہوم سیکرٹری نے کرسی کھینچتے ہوئے کہا۔

"ناٹ ایٹ آل.... نو ملٹری رُول.... نیور!!!"وزیر اعلیٰ بے ساختہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے سکڑنے لگے۔

"دیکھئے سر!!! جب سول اتھارٹیز ناکام ہو جاتی ہیں تو فوج کو آگے آنا ہی پڑتا ہے"کمشنر نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"جانتا ہوں.... بٹ سول اتھارٹیز آر اسٹِل ان ورک... ہم پولیس کی نفری بڑھا دیتے ہیں"وزیر اعلیٰ نے کہا۔

"مسئلہ نفری کا نہیں ہے سر.... حکومت کی بدنامی کا ہے"

"وہ کیسے ؟؟"

"پولیس تشدد کرے گی تو حکومت بدنام ہو گی.... فوج تشدد کرے گی تو ریاست.... یقیناً ہم میں سے کوئی نہیں چاہے گا کہ حکومت بدنام ہو"ہوم سیکرٹری نے کہا۔

"دیکھو فوج کو سر پہ مت بٹھاؤ..... قائدِ اعظم نے کہا تھا آرمڈ فورسز آر دی سرونٹ آف پیوپل... دے ڈونٹ میک دی نیشنل پالیسیز" وزیرِ اعلیٰ نے کہا۔

"نیشنل پالیسیز کو کون چھیڑ رہا ہے سر.... فوج تین دن میں شہر صاف کرے گی اور واپس چلی جائے گی"

"فوج کو بلانا آسان ہے.... واپس بیرکس میں بھیجنا بہت مشکل.... یہ نہ ہو کہ کل فوج اندر بیٹھی ہو اور مسلم لیگ ایوان سے باہر کھڑی ہو..."وزیرِ اعلیٰ نے فکر کا اظہار کیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا سر.... جنرل اعظم سے ہماری بات ہو چکی ہے" ....

"لیکن پھر بھی اس میں خطرہ تو ہے........ حکومت کے لئے" !!!

"حکومت کو فوج سے نہیں.... مجلس احرار سے زیادہ خطرہ ہے"آئی جی نے پتا پھینکا۔

"وہ کیسے ؟"وزیر اعلیٰ متفکّر ہو گئے۔

"سر یہ رہی CID کی وہ خُفیہ رپورٹ جو آپ تک نہیں پہنچ سکی"آئی جی نے جیب سے ایک پلندہ نکالتے ہوئے کہا۔

"مجلس احرار جو تحریک پاکستان کی مخالفت کی وجہ سے پنجاب کے عوام کی نظروں سے گر گئی تھی.... پاکستان کو دل و جان سے قبول کرنے اور مسلم لیگی قیادت کی طرف رجحان رکھنے کی وجہ سے دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو چکی ہے.... موجودہ اینٹی احمدی تحریک مجلس احرار کو بہت سُوٹ کر رہی ہے.... اور اس کی وجہ سے ان کا گراف بڑی تیزی سے اوپر جا رہا ہے.... اگر یہ تحریک کامیاب ہو گی تو ملک بھر میں احرار کا ڈنکا بج اُٹھے گا... اس کے بعد وہ مسلم لیگ کو ماریں گے لات اور اپنی الگ سیاسی جماعت بنا لیں گے.... اور اگلے الیکشن میں مسلم

لیگ کا بینڈ بجا کر رکھ دیں گے" ...

"اووہ.... آئی.... سی.... !!!" وزیر اعلی ممتاز دولتانہ نے حیرت سے ہونٹ سکیڑ لئے-

"مسلم لیگ.... جس نے خون کی ندیاں بہا کر یہ ملک بنایا... وہ اسی ملک میں اجنبی ہو کر رہ جائے گی.... اور مجلسِ احرار جو شروع دن سے تقسیم کی مخالف تھی.... پاکستان پر راج کر رہی ہو گی"

"یس.... یو آر رائٹ" !!!

"اس لئے..... اس تحریک کو..... ہر صورت..... ناکام ہونا چاہئیے..... "آئی جی نے فیصلہ کن انداز میں کہا-

"بھلے اس کے لئے خون کے دریا بہانا پڑیں !!!" ہوم سیکر ٹری نے موافقت فرمائی-

"اور یہ کام فوج سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا !!!" وزیر اعلی نے قائل ہوتے ہوئے کہا-

"یہ رہی مارشل لاء کی درخواست.... اس پر سائن کر دیجئے... تاکہ پاک فوج کل سے لاہور کا انتظام سنبھال سکے "آئی جی نے پرچہ آگے بڑھایا-

وزیر اعلی نے اتنی تیزی سے دستخط کئے کہ قلم کاغذ میں شگاف ڈال گیا-

آئی جی اور ھوم سیکر ٹری واپس گاڑی میں آ کر بیٹھے -

"سُنا کیسی چھوڑی ہے؟" آئی جی نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا-

"ھاھاھاھا.... کمال کے بندے ہو یار.... کیا رپورٹ تراشی ہے ماں قسم؟؟" ھوم سیکر ٹری نے کہا-

"کرنا پڑتا ہے حضور.... پولیس کا فرض ہے.... مدد سرکار کی "

"بے چاری عوام.... اپنی مرضی سے کسی کو پسند بھی نہیں کر سکتی... سوائے مسلم لیگ کے "ھوم سیکر ٹری بوتل کھولتے ہوئے بولا-

"حکومت میں احراری آ گئے تو تیری بوتل کو بھی ڈھکن لگ جائیں گے "آئی جی نے اچانک بریک مارتے ہوئے کہا-

"ارررے !!! گاڑی کیوں روک لی؟؟؟" ہوم سیکر ٹری پریشان ہو گئے-

"یار ایک غلطی ہو گئی.... واپس جانا پڑے گا سی ایم ہاؤس" !!!

"کیا ہوا؟؟.... سگریٹ تو نہیں بھول آیا؟؟"

"نہیں یار.... ہم درخواست میں یہ لکھنا بھول ہی گئے کہ کتنی فوج چاہئے... مطلب ایک ڈویژن... دو ڈویژن.... یا ساری کی ساری" آئی جی نے پریشانی سے کہا-

"کمال کرتے ہو یار... فوج اور برانڈی جتنی مل جائے اتنی ہی اچھی ہوتی ہے... بھلے ساری کی ساری پلٹن آ جائے.... تیری جان تو

چھوٹے گی ناں... چلا گاڑی" !!!

اگلی صبح جناح گارڈن کے پیچھے سے سورج سر نکالا تو فوجی گاڑیاں شہر میں داخل ہو رہی تھیں-

ملکی تاریخ کا سیاہ ترین سورج طلوع ہو رہا تھا!!!

3 مارچ....1953ء...لاہور

لاہور شہر میں جُزوی کرفیو لگا دیا گیا-

صبح ہی صبح فوج کے دستے باغِ جناح، سول لائن اور لوکو شیڈ میں گشت کرنے لگے- کرفیو کا اثر شہر کی بیرونی سڑکوں پر ضرور تھا لیکن اندرون شہر انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا- پنجاب بھر کے دیہات اور شہروں سے عوام قافلوں کی صورت اب بھی مسلسل لاہور پہنچ رہے تھے-

مارشل لاء لگتے ہی پولیس کا مریل گھوڑا بھی ہنہنا کر اٹھ کھڑا ہوا- شہر میں ہر طرف ڈنڈا بردار فورس کی ٹولیاں مٹکنے لگیں-

دوپہر تک بارڈر پولیس، خفیہ پولیس، سی آئی ڈی، ملٹری انٹیلیجنس، اور جانے کون کون سی بلائیں شہر میں نازل ہو چکی تھیں-

مسجد وزیر خان کے معمولات میں بال برابر فرق نہ آیا-

مولانا نیازی رح کی شعلہ بیانیاں بھی جاری تھیں، خلیل احمد قادری صاحب کا زورِ خطابت بھی عروج پر تھا، مولانا غلام غوث ہزاروی کی تقاریر بھی چل رہی تھیں، صبح صبح سرفروشوں کے جلوس بھی روانہ ہو رہے تھے اور نعت خوانوں کے گلہائے عقیدت بھی فضاء میں خوشبو بکھیر رہے تھے-

تیریاں تے صفتاں دا، کوئی وی حساب نئیں

توں تاں کتھے، تیریاں غلاماں دا جواب نئیں

حُوراں نُوں تُوں رُوپ ونڈیں، حبشی بلال دا

میں لبھ کے لیاواں کتھوں سوہناں تیرے نال دا

نمازِ فجر کے بعد مسجدِ وزیر خان میں ہزاروں کے اجتماع سے مولانا عبد الستار نیازی کا خطاب جاری تھا:

"یہ کہتے ہیں----مرزائیوں کا مسئلہ محض ایک مذھبی مسئلہ ہے----اسے مدارس میں سلجھاؤ----حکومت کو اس میں مت الجھاؤ----اسے ایوان تک مت لیکر آؤ----چار مولوی بیٹھ جاؤ----جسے چاہو مسلمان کہو----جسے چاہے کافر بناؤ----بس ہمیں مت چھیڑو---- یہ حکومت کا درد سر نہیں ہے----میں کہتا ہوں تم لوگ اس تحریک کو یا تو سمجھ نہیں سکے----یا سمجھنا نہیں چاھتے----تحریک ختمِ نبوّت کے بارے میں سب سے بڑی misconseption یہی ہے کہ اسے صرف ایک مذھبی تحریک سمجھا گیا ہے" ----

دولتانہ صاحب!!!----تحریکِ ختم نبوّت محض ایک مذھبی تحریک نہیں ہے-----یہ ایک سیاسی تحریک بھی ہے----یہ ایک معاشی جدوجہد بھی ہے----کیا ایک مسلمان کا دین اس کی دنیا سے جدا ہے؟؟----کیا مسلمان کی سیاست اس کی عبادت سے الگ کوئی چیز ہے؟؟ ہر گز نہیں----کیا ان غدّاروں کے خلاف ہمیں اُٹھنے کا حق نہیں جو نبوّت کا نُور ملکہءوکٹوریہ کے تاج سے کشید کرتے ہیں؟؟----کیا ان اقتصادی رخنہ اندازوں کو روکنے کا ہمیں حق نہیں جو ملکی غلّہ ھندوستان کے رستے اسمگل کر کے ملک میں قحط کی صوتحال پیدا کر رہے ہیں----جو پاکستان کو امریکی گوداموں میں سڑتی گندم کی منڈی بنانا چاھتے ہیں----ہاں ہاں یہ ایک مذھبی تحریک بھی ہے----جس طرح تحریک پاکستان ایک مذھبی تحریک تھی----تحریک کشمیر ایک مذھبی تحریک تھی----اور مستقبل میں سود کی لعنت کے خلاف جو تحریک اُٹھے گی----وہ بھی ایک مذھبی تحریک ہو گی"----

ڈی آئی جی میاں محمد انور نے تڑاخ سے کھڑکی بند کی اور کُرسی پر آکر ڈھیر ہو گیا-

"یار....ان مُلاؤں سے کب جان چھوٹے گی....سات دن ہو گئے...چین سے سو بھی نہیں پایا؟؟"

"نیازی کو گرفتار کر لو، تحریک خود بخود ٹھنڈی ہو جائے گی" ھوم سیکرٹری نے چھوٹی سی بوتل کا ڈھکّن کھولتے ہوئے کہا-

"لیکن کرے گا کون میرا باپ؟؟...پچاس ہزار آدمی مسجد میں بیٹھا ہے"

"فوج کو چاول چھولے کھانے بلایا ہے؟؟ کدھر ہے تمہارا کرنل شیریں" !!! ....

اس دوران دفتر میں رکھا انٹر کام بج اٹھا-

"کیا ہے؟"

"سر کراچی سے ڈیفنس سیکرٹری اسکندر مرزا کی کال ہے" سیکٹری نے کہا-

آئی جی نے فون اٹھایا-

"جی سر...کیا حال ہیں؟"

"سُنا ہیرو...کتنی لاشیں گرائیں؟؟"

"لاشیں....؟؟ فی الحال تو خود زندہ لاش بنے بیٹھے ہیں" ....

"کیوں؟؟کیا ہوا؟"

"ہونا کیا ہے.... کہنے کو کرفیو لگائے بیٹھے ہیں... لیکن مُلاں آزاد ہیں اور ہم دفتروں میں قید"

"دیکھو!!! جب تک شرافت دکھاتے رہو گے، بندی بنے رہو گے.... باہر نکلو.... کوئی گولی شولی چلاؤ.... لاشیں گراؤ.... یوں دفتر میں بیٹھے رہو گے تو خاک امن قائم ہو گا"...

ڈی آئی جی نے فون رکھا ہی تھا کہ سیکرٹری کا انٹر کام پھر بج اٹھا۔

"سر گورنر صاحب لائن پہ ہیں"

"سر انور علی!!!!" ڈی آئی جی نے فون اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ڈی آئی جی صاحب!!! گیدڑ کی طرح کھوہ میں چھُپّے رہو گے یا کچھ کرو گے بھی.... باہر نکلو اور جلوہ دکھاؤ.... یہی حالت رہی تو مجھے ایک ڈی آئی جی کی قربانی دینا ہی پڑے گی؟؟ "

"سر آپ فکر نہ کریں.... میں نے تمام ڈی ایس پیز کو بلایا ہے!!! آج پولیس کھل کر اپنا جلوہ دکھائے گی سر"

"کل تک مجھے لاہور صاف چاہیئے... ورنہ اپنی قربانی پکی، سمجھو"!!! ....

"سس... سر... بس ایک موقع اور دیں... کل تک صاف ہو جائے گا شہر"!!!...

"پھر ایسا کرو.... کہ اپنے محکمے سے ایک نکھٹو قسم کا جانور ڈھونڈو... اور اس کی قربانی کر ڈالو.... سوکھی لکڑیاں جلنے سے انکار کر دیں تو فیول ڈالنا ہی پڑتا ہے"

"یس سر... سمجھ گیا سر.... ہو جائے گا سر" !!!

آئی جی نے فون رکھتے ہی بیل بجائی۔

"ڈی ایس پی فردوس شاہ اور ایم اے چوھدری کو بلاؤ فوراً "

"یس سر" اردلی کھڑاک سے سلیوٹ کر کے باہر چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد فردوس شاہ مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا آفس میں وارد ہوا... اس کے پیچھے پیچھے ڈی ایس پی ایم اے چوھدری تھا۔ دونوں نے پاؤں مار کر زمین پھاڑ سلیوٹ کیا۔

"ڈی ایس پیز!!! میں پوچھتا ہوں...... کیا تم لوگوں کے باپ آئے ہوئے ہیں شہر میں؟؟"

"نن... نو سر!!" فردوس شاہ نے بیلٹ اوپر کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بھائی.... بیٹا.... چچا... تایا... سالا... سالی وغیرہ؟؟.... کیوں چوھدری؟؟"

"نو سر....؟؟"

"تو پِھر لاٹھی چارج کیوں نہیں کرتے بے غیر تو!!!!!"آئی جی پوری قوّت سے دھاڑا-

"سر...پپ....پرامن.... مظاہرین "....

"ماں کی آنکھ .... !!! پرامن مظاہرین؟؟....سات دن سے شہر بند پڑا ہے....لوکو شیڈ بند ہے... سیکریٹریٹ بند ہے...ریل نہیں چل رہی...ہوائی اڈّہ بند ہے...پرامن مظاہرین؟؟؟"

دونوں ڈی ایس پیز پتھر کے بُت بن گئے-

"اب کاٹھ کے اُلوؤں کی طرح میرا موُنہہ کیا دیکھ رہے ہو!!! جاؤ اور لاٹھی چارج کرو.... کل تک مجھے شہر خالی چاہئے... کرا سکتے ہو تو ٹھیک....ورنہ انہیں مظاہرین میں شامل CID کے لوگ تمہیں بلوے میں مار ڈالیں گے.... سمجھے کہ نہیں؟؟؟"

"سر... سس... سمجھ گئے سر " !!!

"ناؤ گیٹ آؤٹ....آئی وِل کیپ یو آن مانیٹرنگ!!!!"آئی جی نے ٹوپی پہنتے ہوئے کہا-

"سر.... سر...."ڈی ایس پی سلیوٹ مار کر رخصت ہو گئے-

اسی اثناء میں وائرلیس نے کھٹ پٹ کی-

"ایچ کیو ون.....ٹولنٹن پوسٹ اوور"

"یس ایچ کیو ون.... گو اھیڈ"ڈی آئی جی نے کہا-

"نیلا گنبد کی طرف سے جلوس آرہا ہے سر... کیا آرڈر ہے؟؟"

"آغا ھوٹل سے بریانی کی دیگ منگواؤ....اور شرکاء میں بانٹو.... سؤر کی اولاد.... آرڈر پوچھ رہے ہو؟؟....بُل شٹ!!!...لاٹھی چارج کرو....ھڈیاں توڑو ان کی" !!!....

"یس سر....یس سر" !!!!

4مارچ...1953ء....لاہور!!!

تشدّد کی ایک نئی تاریخ رقم ہوئی۔

بعد از نمازِ ظہر مسجد وزیر خان سے پر امن رضا کاروں کا ایک جلوس نکلا۔ شرکائے جلوس پنجاب کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے دیہاتی قسم کے لوگ تھے، جو ختمِ نبوّت کی کال پر تن من وار نے لاہور چلے آئے تھے۔

تقریباً ایک ہزار جانثاروں کا یہ جلوس چوک دالگراں سے ہوتا ہوا لاہور ریلوے اسٹیشن کی طرف جانا چاہتا تھا۔ ان کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے اور زبان پر لاالہ الااللہ کا ورد۔

چوک دلگراں میں سٹّی پولیس اور بارڈر پولیس کی بھاری جمیعت تیّار کھڑی تھی۔ سٹی مجسٹریٹ سید حسنات احمد، ڈی ایس پی سیّد فردوس شاہ ،اور ملک خان بہادر سپریڈنٹ بارڈر پولیس نے جلوس کا راستہ روکا اور انہیں فوری طور پر منتشر ہونے کو کہا۔ لیکن ذوقِ براھیمی سے سرشار ان دیوانوں کے پاس حکومتی بت خانوں سے ٹکرانے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا:

یہ دور اپنے براھیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لاالہ الااللہ

پر غرور پولیس نے آخر رومن اکھاڑا سجا ہی لیا۔ پہلے آنسو گیس کے گولے چھوڑے پھر لاٹھی چارج شروع کر دیا۔ یہ لوگ اپنی جگہ پر نہایت ثابت قدمی سے جمّے رہے۔ پولیس ان کی امن پسندی کو دیکھ کر اور شیر ہو گئی سو ایک ایک بندے پر تین تین پولیس والے مسلط ہو کر ضرب و شلاق کرنے لگے۔ غرض کہ پولیس مسلسل روئی کی طرح انہیں دھنکتی رہی اور ان کا عشق کمالِ ضبط سے انکی چمڑیاں ادھڑ واتا رہا۔

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کے خزاں، لاالہ الااللہ

تشدّد کرنے والوں کے ہاتھ تھک گئے، معطر جسموں سے پُھوٹنے والی لہو کی دھاروں سے قانون کی وردیاں رنگین ہو گئیں لیکن یہ لوگ ایک قدم پیچھے ہٹّنے کو تیار نہ ہوئے۔ پولیس زخمیوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر ٹرکوں میں پھینکنے لگی۔ سڑک پر ہر طرف جانثارانِ ختمِ نبوّت کا خون پھیلا ہوا تھا۔

ڈی ایس پی فردوس شاہ نے آج کھل کر بربیّت دِکھائی۔ ایک بوڑھے مجاھد پر ڈنڈے برساتے ہوئے اس نے اسے زور کی ٹھوکر ماری۔ بزرگ کے ہاتھوں میں چاندی کے غلاف میں لپٹی حمائل شریف تھی۔ فردوس شاہ کی ٹھوکر سے کتاب اللہ چاندی کے خول سے نکلی اور ورق ورق ہو کر قریبی نالے میں جا گری۔

یکی دروازے کا ایک نوجوان محمد شریف عرف کاکا دور سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ کاکا موٹر مکینک تھا اور چوک دالگراں کی ایک ورکشاپ میں

ملازم-اس دن بازار بند تھااور وہ ورکشاپ کے تھڑے پر محض تماشادیکھنے بیٹھ گیا تھا-

عصر تک فضاء کچھ پر امن ہوئی تو کاکا تھڑے سے اٹھ کر ادھر چلا آیااور نالے میں اتر کر قران کے اوراق سمیٹنے لگا-

وہ اپنے کام میں منہمک تھا کہ اوپر سے آواز آئی-

"اوئے کاکا..... کی کرداں ایں نالے وِچ؟؟"

اس نے چونک کراوپر دیکھاتو مولوی سلیم بنیرے پر کھڑا مسواک چبارہاتھا-

"مولوی صاب.... ایدر ویکھو.... مقدّس اوراق.... گندے نالے وِچ"

"توبہ توبہ...اے کس نے سُٹّے نیں؟؟"مولوی نے کہا-

"ڈی ایس پی فردوس شاہ نے.... میرے سامنے قران شریف نُوں ٹھوکرماری اوس بے غیرت نے...."کاکے نے تڑک کر کہا-

"استغفراللہ....لاپُترّ اوراق مجھے پکڑادے"مولوی سلیم گھٹنوں کے بل نالے پر جُھک گیا -

کاکا نے اوراق اکٹّھے کر کے مولوی سلیم کو پکڑائے اور واپس ورکشاپ کی طرف جانے لگا-

"توں.... کتھّے چلاں؟؟میرے ساتھ آ.... یہ کوئی چھوٹی موٹی گل نئیں ہے.... پبلک کو بتاتے ہیں "....

مولوی سلیم کاکے کو ہمراہ لئے سیدھا بیرون دہلی دروازہ پہنچا-یہاں کوئی دواڑھائی سو کا مجمع کھڑا تھا -

اس نے جاتے ہی شور کیا"بھائیو.... ایدر ویکھو.... ظلم ہو گیا ظلم.... فردوس شاہ.... ڈی ایس پی نے.... قران پاک نوُں ٹھوکر ماری... اور.... گندے نالے وِچ پھینک دتّا ایہہ ویکھو.... کاکا گواہ ہے..... استغفراللہ" !!!

یہ سن کر ایک مجمع اس کے گرد ہو لیا-

مولوی سلیم یہ جلوس لیکر مسجد وزیر خان پہنچا-مسجد کے قریب انہیں ایک تھانیدار آتا دکھائی دیا جس کے ہمراہ چند سپاہی بھی تھے-یہ لوگ بے فکری سے جارہے تھے اور ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ختمِ نبوّت کے امن پسند رضاکاران کے درپے آزار بھی ہو سکتے ہیں-

مجمع نے نعرہ لگایا"پنجاب پولیس... مردہ باد... بارڈر پولیس مردہ باد"

پولیس والے پہلے تو ٹھٹھکے، پھر مجمع کے تیور دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر ایک قریبی فلیٹ میں جاگھسے،اور اندر سے گیٹ بند کر لیا-فلیٹ کے گرد مجمع بڑھنے لگا-کھڑکی سے جب بھی کوئی سپاہی سر نکالتا تو نیچے کھڑا مجمع زور زور سے نعرے لگاتا"پنجاب پولیس مردہ باد !!!"

ڈی ایس پی فردوس شاہ تھانہ سول لائن میں بیٹھا چمپی کروا رہا تھا کہ فون بج اُٹھا:

"یس.... فردوس شاہ"!!

"کہاں ہو میرے شیر ؟؟" آئی جی صاحب کی کال تھی-

"سر... وردی پہ خون گر گیا تھا... سوچا بدل لوں" ....

"مبارک ہو... گورنر صاحب نے آپ کو اور ڈی ایس پی خان بہادر کو دو دو مربعے زمین انعام میں بخشی ہے... میرے سامنے پڑا ہے الاٹمنٹ آرڈر" !!

فردوس شاہ کے ہاتھ سے کریڈل گرتے گرتے بچا-وہ بمشکل اتنا ہی کہہ سکا "سس.... سر... آپ کی عنایت سرر" !!!

"اچھا مٹھائی بعد میں کھائیں گے تم سے.... ابھی ایسا کرو فوراً مسجد وزیر خان پہنچو... خبر آئی ہے کہ شر پسندوں نے کچھ پولیس والوں کو بندی بنالیا ہے... آئی نو یُو آر اے بریو مین... دو تین سپاہی ساتھ لے لینا"

"ڈونٹ ورّی سر.... فردوس شاہ کسی سے ڈرتا ورتا نئیں ہے.... ڈرائیور!!! جیپ ریڈی کرو.... فوراً " ...

فردوس شاہ تین سپاہیوں کو لیکر مسجد وزیر کے سامنے اترا تو لوگ فلیٹ پر پتھراؤ کر رہے تھے-وہ دھونس جمانے کے لئے جیپ کا ہارن بجانے لگا-

لوگ ادھر متوجّہ ہوئے تو کسی نے نعرہ لگا دیا-

"وہ رہا فردوس شاہ.....اسی بدبخت نے قران کو ٹھوکر ماری تھی " !!!! ....

بپھرا ہوا مجمع ادھر دوڑا اور فردوس شاہ کے ریوالور نکالنے سے پہلے ہی اسے دبوچ کر ٹھوکروں پہ لے لیا-ہر شخص اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے رہا تھا-لوگوں نے دکانوں کی چھپریوں سے بانس نکال لئے-مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے سیدھی ضرب لگانا ممکن نہ تھا-لوگوں نے بانسوں سے چوک چوک کر فردوس شاہ کا قیمہ بنا دیا-

دو گھنٹے بعد فردوس شاہ کی سر بریدہ لاش اسی گندے نالے میں پڑی تھی جہاں اس بدبخت نے قران کو ٹھوکر لگا کر پھینکا تھا-

مولوی سلیم کے ہاتھ ڈی ایس پی کا پستول لگا-جو اس نے کمالِ سخاوت سے کاکا کو تحفے میں دے دیا-

نصف گھنٹے بعد مولوی سلیم آئی جی آفس میں بیٹھا چائے پی رہا تھا-

... "تے باقی رہ گیا آلہء قتل...او تہانوں شریف کاکا توں مل جانڑاں....اللہ اللہ خیر صلا"

آئی جی صاحب نے مولوی سلیم کو ستائشی نظروں سے دیکھا اور گورنر غلام محمد کو فون گھمایا:

"سر.... مبارک ہو.... قربانی ہو گئی...اس مولوی ڈھکن کو چھوٹا موٹا بکرا کہا تھا...اس نے تو پورا بیل کاٹ مارا... فردوس شاہ از کلِڈ بائی اینگری موب" !!!

"فون پر ایسی باتیں نہیں کرتے....ڈیڈ باڈی لیکر فوراً تھانہ سول لائن پہنچو...میں جنرل اعظم کو لیکر پہنچتا ہوں....اور ہاں...لینڈ الاٹمنٹ پیپرز شہید کی بیوہ تک ضرور پہنچا دینا" ....

مسجد وزیر خان سول ہسپتال کا منظر پیش کرنے لگی-

ہر طرف زخمی پڑے کراہ رہے تھے-ڈاکٹر لوگ اِدھر اُدھر بھاگے پھرتے تھے-لاہور کے بے شمار طبیب،ڈاکٹرز، حکماء اور کمپوڈرز حضرات کرفیو کے باوجود اپنا سامان اٹھائے ادھر چلے آئے تھے-

حق و باطل کی اس کش مکش میں ہر کوئی اپنا اپنا حصّہ ڈال رہا تھا-ریاست ہڈیاں توڑ رہی تھی اور یہ پوری دلجمعی سے انہیں جوڑنے میں مگن تھے-ریاست کے سر پر خون سوار تھا اور یہاں خون دینے والوں کا تانتا بندھا تھا-

مولانا خلیل اور دوسرے زعماء خود ایک ایک زخمی کی نگرانی کر رہے تھے-اسی دوران کسی نے آکر بتایا کہ مسجد کے دروازے پر ڈی ایس پی فردوس شاہ کا خون کر دیا گیا ہے-

مولانا نیازی دوڑے دوڑے دروازے پر چلے آئے -

مشتعل ہجوم فردوس شاہ کی لاش گھسیٹ کر لے جا چکا تھا -

"کس نے شہید کیا ڈی ایس پی کو؟کون تھے یہ لوگ....؟"مولانا نے باہر نکلتے ہی پوچھا-

"ہم نہیں جانتے حضرت...مولوی سلیم ان کی قیادت کر رہا تھا...اسی نے بھڑکایا سب کو" باہر کھڑے ایک شخص نے کہا-

مولانا کے چہرے پر دُکھ کا سایہ آکر لہرا گیا-

"بہت برا ہوا...ایک کلمہ گو کا خون....اور وہ بھی مسجد کے دروازے پر....استغفر اللہ !!! ...

مولانا نے اندر جا کر علماء کمیٹی کو صورتحال سے آگاہ کیا-

"یہ ساری واردات حکومت نے خوب سوچ سمجھ کر کروائی ہے" بہاء الحق قاسمی نے کہا-"ہمیں انتہائی سمجھ داری اور سیاسی سوجھ بوجھ کا مظاہرہ کرنا ہو گا"

"لیکن حکومت نے یہ قتل کیوں کروایا؟؟"مولانا خلیل نے پوچھا-

"دولتانہ وزارت کو تشدّد کرنے کا بہانہ چاہئے تھا....جو آج مل گیا" قاسمی صاحب رح نے کہا-

"اس کا مطلب ہے...ہماری پر امن تحریک میں غدّار شامل کئے جا چکے ہیں" ...

"سو فیصد... تحریک سے وابستہ کوئی مسلمان ایسی حرکت کا سوچ بھی نہیں سکتا.... فردوس شاہ کا قتل تحریکِ مقدس کی سفید چادر پر ایک بد نماء داغ ہے.... جو مرزائی اور مرزائی نواز انتظامیہ نے لگایا ہے..... اس کا مقصد ایک پر امن مذھبی تحریک کو سفاک اور خون آشام بنانا ہے"

"آج بعد نماز عشاء میں اپنی تقریر میں حکومت کی یہ سازش طشت از بام کروں گا.... ہمیں شر پسندوں پر کڑی نظر رکھنا ہو گی" مولانا نیازی نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

⊙◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆⊙

تھانہ سول لائن کے سامنے ایمبولینس آکر رُکی۔

دو سپاہیوں نے اسٹریچر پر دھری، سفید چادر میں لپٹی لاش نکالی اور تھانے کے لان میں آکر رکھ دی۔

تھوڑی ہی دیر بعد آئی جی پنجاب انور علی، ڈی آئی جی، اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، تھانہ سول لائن پہنچ گئے۔ خُفیہ ایجنسیوں کے اہلکار بھی لاش کے آس پاس مکھیوں کی طرح بھنبھنانے لگے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد دو فوجی گاڑیاں تھانہ کے سامنے آکر رکیں۔ ایک میں سے جنرل اعظم اور دوسری سے دیگر فوجی افسران اترے۔

تھانے کے سامنے کھڑی گارڈ نے بندوقیں کھڑکا کر سلام کیا۔ جنرل اعظم بھاری قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے ادھر آئے جہاں پولیس کی "قربانی" ان کا انتظار کر رہی تھی۔

"کیا ہوا؟؟" انہوں نے آتے ہی رعب دار آواز سے پوچھا۔

"خود ہی دیکھ لیجئے" یہ کہتے ہوئے آئی جی نے لاش پر سے سفید چادر سرکا دی۔

"اوہ.... گاڈ.... ہُو اِز دِس ؟؟" جنرل نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے پُوچھا۔

"ون آف دی موسٹ بریلینٹ ڈی ایس پی آف مائی ڈیپارٹمنٹ.... سیّد فردوس شاہ... کچھ دیر پہلے شر پسندوں نے بھرے بازار میں اس کا قیمہ بنا دیا اور فوج کھڑی تماشا دیکھتی رہی... شاید اسی کو کہتے ہیں... ایڈ ٹو سوِل پاور " !!

جنرل اعظم کچھ دیر خاموش کھڑے رہے پھر کیپ سیدھی کرتے ہوئے بولے "لیکن یہ سب کچھ ہوا کیسے ؟؟"

"دھشت گردوں آج نے ہمارے کچھ سپاہی بندی بنا لئے تھے.... فردوس شاہ چھڑانے گئے تو" ...

"آپ نے ملٹری کو انفارم کیا؟؟.... اباؤٹ ہو سٹیجز ؟؟" جنرل نے آئی جی کی بات کاٹی۔

"آئی ڈونٹ نو ہاؤ ٹو انفارم دی ملٹری... شہر بھر میں دھشت گرد دندناتے پھرتے ہیں... اور آپ کی ملٹری باغِ جناح میں مورچے سنبھالے بیٹھی ہے... فار وٹ ؟؟؟"

"امن وامان قائم رکھنا پولیس کی ذمہ داری ہے.... جہاں حالات آپ کے بس سے باہر ہوں وہاں فوج کو انفارم کیجئے" !!!
"ہم پہلے ہی آپ سے کہ چکے ہیں کہ حالات ہمارے بس سے باہر ہیں... وائے یُوڈونٹ انڈراسٹینڈ جنرل.... ناؤ کم آپ اِن دی فرنٹ اینڈ ٹیک اوورِ دی چارج" !!!
"پلیز ڈونٹ ٹرائی ٹُو ٹیچ می مائی ڈیوٹی!!! فوج وہی کچھ کر رہی ہے جو اسے کرنا چاہئے" !!!
"فوج ہمارے مرنے کا انتظار کر رہی ہے.... اور کچھ نہیں!!!" آئی جی نے بھی تیوڑیاں چڑھالیں-
"سر.... گورنر صاحب کا فون!!!" ایک محرّر نے آکر مملکت کے دو بڑے ستونوں کو ٹکرانے سے بچایا-
آئی جی، جنرل صاحب کو گھورتے ہوئے اندر چلے گئے- جنرل اعظم اپنے ساتھ ساتھ آئے ہوئے آفیسرز کو لیکر ایک کونے میں جا کھڑے ہوئے-
تھوڑی دیر بعد آئی جی واپس آئے تو جنرل صاحب کو مخاطب کئے بغیر کہا" گورنر صاحب نے پورے شہر میں مارشل لاء لگانے کا فیصلہ کیا ہے... ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے گولی چلانے کا آرڈر دے سکتا ہے"
"میری طرف سے آرڈر ہی سمجھئے....!!!" ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اطمینان سے کہا-
"لیکن گولی چلائے گا کون؟؟ "
"بارڈر پولیس..... آپ لوگ صرف ڈیڈ باڈیز غائب کرنا" !!!
آئی جی نے ایک ایس پی کو بلا کر کہا:
"جمشید.... ڈبّہ تیار کراؤ.... فردوس شاہ کی لاش کو اس کے گاؤں بھجواؤ.... قومی پرچم میں لپیٹ کر.... چھ سات جوان بھی ساتھ لے لو.... سلامی کے لئے... کوئک.... ارجنٹ"!!!
اس کے بعد لاہور کی تمام پولیس چوکیوں پر آئی جی کا یہ وائرلیس میسیج سنا گیا:
"آل پوزیشنز.... ایچ کیو ون.... شہر بھر میں مارشل لاء لگا دیا گیا ہے.... فوراً گشت شروع کیا جائے... جو شخص دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرتا نظر آئے.... اسے اُڑا دیا جائے.... سُستی کرنے والے اور مس فائر کرنے والے اہلکار کو خفیہ پولیس خود اُڑائے گی"
دن کے ساڑھے گیارہ بجے آئی جی کا وائیرلیس بول اُٹھا-
"ایچ کیو ون.... دالگراں پوسٹ اوور" !!!
"یس.... بولو... دالگراں!!!" آئی جی نے کہا-
"انسپکٹر آغا سلطان احمد سر..... یہاں چوک دلگراں میں لاٹھی چارج کے دوران ایک بچّہ ہلاک ہو گیا ہے سر" ...

"کتنی عمر ہے؟"

"تقریباً 12 سال سر"

"ڈیڈ باڈی غائب کر دو... فوراً... اوور اینڈ آؤٹ"!!!!

⊙◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆⊙ ہ

موسمِ بہار کی آمد آمد تھی اور موسم کافی خوشگوار تھا۔

شہر کے حالات جاننے کے لئے ہم ہم موتی بازار سے مستی گیٹ بازار کی طرف باپیادہ جا رہے تھے۔ بازار بالکل سنسان پڑے ہوئے تھے۔

دور سنہری مسجد کی طرف سے کچھ نعروں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ شاید کوئی جلوس آ رہا تھا۔

اس دوران اچانک فائرنگ کی تڑتڑاہٹ سے فضاء گونج اُٹھی۔ بے شمار پرندے جھاڑیوں سے اُڑ کر فضاء میں چکّر لگانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی ایک عجیب بے ھنگم شور سنائی دیا۔

ہم صورتحال جاننے کے لئے ہٹہ بازار کی طرف دوڑے تو سامنے سے ایک سول وین مستی گیٹ بازار طرف مڑی۔

"سائیڈ پکڑو..... سائیڈ..." چاندپُوری چلائے۔

ہم نے جلدی سے ایک دیوار کی اوٹ لی اور ایک چھید سے باہر دیکھنے لگے۔ وین ہم سے کوئی دو سو قدم کے فاصلے پر آ کر رُکی۔ اس میں لمبے بالوں والے تین چار جوان نکلے جنہوں نے فوجی وردیاں پہن رکھی تھیں۔ انہوں نے دیوار کی سمت دو تین اندھا دھند بلٹ فائر کئے اور گاڑی میں بیٹھ کر رفوچکّر ہو گئے۔ دونوں گولیاں قریبی دوکان کے فرنٹ پر لگیں اور کچھ فرش اکھڑ کر ہمارے اوپر آن گرا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ....." میں نے پھولی سانسوں میں کہا۔ "فوجی ہمیں کیوں مار رہے ہیں؟؟"

"فوجی نہیں.... خلیفہ کے رضاکار ہیں... وہی ہوا جس کا ڈر تھا"...

"کیا ہوا؟؟"

"شہر میں قتل وغارت کا ٹھیکہ مرزائیوں کو مل گیا... چلو اب نکلو یہاں سے "

ہٹّہ بازار میں ہمیں صرف ایک ہی ذی روح نظر آئی۔ پینٹ کوٹ والا ایک بوڑھا کرسچیئن جو کُھچّا گراں کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اس کے گلے میں پڑی صلیب بری طرح جھول رہی تھی۔

"یہ مسٹر گین کیا کر رہے ہیں ادھر ؟؟" چاند پوری بڑبڑائے۔
"مسٹر گین ؟؟"
"لاہور بلدیہ کا انچارج ہے.... ایک منٹ.... مسٹر گین.... مسٹر گین..." انہوں نے آواز لگائی۔
مسٹر گین یکایک رُکے.... گلے میں پڑی صلیب کو چوما اور چلائے "اٹس سینٹ بار تھیلو میوڈے.... رن اوے"
اس بعد وہ ہولی جو سس... ہولی جو سس کرتے ایک گلی میں گھُس گئے۔
"سینٹ بار تھیلو میوڈے....؟؟ "
"ریاست اور مذہب کے بیچ ہونے والی سب سے بڑی جنگ.... جس میں ہزاروں پادروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا... اللہ پاکستان پر رحم فرمائے" !!!
ہم موتی مسجد کے قریب پہنچے تو سڑک پر خون ہی خون پڑا تھا ۔
وہ دن لاہور کی تاریخ میں سینٹ بار تھیلو میوڈے ہی تھا۔ پولیس نے بھی اس روز دِل کھول کر فائر نگ کی اور پراسرار جیپ پر سوار قادیانی دھشت گرد بھی شرح صدر سے گولیاں چلاتے رہے۔ سارا دن پولیس گولیوں اور سنگینوں سے تحریک کو ٹھنڈا کرتی رہی اور مسلمان خونِ جگر دیکر عقیدہء ختم نبوّت کی آبیاری کرتے رہے۔ صبح صبح بھاٹی دروازے کے قریب سے گزرنے والے ایک جلوس کو پُولیس نے کرفیو کی خلاف ورزی قرار دیکر بھون ڈالا۔ اس کے بعد نو لکھا بازار، سر کلر روڈ، بیرون دہلی دروازہ، ٹولٹن مارکیٹ، میکلو روڈ، نسبت روڈ اور موچی دروازہ سے گزرنے والے جلوسوں پر اندھا دھند فائر نگ کر کے شرکاء کے قلب و جگر کو چھید دیا گیا۔
پورا لاہور فائر نگ کی تڑتڑاہٹ سے گونج رہا تھا۔ پولیس باؤلے کتّے کی طرح تاک تاک کر نشانے باندھ رہی تھی۔ جگہ جگہ ختمِ نبوّت کے پروانوں کے لاشے تڑپ رہے تھے۔ رات دیر گئے تک حق و باطل کا یہ معرکہ جاری رہا اور اہلِ حق اپنے سینوں پر گولیاں کھا کھا کر شہادت کے جام پیتے رہے۔ پولیس لاشیں اٹھا اٹھا کر نا معلوم مقام پر منتقل کرتی رہی۔
مسجدِ وزیر خان سے بعد نمازِ مغرب 25 عاشقوں صادقوں کے جنازے اٹھائے گئے۔

تا ابد چمکیں گے یہ نور کے ہالے تیرے
ہاتھ باندھے ہیں کھڑے چاہنے والے تیرے
معرکہ ءبدر و احد اور کبھی کرب و بلا
کیسے اندازِ محبت ہیں نرالے تیرے

رات ہوئ تو لوگ گھروں کی چھتّوں پر چڑھ کر اذانیں دینے لگے-لاہور میں کوئ گھر ایسا نہ تھا جہاں شہداء کا ماتم بپا نہ ہوا ہو-پورا شہر شور و غوغا کا ایک ھنگامہ زار بنا ہوا تھا-رات بھر دور دور تک مہیب اور ھولناک شور کی آوازیں سنائ دیتی رہیں-

رات ایک بجے ہوم سیکرٹری، آئ جی، ڈی آئ جی، جنرل اعظم، اور بعد دوسرے فوجی افسران وزیرِاعلی کی کوٹھی پر پہنچ گئے-وزیرِاعلی انتہائ بے تابی سے ان سب کا انتظار کر رہے تھے-ادھر یہ لوگ پہنچے، ادھر اجلاس شروع ہو گیا-

"ٹُو منٹس سائلنس...ان دی گریف آف مارٹائر...ڈی ایس پی سیّد فردوس شاہ" وزیرِاعلی نے کہا اور سب لوگ سوکھی توری کی طرح مونہہ لٹکا کر بیٹھ گئے-

دو منٹ کی مہیب خاموشی کے بعد وزیرِاعلی نے سکوت توڑا-

"آج کا دِن پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے....شر پسندوں نے دِن دیہاڑے....ایک بہادر ڈی ایس پی کو نہ صرف موت کے گھاٹ اتارا....بلکہ اس کی لاش بھی مسخ کر دی-ثابت ہوا کہ اس تحریک کا مقصد ملک میں قتل و غارت گری کے سوا کچھ نہیں-لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ پولیس اور فوج مل کر بھی، شہر کو ان شر پسندوں سے خالی نہیں کرا سکے....میں پوچھتا ہوں آخر کیوں؟؟....ویئر از دی پرابلم؟؟"

"سر دوپہر سے لیکر اب تک پولیس مسلسل گولیاں چلا رہی ہے..." آئ جی نے کہا-"ہم دس کو مارتے ہیں...اس کی جگہ بیس اور آن کھڑے ہوتے ہیں...دِس از ریڈیکولس...آئ تھنک...ناؤ ملٹری شُولڈ کمپلیٹلی ٹیک اوور دی چارج "!!!

"کیوں جرنل صاحب...آر یو ریڈی ٹو کم اپ ان دی فرنٹ؟؟" وزیرِاعلی نے پوچھا-

جنرل اعظم نے جیب سے کچھ کاغذات نکالے، اور نظر کا چشمہ درست کرتے ہوئے گویا ہوئے:

"سر پہلے میں آپ کو ملٹری ایڈ ٹو سول پاور کی وضاحت کر دوں" ....

"دیکھئے جنرل صاحب یہ قانونی وضاحتوں کا وقت نہیں...اِٹس وار!!!....اب فوج کو توپ و تفنگ سمیت میدان میں اترنا چاھئے...اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہر گلی، ہر چوک میں ایک پولیس افسر کی لاش پڑی ہو گی"...

"سر توپ خانہ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں دشمن بھاری ہتھیار لئے سامنے کھڑا ہو....کراؤڈ کے ہاتھ میں بوتلیں اور ڈنڈے ہیں....طاقت کے بے جا استعمال سے مسائل پیدا ہونگے" جنرل نے کہا-

"ٹھیک ہے....لیکن سم ون ہیو ٹو ڈو سم تھِنگ فار دِس بُل شٹ!!!اس تحریک کو سختی سے کُچلنا ہماری مجبوری ہے....ورنہ کل کوئ اور تحریک اُٹھ کھڑی ہو گی....برٹش راج کو بھی ان ملاؤں نے پریشان کئے رکھا....اور اب پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر تُل گئے ہیں...."

"سر.... آئین کے مطابق فوج جو کردار ادا کر سکتی ہے، کر رہی ہے.... امن و امان کی بنیادی ذمہ داری پولیس کی ہی ہے... بارڈر پولیس بھی اس کے ساتھ ہے.... اگر کسی ایریا میں حالات پولیس کی دسترس سے باہر ہو گئے تو فوج آٹو میٹیکلی وہاں ٹیک اوور کر لیگی !!! ....
"

"حیرت ہے!!! یعنی آپ کے خیال میں اب تک کے حالات بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں؟؟" آئی جی نے کہا۔

"آف کورس.... سوائے ایک پر تشدد واقعے کے اور کچھ نہیں ہوا... کہیں کوئی پراپرٹی، کوئی گاڑی نہیں جلی... کوئی توڑ پھوڑ نہیں ہوئی ....ان حالات میں طاقت کا اتنا ہی استعمال کیا جائے جتنا مناسب ہے"

مسجدِ وزیر خان سے اذان فجر بلند ہوئی تو یہ اجلاس ختم ہوا۔

5 مارچ....1953ء....لاہور

"سر کراچی سے ڈیفنس سیکرٹری کا فون" !!! ....

"ہاں سر جی.... خیریت؟؟" آئی جی نے جماہی لیتے ہوئے کریڈل اٹھایا۔

"آئی جی صاحب... کچھ ہم سے بھی رابطہ رکھا کیجئے... پرائم منسٹر کو بریف دینی ہوتی ہے" اسکندر مرزا نے کہا۔

"اوہ سر جی.... یہاں دن رات میٹنگز چلتی ہیں.... اوپر سے شہر کے حالات " !! ....

"ڈی ایس پی فردوس شاہ کیسے قتل ہوا؟؟"

"انہی لوگوں نے مارا جو پچھلے ایک ہفتے سے شہر پر قابض ہیں...." آئی جی نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ مائی گوش!!!.... یعنی فوج اور پولیس دونوں بُل شٹ ہو گئے؟؟"

"کیا کریں سر؟... پولیس کے پاس اچھے ہتھیار نہیں.... اور جنرل صاحب آگے آنے کو تیار نہیں" ...

"کیوں؟؟... کیا کہتا ہے جنرل اعظم؟؟"

"اُن کے بھی نخرے ہیں یار.... جب تک شہر میں آگ نہیں لگے گی... مظاہرین گاڑیاں نہیں جلائیں گے... توڑ پھوڑ نہ ہو گی... فوج ٹیک اوور نہیں کرے گی... وٹ اے جنٹل مین یار" !!!

"تو کر دو اس کی خواہش پوری" !!

"کیا مطلب ؟"

"اوہ مائی جینٹل مین !!!!.... تم نے نیرو کا نام سنا ہے ؟؟... روم کا ایک مشہور بادشاہ تھا... چل چھوڑ.... ایسا کر... ایک فون نمبر دیتا ہوں... یہاں مرزا آتش بیٹھے ہونگے... انہیں بتادو کہ شہر میں تھوڑی بہت آگ لگا دیں.... چل رہنے دے... تو تھکا ہو گیا یار.... میں خود ہی کہ دیتا ہوں" ....

آئی جی نے ایک کھوکھلا قہقہہ لگا کر کہا:

"لیکن یہ آگ لگائے گا کون ؟"

"نامعلوم افراد..." اسکندر مرزا نے کہا اور فون بند کر دیا-

صبح 8 بجے جب آئی صاحب میٹنگ کے لئے گورنر ہاؤس کی طرف نکلے تو شہر بھر میں نامعلوم افراد کا راج تھا-

نسبت روڈ پر انہوں نے کئی دکانوں کو لٹتے دیکھا-ایک مرزائی بزّاز کی لاش سڑک پر پڑی تھی جسے سفید لٹھے سے ڈھک کر چاروں کونوں پر اینٹیں رکھ دیں گئی تھیں-بلوائی دکان سے کپڑوں کے تھان نکال رہے تھے-پولیس دور کھڑی تماشا دیکھنے میں مصروف تھی-

"ادھر آؤ..." آئی جی نے ایک بنگالی سپاہی کو آواز دی جو اپنی بندوق کو لھوں پہ ٹکائے پان چبا رہا تھا-

سپاہی بھاگا بھاگا آیا اور کڑاکے دار سلیوٹ کیا:

"نن... نیچے کر ہاتھ... ڈھکّن !!!" آئی جی صاحب نے ڈانٹا-

"پھکر کرنے کا ناہیں ہے ساب... ایدر سب اپنا ہی لوغ ہے" وہ پان چباتے ہوئے بولا-

"گورنر ہاؤس کا رستہ سیف ہے ؟" آئی جی نے پوچھا-

"ایک دم بڑھیا ساب... بس کوتوالی کی طرف کس ٔ گربر ہے.... باقی سب سیک ہے"...

"ٹھیک ہے.... دھیان سے کرو ڈیوٹی !!" آئی جی نے شیشہ چڑھاتے ہوئے کہا-

آئی جی صاحب گورنر ہاؤس پہنچے تو اجلاس شروع ہو چکا تھا- گورنر جنرل غلام محمد کی تقریر جاری تھی-ھوم سیکرٹری، جنرل اعظم، ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ اور ایس ایس پیز ہمہ تن گوش تھے-

"یہ ٹینشن کوئی پہلی بار نہیں دیکھی میں نے..." گورنر جنرل نے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا-" یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بمبئی میں تھا... شہر میں ھندو مسلم فسادات پھوٹے.... اور پورا بمبئی جلنے لگا"

"کیا چل رہا ہے ؟؟" آئی جی نے ہوم سیکرٹری کے پاس بیٹھتے ہوئے سرگوشی کی-

"شکار کے قصّے...!!!" ہوم سیکرٹری نے جواباً کہنی ماری-

"فسادات کو صرف ایک ہی چیز ٹھنڈا کرتی ہے.... گولی..... فسادات کی انیشیل اسٹیج پر ہی اگر کثیر تعداد میں بلوائی مار دیے جائیں تو بلوہ خود بخود دم توڑ جاتا ہے.... کیوں آئی جی صاب؟"

"سس.... سر.... اندرون شہر کا کنٹرول اگر فوج کے حوالے کر دیا جائے تو....!!!" آئی جی نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"اس پر بات ہو چکی ہے... یو آر لیٹ..... پولیس کو گولی چلانے کا کھلا اختیار ہے... اور گشتی دستوں کی مدد کے لئے فوج بھی موجود ہیں... کوارڈینیٹ وِد جنرل اعظم" !!!

"سر فردوس شاہ مرڈر کے بعد پولیس کے حوصلے پست ہیں..." آئی جی گڑگڑایا۔

"حوصلہ رکھو... جو جوان بہادری سے لڑے گا... اسے من چاہی جگہ پر دو مربع زمین دی جائے گی"...

آئی جی ایک ٹھنڈی سانس لیکر خاموش ہو گیا۔

"چیف سیکرٹری کہاں ہیں...؟؟" گورنر نے پوچھا۔

"سیکریٹیریٹ میں کلرکوں نے ھنگامہ مچار کھا ہے سر.... انہیں شانت کرنے گئے ہیں" ہوم سیکرٹری نے بتایا۔

"کلرکوں کو کیا ہوا؟؟"

"کل ہونے والے قتلِ عام کی وجہ سے سب برہم ہیں سر" ....

"اوہ گاڈ... اس کا مطلب ہے... یہ تحریک سرکاری مشینری میں بھی گھس چکی...؟؟ "

"یس سر... ریلوے ملازمین بھی ہڑتال پر ہیں... اور محکمہ ء بجلی کے لائن مین بھی کام چھوڑے بیٹھے ہیں "

"ایسا کرو..... سپہر کی میٹنگ میں کچھ معززینِ شہر کو بلواؤ.... پھر ایک بیان پر ان کے دستخط کرواؤ.... اور یہ بیان ریڈیو سے نشر کرواؤ..... اس سے پبلک پر اچھا اثر پڑے گا..... لکھوا بھی"...

"یس... سر" ہوم سیکرٹری کاغذ قلم سونت کر سیدھا ہو گیا۔

"لکھو.... ختم نبوّت کے نام پر...... امن وامان..... تباہ کرنے والے لوگ ملک و قوم کے دشمن ہیں... ان کے مطالبات محض تعصب اور کوتاہ فہمی پر مشتمل ہیں... جماعت احمدیہ پاکستان کی ایک پر امن، غیر متعصب اور ایجوکیٹڈ کمیونٹی ہے"....

"سر ایک منٹ..." ہوم سیکرٹری لکھتے لکھتے رُک گیا۔

"کیا ہوا؟ "

"سر اس مسودے پر کوئی معزز آدمی سائن نہیں کرے گا" !!!

"چلو پھاڑ دو" !!!

⊙----------⊙

اس دن پولیس نے شرح صدر کے ساتھ گولی چلائی۔
پولیس کی درندگی کا شکار صرف اور صرف ختمِ نبوّت کے پر امن رضاکار ہی بنے۔ جلاؤ گھیراؤ اور لوٹ مار کرنے والوں کو کسی نے پوچھا تک نہیں ۔
سب سے زیادہ ظلم گوالمنڈی میں ہوا۔
عبدالکریم مرزائی اے ایس آئی اور خان بہادر سپریڈنٹ بارڈر پولیس یہاں تعیّنات تھے۔ خان بہادر وہی شخص تھا جس نے 1935ء میں مسجدِ شہید گنج تحریک میں بھی مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے تھے۔ انگریز حکومت نے اس تحریک کو کچلنے کے انعام میں خان بہادر کو بے شمار تمغوں سے نوازا تھا۔ آج پھر وہ دو مربع زمین کے لالچ میں ایمان بیچنے آیا تھا۔ یہ دونوں آفیسر زر ضاکاروں کو ابھار ابھار کر گولیاں چلاتے رہے۔
پولیس گاڑی پر لگے میگا فون سے بار بار اعلان کیا جاتا:
"ہے کوئی ختمِ نبوّت کا پروانہ؟؟...ہے کوئی شہادت کا تمنّائی؟؟"
اعلان سنتے ہی آٹھ دس دیوانے مستانے نعرہء تکبیر لگاتے ہوئے آگے بڑھتے اور بارڈر پولیس انہیں گولیوں سے بھون دیتی ۔
دن بھر نہ تو عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ ایک قدم پیچھے ہٹے اور نہ ہی پولیس کے دل میں لمحہ بھر کو انسانیت جاگی۔ صبح نو بجے سے لیکر دو پہر دو بجے تک یہ مقتل گاہ یونہی سجی رہی۔ لوگ جوق در جوق "لبیک یا رسول اللہ ﷺ " کا نعرہ لگاتے ہوئے، ناموسِ رسالت پر قربان ہوتے رہے... وقفے وقفے سے ایک فوجی گاڑی آتی اور اسلحہ دیکر چلی جاتی۔ ان شہداء کی تعداد کسی نے ایک ہزار لکھی تو کسی نے دس ہزار۔ رب سچّا ہی جانتا ہے کہ کتنے لوگ شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ان گمنام مجاھدین کی لاشیں ٹرکوں میں ڈال کر چھانگا مانگا جنگل میں پہنچائی گئیں۔ ان کے جسدِ خاکی ایک طویل کھائی میں پھینک کر، پہلے تیل چھڑک کر آگ لگائی گئی، پھر اس اجتماعی قبر کی مٹّی برابر کر دی گئی۔

سرورِ کونین ﷺ سے، جب سر کا سودا ہو چکا
ہم نہ پوچھیں گے کسی سے بھاؤ اب بازار کا

6مارچ....1953ء....لاہور

"یہ ریڈیو پاکستان لاہور ہے----ریاض الدین سے خبریں سنئے----

ہِز ایکسیلینسی گورنر جنرل جناب غلام محمد نے کہا ہے کہ لاہور کا امن بہت جلد بحال کر دیا جائیگا----انہوں نے معززین شہر کے ایک وفد سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ مُٹھّی بھر بلوائیوں کو مذہب کے نام پر شہر کا امن تباہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی----انہوں نے پولیس کو تاکید کی کہ بہر صورت تشدّد اور فائرنگ سے اجتناب کریں-----معزّزینِ شہر نے ہِز ایکسیلینسی کو ہر ممکن حمایت اور تعاون کا یقین دلایا" ----

"بند کر ریڈیو یار.... نرا جُھوٹ بکواس" سٹی میجسٹریٹ نے کہا اور آئی جی نے گاڑی میں نصب ریڈیو آف کر دیا -

"اب کہاں چلنے کا ارادہ ہے ؟؟"

"کوتوالی چلتے ہیں... بس تھوڑا حالات کا جائزہ لینے "آئی جی نے کہا-

"میں تو کہتا ہوں واپس چلیں... حالات ٹھیک نہیں لگ رہے "میجسٹریٹ شیشے سے باہر جھانکتے ہوئے بولا-

"ملٹری کے ہوتے ہوئے بھی ڈرتے ہو یار.... کمال ہے" !!!

"ملٹری باغ جناح میں بیٹھی ہے اور بلوائی شہر میں" ...

ریلوے اسٹیشن کے قریب انہوں نے ایک جلوس دیکھا جو کاروں، سائیکلوں اور تانگوں کو روک رہا تھا- جلوس کی قیادت ایک داڑھی والا شخص کر رہا تھا- آئی جی نے ایک سائیڈ پر گاڑی روک دی-

"پھنسا دیاناں یار... گاڑی موڑ..." میجسٹریٹ چشمہ درست کرتے ہوئے بولا-

"ڈرنے کی ضرورت نہیں... وہ بزرگ جو سفید ٹوپی پہنے مجمع سے نعرے لگوا رہا ہے... اپنا ہی بندہ ہے"...

"کیا مطلب ؟" میجسٹریٹ نے حیرت سے پوچھا-

"خُفیہ کا ہے یار" !!! ...

آئی جی صاحب نے ہارن دیا تو وہ شخص بھاگا بھاگا ادھر چلا آیا-

"ٹریفک کیوں روک رکھی ہے دولت خان ؟" آئی جی نے شیشہ نیچے سرکاتے ہوئے پوچھا-

"جلوس نوں تھوڑا مصروف رکھیا اے... تُسی نکل جاؤ... کش نئیں کہندے "

"کچھ نئیں کا بچّہ.... اگر گاڑی جلا دی تو؟"

"او سر جی بے فکر ہو جاؤ... میں تہاڈے اگے اگے چلداں... آؤ میرے پچھے پچھے" یہ کہ کر دولت خان گاڑی کے آگے آگے نعرے لگاتا ہوا چلا...

"شاہی پولیس....زندہ باد"

"زندہ باد...زندہ باد!!!" مجمع نے نعرہ لگایا-

جلوس سے کچھ لوگوں نے آئی جی کی گاڑی روکنے کی کوشش کی لیکن دولت خان نے کمالِ مہارت سے انہیں سمجھایا کہ یہ شاہی پولیس کے افسر ہیں.... قتلِ عام تو بارڈر پولیس کر رہی ہے-

"کمال کا آدمی ہے یار....یہ دولت خان" مجسٹریٹ نے تبصرہ کیا-

ہاں بس داڑھی نقلی ہے حرامزادے کی... کسی دن پکڑا گیا تو تکہ بوٹی کروالے گا اپنی" آئی جی نے کہا -

" بڑا رسک ہے یار.... نقلی داڑھی پہن کر اصلی داڑھی والوں سے نعرے لگوانا... سیلوٹ دولت خان" چیف سیکرٹری بول اٹھا-

" صرف ایک دولت خان نہیں...اڑھائی سو خُفیہ والے بیٹھے ہیں مسجد وزیر خان میں..... کسی بھی تحریک کو کریش کرنے کے لئے کچھ سرکاری پرزے فٹ کرنے ہی پڑتے ہیں" !!! ...

نولکھا تھانہ کے قریب انہوں نے ایک ٹینک دیکھا جس پر کوئی فوجی نہیں تھا-ایک ریش دراز ٹینک پر چڑھ کر مجمع سے نعرے لگوا رہا تھا:

"پاک فوج...زندہ باد"

"جنرل اعظم...زندہ باد"

"یہ بھی خفیہ کا ہے؟؟" مجسٹریٹ نے شیشہ نیچے سرکاتے ہوئے پوچھا-

"جاؤ اور جا کر داڑھی چیک کر لو....." آئی جی نے گاڑی چلاتے ہوئے کہا-

"رسک ہے یار...اصلی نکل آئی تو؟؟"

سرکلر روڈ کے زیریں پُل کے پاس انہیں ایک لٹھ بردار ہجوم نے روکا-یہ لوگ نعرے لگا رہے تھے -

"ہڑتال....ہڑتال...پہیہ جام ہڑتال "

اس سے پہلے کہ وہ کار کو روکتے،ایک خفیہ والا بزرگ بھاگا بھاگا ادھر آیا-

"اوبے وقوفو.....کار نوں چھڈّو.....اوس تانگے نوں روکو..." اس نے چیخ کر مظاہرین سے کہا-

ہجوم لاٹھیاں سونتے تانگے کے پیچھے ہولیا....اور اسے روک کر گھوڑے کو کھول دیا-

سرکلر روڈ سے آگے پولیس کی ساری چوکیاں خالی تھیں...البتہ خفیہ والے یہاں بھی ادھر ادھر مٹک رہے تھے-

"ادھر آؤ دلبر حسین..." ڈی آئی جی نے ایک سبز پوش فقیر کو آواز دی جو درویشوں والا لمبا چوغہ پہنے حق مولا حق مولا کے نعرے لگا رہا تھا-

"پولیس کہاں چلی گئ؟؟"آئ جی نے استفسار کیا-

"ریٹریٹ کر گئ سر..."سبز پوش کن اکھیوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا-

"کیوں؟؟.....کوئ گڑبڑ ہوئ ہے؟؟"

"نہیں سر...ایس ایس پی مرزا نعیم سب کو لے کر کوتوالی چلے گئے ہیں"...

"مرزا نعیم کی ایسی کی تیسی!!!"آئ جی نے یہ کہتے ہوئے گاڑی آگے بڑھادی-

وہ کوتوالی کے سامنے پہنچے تو فضاء دھواں دھار تھی-ہر طرف آنسو گیس کے اثرات پھیلے ہوئے تھے-تھانے کے باہر ہزاروں کا مجمع کھڑا نعرے لگا رہا تھا:

"پاک فوج....زندہ باد"

"شاہی پولیس زندہ باد"

پولیس کانسٹیبلری...مردہ باد"

"بارڈر پولیس...مردہ باد"

ایک لمبی داڑھی اور زلفوں والا جوان جس نے سر پر کفن باندھ رکھا تھا ان کی طرف دوڑا چلا آیا-

"یہ کیا ہو رہا ہے سمندر خان؟؟"

"سر جی....بارڈر پولیس نے کل جو پائرنگ کیا تھا ناں....اس پر عوام شور کرتا ہے....بولتا ہے گولی چلانے والے کو امارہ حوالے کرو....ام تو آنسو گیس پینک پینک کر تک گیا اے"....

"مرزا نعیم الدین کہاں ہیں؟"

"اندر ہے سر جی.....کوتوالی میں....تم گاڑی کو پیچھے سے لے کر آؤ"....

"کوتوالی میں انڈے دے رہا ہے....؟؟"

آئ جی نے کوتوالی کے پچھواڑے میں گاڑی روکی اور سیدھا اندر چلے گئے-

ایس ایس پی مرزا نعیم، بوٹ اور شرٹ اتارے کرسی پہ نیم دراز تھا-

"ایس ایس پی صاحب...خیریت؟آپ محاذ چھوڑ کر بھاگ آئے؟؟"آئ جی نے آتے ہی پوچھا-

مرزا نعیم بُت بنا آئ صاحب کو دیکھتا رہا، پھر اچانک مونہہ پھیر لیا-

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟؟"

"میری طبیعت توٹھیک ہے سر... لیکن سرکار کو شاید باولے کتّے نے کاٹ لیا ہے"...

"کیا ہو گیا ہے ؟؟"

"کل پانچ سو بارہ بندہ قتل کیا ہے میں نے.... اپنے ان ہاتھوں سے... دیکھیں ان انگلیوں کو... ورم آگیا ٹرائگر دبا دبا کے... لیکن... ہوا کیا؟؟.... دس مارے... تو بیس اور آکر کھڑے ہو گئے... 500 بندہ مار چکے تو آرڈر آیا فائر نگ روک دو.... آج پھر کہہ رہے ہیں فائر نگ شروع کر دو... حکومت کا ضمیر تو کتّے کی موت مر چکا... ہم کیوں کٹھ پتلی بنے رہیں" !!! ....

"اوہ... تو 500 مسلمان مار کے ایک مرزائی کا ضمیر جاگ اٹھا..."آئی جی نے کیپ اتار کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا-

"لعنت ایسی مرزائیت پر... جس کی بنیادیں انسانی خون میں لتھڑی ہوں... لعنت ایسی نوکری پر... جس میں صبح سے شام تک کیڑے مکوڑوں کی طرح انسانوں کو مارا جائے"

"فوج ہماری مدد کے لئے موجود ہے ناں"

"ارے صاحب... کیا کرے گی فوج ؟؟... شہر میں بلوہ ہوتا ہے تو لوگ ہجرت کرتے ہیں... نکل لیتے ہیں... یہاں لوگ الٹا داخل ہو رہے ہیں... آج بھی ملک بھر سے ہزاروں لوگ لاہور میں داخل ہوئے... کس کس کو مارے گی فوج؟؟ یہ رہا میرا استعفی !!!"مرزا نعیم نے ایک کاغذ آئی جی کے سامنے رکھتے ہوئے بولا-

"یہ بات چیف منسٹر کے سامنے کہہ سکتے ہو؟؟؟"

"کیوں نہیں.... اپنے ہی عوام کو قتل کر کے حکومت کبھی نہیں جیت سکتی... اسے مذاکرات کا رستہ اختیار کرنا چاہئے... اور عوام کے مطالبات پر کان دھرنے چاہئیں "

"چلو میرے ساتھ.... ابھی اور اسی وقت.... !!!"آئی جی نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور کوتوالی سے باہر نکل گیا-

مرزا نعیم الدین اس کے پیچھے پیچھے تھا-

آئی جی نے مرزا نعیم الدین کو ساتھ بٹھایا اور چیف منسٹر ہاؤس کی طرف نکل کھڑے ہوئے-

راستے میں جا بجا انہوں نے جلاؤ گھیراؤ کے مناظر دیکھے-

میکلوروڈ پر ایک پولیس وین دیکھ کر آئی جی نے گاڑی روکی:

"یار محمد... کیا خبر ہے ؟؟ "

"ستّے خیراں نیں سرجی... سب ٹھیک ٹھاک اے!!!" ایک موٹے سے انسپکٹر نے وین کے اندر سے سر باہر نکالا -

"شہر کے حالات کیسے ہیں؟؟"

"ڈاکخانے نوں اگ لگی اے.... باقی سب ٹھیک ٹھاک اے..... مغل پورے وِچ اِک احمدی محمد شفیع برماوالے نوں قتل کر دِتّا گیا اے ...تے... باقی سب ٹھیک ٹھاک اے... بھاٹی دروازے دے اندر چُھرّے مار کر ایک احمدی اسٹوڈنٹ نوں مار دتّا گیا... باقی سب ٹھیک ٹھاک اے...تے... مرزا کریم بیگ نوں میرا خیال آ کہ.... فلیمنگ روڈ تے چھرے مار کے.... نئیں بلکہ اگ وِچ ساڑ دِتّا مجمع نیں... نئیں... بلکہ مار کے فیر ساڑیا.... باقی سب" ....

"اچھا اچھا ٹھیک ہے.... حالات پہ نظر رکھو.... اگر جان کا خطرہ نظر آئے تو کھسک لو یہاں سے..." آئی جی نے یہ کہ کر گاڑی بڑھادی-

وہ دونوں چیف منسٹر ہاؤس پہنچے تو وہاں اُلّو بول رہے تھے-

"سی ایم صاحب کہاں ہیں" آئی جی نے سنتری سے پوچھا-

"گورنر ہاؤس چلے گئے ساب" سنتری نے سلام کرتے ہوئے مژدہ سنایا-

آئی جی نے گاڑی ریورس کی اور گورنر ہاؤس جانے والی سڑک پر چڑھادی -

شہر بھر کی دکانیں بند تھیں- مظاہرین کی چھوٹی موٹی ٹولیاں ادھر ادھر شرارت کی نیّت سے گھوم رہی تھیں-

راستے میں انہوں نے ایک ہجوم کو دیکھا جو ٹیلی فون کا ایک کھنبا اکھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا-

"انہیں دیکھو.... کھنبے پہ غُصّہ اتار رہے ہیں" آئی جی نے کہا-

"لاہور کا رابطہ پورے ملک سے کاٹا جا رہا ہے سر.... یقین کریں حکومت بری طرح پھنس چکی ہے" مرزا نعیم نے شیشے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا-

⊙----------⊙

گورنر ہاؤس مچھلی بازار بنا ہوا تھا-

شہر کی پل پل بگڑتی صورتِ حال پر ہر کوئی اپنا اپنا تبصرہ فرما رہا تھا- لاہور کے تمام کونسلرز اور کابینہ کے ارکان کے بھی موجود تھے- گورنر پنجاب آئی آئی چندریگر، وزیر اعلیٰ دولتانہ دوسرے وزراء اور اعلیٰ حکام بے بسی کی تصویر بنے بیٹھے تھے- اس دوران چیف سیکرٹری اور ہوم سیکرٹری گورنر ہاؤس پہنچے-

"کیا خبر ہے....؟؟" گورنر نے پوچھا-

دونوں خاموش کھڑے ہو گئے-

"کچھ بتاؤ بھی...؟؟کک.... کیاحالات ہیں سیکریٹیریٹ کے؟؟"وزیر اعلی کی پریشانی قابل دید تھی۔

"سر... بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر آئے ہیں... ملازمین کل کے قتلِ عام کی وجہ سے بہت برہم ہیں.... صرف سیکرٹیریٹ ہی نہیں ٹیلی فون آفس، ٹیلی گراف آفس، محکمہ گیس، محکمہ ڈاک، محکمہ ریلوے سب تحریک میں شامل ہو چکے ہیں.... ریل کی پٹڑی اکھاڑ دی گئ ہے.... پچاس ہزار لوگ پولیس ھیڈ کوارٹر کا گھیراؤ کر کے بیٹھے ہیں... ہزاروں لوگ لاہور میں داخل ہو رہے ہیں.... بیرونِ باغ بھی تقریباً پچاس ہزار کا مجمع کھڑا مطالبہ کر رہا ہے کہ گرفتار کرو یا گولی مار دو" ....

"حل بتاؤ حل.... کہانیاں مت سناؤ!!!"وزیر اعلی نے کہا۔

"آپ کے پاس صرف دو راستے ہیں...."مودودی صاحب جو کافی دیر سے خاموش بیٹھے تھے اچانک بول پڑے۔

"کہئے مولانا......؟؟؟"

"وزیر اعظم عوامی مطالبات پر گفت و شنید کا اعلان کریں.... اسی میں فائدہ ہے.....اور دوسرا راستہ تحریک کو طاقت سے کچل دینے کا ہے.... اس میں ہمیشہ کا خسارا ہے.... آپ پہلا راستہ اختیار کریں....اور مذاکرات کا اعلان کریں" !!!

"سر میرے ذھن میں بھی ایک آئیڈیا ہے..."چیف سیکرٹری نے کہا۔

"جی فرمایئے...؟؟"

"مجلسِ احرار اور جماعتِ اسلامی دونوں کو فوری طور پر کالعدم قرار دیا جائے... شہر بھر سے اچھے اچھے مولوی اکٹّھے کیے جائیں... جو باہر نکلیں اور لوگوں کو سمجھائیں کہ ختم نبوّت کے نام پر تشدّد فوری بند کیا جائے...اور آخری تجویز یہ ہے کہ شہر کو مکمل طور پر فوج کے حوالے کر دیا جائے "....

اس دوران آئی جی اور ایس ایس پی مرزا نعیم بھی گورنر ہاؤس پہنچ گئے۔

"کیا خبر ہے آئی جی صاب؟؟"گورنر اور چیف منسٹر یکبار بول اُٹّھے۔

"سر پولیس ھیڈ کوارٹر بلوائیوں کے گھیرے میں ہے.... پولیس مکمل طور پر دل ہار چکی ہے" ....

"وٹ.... نان سینس؟؟"گورنر نے کہا۔

"سر ایس ایس پی نعیم الدین آپ کو سارا احوال سنائیں گے "آئی جی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ہاؤس میں یکایک خاموشی چھاگئ۔سب لوگ ٹکر ٹکر مرزا نعیم الدین کی طرف دیکھنے لگے۔

"پولیس...اب مزید قتل عام نہیں کر سکتی سر"مرزا نعیم الدین نے آغازِ کلام کیا"بہت خون بہہ چکا... بہت لوگ مار دیے ہم نے.... اس تحریک کو.... گولیوں اور سنگینوں سے ٹھنڈا نہیں کیا جا سکتا.... آپ چاہے ہزاروں مار دیں... لاکھوں اور کھڑے ہو جائیں گے...

آپ کو.... عوام کے بنیادی مطالبات ماننے ہی ہونگے... اور اگر آپ نے ظلم و بربریّت مزید جاری رکھنا ہے تو کم از کم میرا استعفی قبول کیجئے" !!!

مرزا نعیم الدین کے بیان سے گورنر ہاؤس میں مایوسی چھاگئ- تمام درباری ٹوڈیے بغلیں جھانکنے لگے-

اسی دوران باہر ایک دھماکہ ہوا اور گورنر ہاؤس کی بجلی چلی گئ-

"دیکھو... ذرا... کیا ہوا ہے..."وزیر اعلی نے لرزتی ہوئ آواز میں کہا-

اتنے میں ایک سپاہی اندر آیا اور پھولی سانسوں میں بتایا کہ گورنر ہاؤس کا ٹرانسفارمر اڑا دیا گیا ہے-

"اوہ... مائ گاڈ... او مائ گاڈ.... جلدی کرو.... فون ملاؤ... وزیر اعظم کو فون ملاؤ... کراچی.... ابھی اور اسی وقت "...

چیف سیکرٹری بھاگا بھاگا فون اٹھالایا اور جلدی جلدی کراچی کا نمبر ملانے لگا-

"فون تو ڈیڈ ہے سر " !!! ....

"ملٹری ٹرنک کال ملاؤ.... جلدی... ارجنٹ...."گورنر کا گلہ خشک ہونے لگا-

"سر کوئ فائدہ نہیں..."آئ جی نے کہا-"ٹیلیفون کے تار کٹ چکے... اب جو کچھ کرنا ہے.... آپ نے کرنا ہے"

"اوہ مائ گاڈ!!! پھر جلدی کرو..... مودودی صاحب.... آپ ایک بیان کا مسودہ تیّار کریں.... وزیر اعلی پنجاب اپنی اور اپنی وزارت کی طرف سے اعلان کرتے ہیں کہ ان کی حکومت تحفظ ختمِ نبوّت کے لیڈران سے فوری مذاکرات کرنے کے لئے تیّار ہے.... سر ظفراللہ خان کو وزارتِ خارجہ سے فوری طور پر ہٹانے کے لئے ہم وزیر اعظم کو ارجنٹ سمری بھجوا رہے ہیں.... اب فوج اور پولیس.... فائرنگ نہیں کرے گی.... بالکل فائرنگ نہیں کرے گی.... جلدی سے ایک وفد بھیجو.... مسجد وزیر خان میں.... جلدی... ابھی"!!!

"لیکن مسجد میں جائے گا کون؟؟"آئ جی نے کہا-

"مسجد میں وفد بھیجنا خطرناک ہے سر... خدانخواستہ..."چیف سیکرٹری نے کچھ کہنے کی کوشش کی-

"ایک شخص ہے.... خلیفہ شجاع الدین...."مودودی صاحب نے کہا-"اس وقت مجلس احرار کی کمان ان کے ہاتھ میں ہے... ان کی سربراہی میں پارلیمان کا ایک وفد بھیجو.... شاید امن کی کوئ صورت نکل آئے "

"ٹھیک ہے... ٹھیک ہے.... ریڈیو سے بھی اعلان کرواؤ... اور ہوائ جہاز سے اشتہارات بھی گراؤ.... اور خلیفہ شجاع کے پاس بھی یہ مسوّدہ بھجواؤ..... ابھی فوراً" !!!! ....

اس کے بعد ہر کوئ اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گیا... اور وزیر اعلی ہر دس منٹ بعد پوچھتے رہے.....

"خلیفہ کو مسوّدہ بھجوا دیا......؟؟؟؟؟"

"اشتہارات گرائے.........؟؟؟؟"

"مذاکراتی وفد تیّار ہوا؟؟؟؟ "

قوم کی زندگیوں میں اندھیرے جھونکنے والے حکمرانوں کا اپناٹرانسفار مر اُڑاتوان جیسانیک آدمی کوئی نہ تھا-

6مارچ1953 جمعہ المبارک!!!

نمازِجمعہ کے بعد حکومت کا مذاکراتی وفد مسجد وزیر خان پہنچا-

وفد کی قیادت اسپیکر پنجاب اسمبلی خلیفہ شجاع الدین کر رہے تھے-وفد میں مسلم لیگ کے شیخ سردار محمد،احمد سعید کرمانی اور بیگم سلمی تصدق حسین شامل تھے-یہ حضرات مسجد میں داخل ہوئے تو کارکنان کی آنکھوں میں نفرت کے شعلے بھڑکنے لگے-مسجد کے دروازے پر کھڑے جزباتی کارکنان ان پر فقرے چست کرنے لگے:

"ماشاءاللہ....... سبحان اللہ.....وفد آیا ہے" !!!

اب آپ کی آنکھ کھلی ہے...؟؟"

"ہزاروں لوگ قتل کر کے اب مذاکرات کرنے آ گئے ہو....؟؟"

"پہلے تماشا دیکھتے رہے...اب ہماری جدوجہد پر پانی پھیرنے آئے ہو.....؟؟ "

رضاکاروں نے جوشیلے نوجوانوں کو سمجھابجھا کر خاموش کرایا-اور اراکینِ وفد کو باحفاظت مسجد کے اندر لے گئے-

مسجد کے حُجرے میں مولانا عبدالستار نیازی،مولانا بہاء الحق قاسمی،مولانا غلام غوث ہزاروی اور سیّد خلیل احمد قادری موجود تھے-انہوں نے وفد کا استقبال کیااور مذاکرات شروع ہو گئے-

"آپ کی تحریک کامیاب ہو چکی ہے... صوبائی حکومت سر ظفراللہ خان کی فوری برخواستگی سمیت آپ کے تمام مطالبات مرکزی حکومت کو بھجوارہی ہے....آپ تحریک ختم کرنے کا اعلان کر دیں....تاکہ شہر میں امن قائم ہو سکے "وفد نے کہا-

"جب تک کراچی میں قید مجلس کے رہنماؤں کو آزاد نہیں کیا جاتا... ہم حکومت کی نیّت پر اعتبار نہیں کر سکتے "مولانا نیازی رح نے دوٹوک جواب دیا-

"دیکھئے حکومت کوشش کر رہی ہے.... تھوڑا وقت لگے گا" ....

"کتنا وقت لگے گا؟؟ایک دن،ایک مہینہ یا ایک سال؟؟"

"دیکھئے بہت خون بہہ چکا.....اب امن قائم کرنے میں حکومت کی مدد کیجئے"
"آپ ہمیں نصیحت فرمانے کی بجائے مسلم لیگ کو تھوڑی شرم دلائیے... کیا رعایا کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے؟؟... گولیوں کی اندھادھند موسلادھار بارش.....؟؟... کیا ہمارا مطالبہ اسلام کا بنیادی مطالبہ نہیں ہے؟؟"
"بے شک آپ کے مطالبات جائز ہیں.....اور حکومت اب گفت وشنید چاہتی ہے"
"گفت وشنید ہم سے نہیں قیادت سے کیجئے" !!! ....
"لیکن اس وقت تو قیادت آپ ہی کے ہاتھوں میں ہے" !!!
"ہم مذاکرات کا اختیار نہیں رکھتے... آپ پہلے مجلس کی قیادت کو آزاد کرائیے.... پھر مذاکرات کیجئے" !!!
اس گفتگو کے بعد کچھ مایوسی چھا گئی۔
مولانا بہاءالحق قاسمی نے بیگم سلمٰی تصدّق حسین سے کہا۔
"بیگم صاحبہ... یہ مسلم لیگ کا جلسہ تو نہیں کہ آپ کھلے بندوں بے پردہ تشریف لے آئیں.... خانہءخُدا ہے.... اگر یہاں قدم رنجہ فرمانا ہی تھا تو پردے کا خیال بھی کر لیا ہوتا... باہر لوگ اس بے پردگی پر سخت معترض ہیں".....
بیگم صاحبہ نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔
"عبدالکریم.... جاؤ کسی مقامی رضاکار کو بولو کہ برقعہ لے کر آئے" !!! ...
باہر صحن میں بیٹھے کارکنان میں وفد کی وجہ سے اشتعال پھیل رہا تھا۔ مذاکرات ناکام ہو چکے تھے۔ کچھ دیر بعد ایک کارکن ٹوپی برقعہ لیکر حاضر ہوا جو بیگم صاحبہ کو اوڑھا دیا گیا۔ اس کے بعد مذاکراتی وفد کو مسجد کے بغلی دروازے سے واپس پیک کر دیا گیا ۔
تقریباً تین بجے ایک چھوٹا سا زرعی جہاز "بھوں بھوں" کرتا مسجد کے اوپر چکر لگانے لگا۔ اس نے فضاء سے پمفلٹ گرائے جن میں سے کچھ مسجد کے اندر گرے کچھ باہر:

"وزیراعلی پنجاب یہ اعلان کرتے ہیں کہ ان کی حکومت تحفظ ختم نبوت کے لیڈران سے فوری گفتگو کے لئے تیار ہے۔ وہ عوام کو اطمینان دلاتے ہیں کہ فوج اور پولیس اب فائرنگ نہیں کرے گی۔ صوبائی حکومت کا ایک وزیر فوری طور پر قوم کے یہ متفقہ مطالبات لیکر بزریعہء طیارہ آج ہی دارالحکومت روانہ ہو رہا ہے۔ ہماری پُرزور سفارش ہے کہ چوھدری ظفراللہ خان کو ان کی وزارت سے فوری طور پر برطرف کیا جائے"

لاؤڈ اسپیکر والی گاڑیاں شہر بھر میں یہ اعلان کرتی پھرتی تھیں۔ ریڈیو سے بھی یہ اعلان نشر ہو رہا تھا۔
ہر طرف ایک خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ ملک بھر میں مسلم لیگ کی سٹی کونسلز نے اس حکومتی اقدام کے حق میں فوری قرادادیں

منظور کرنا شروع کر دیں-مردہ چہرے تمتما اُٹھے-عوام نے خوشی سے ایک دوسرے کو گلے لگا لیا- تحریکِ ختم نبوّت 1953ء آگ اور خون کا دریا عبور کر کے بالا خر اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی-مسجد وزیر خان میں اعلان کر دیا گیا کہ جو کارکناں واپس جانا چاہتے ہیں، جا سکتے ہیں-بے شمار لوگ مسجد کے بغلی دروازوں سے نکل کر اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے-مسجد میں اب صرف دور دراز سے آئے ہوئے تقریباً چالیس ہزار رضا کار ہی رہ گئے تھے-

ٹھیک شام پانچ بجے فوجی گاڑیاں اندرون شہر داخل ہونے لگیں-ہر طرف مارشل لاء مارشل لاء کا شور مچ گیا!!! ....

"مارشل لاء آگیا...مارشل لاء آگیا!!!"لوگ مختلف سرگوشیاں کرتے ہوئے چھولداریوں سے باہر جھانکنے لگے-

گاڑیاں وزیر خان چوک میں آکر ٹھہر گئیں-

ایک جیپ سے بغل میں اسٹِک لئے، پاکستان برّی فوج کے پہلے مسلمان کمانڈر انچیف باہر نکلے-

"جنرل اعظم!!! سیز دی موسک....اینڈ ٹرائی ٹُوا ریسٹ ہم لائیو" !!!

"یس سر" !!!

"ٹیک کیئر......نو بلڈ شڈ...مئے وی ہیو ٹُورُول دِس پُوور نیشن اِن فیوُچر"!!!

"یس سر!!!"جنرل اعظم نے چیف کو سیلوٹ کیا-

ھدایات دیکر کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خان واپس اپنی گاڑی میں جا بیٹھے اور جیپ بڑھا دی-

"کارڈن آف دی ایریا.....ہری اپ.....سیز دی موسک....امیجیٹ!!!"جنرل صاحب سپاہ کو ھدایات دینے لگے-

نئی اسلامی جمہوری ریاست کے سادہ دِل عوام کھڑکیوں سے جھانک جھانک کر اس نخلستان کا نظارہ کر رہے تھے جو جمہوریت کے تپتے ریگزاروں میں پہلی بار نظر آیا تھا-حالات کی سرکش موجوں میں ابھرنے والے اس جزیرے کو لوگ ایڑیاں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے تھے جس کا نام "مارشل لاء" تھا-

"فوج آگئی....ہن ءسب سُووت ہو جاؤ و"ایک بُڈّھے نے کھڑکی سے جھانکتے ہوئے تبصرہ کیا-

"آہو.....سائنس داناں نوں کوڑے لگن گے....ظالماں دا حساب ہووئے گا!!!"ایک مائی نے خیال ظاہر کیا-

سادہ دل عوام نہیں جانتے تھے کہ جمہوریت ہو یا مارشل لاء کوڑا ہمیشہ عوام کی ہی پیٹھ پر لگتا ہے-حساب ہمیشہ قوم ہی دیتی آئی ہے، ظالموں کا حساب لینے والا نہ تو آج تک کوئی پیدا ہوا ہے، نہ ہی آئندہ ہو گا-

مسجدِ وزیر خان میں مولانا عبدالستار نیازی رح کا خطاب جاری تھا:

"ناعاقبت اندیش حکمرانوں !!!!...اپنے گلے میں فوجی بوٹوں کے ہار پہننے والو....بہت بڑی غلطی کر رہے ہو....اپنی ہی عوام کو روندنے چلے ہو؟؟....ارے فوج کا کام سرحدوں کا دفاع ہوتا ہے...اپنے ملک کو فتح کرنا نہیں....کون سا فساد برپاء ہوا ہے لاہور میں جو تم نے فوج بلالی؟؟....نصف صدّی ہوگی تحریکِ ختم نبوّت کو....آج تک کسی مرزائی کی نکسیر بھی پھوٹی؟؟...بیرون باغ میں کتنے جلسے کئے ہم نے...کسی نے مرزائیوں کے محلّے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا؟؟...ارے ہماری جنگ نظریے کے خلاف ہے.... جسموں کے خلاف نہیں"!!!!

نعرہء تکبیر....اللہ اکبر!!!!

تاج و تختِ ختمِ نبوّت...زندہ باد!!!!

مسجد وزیر خان کے گرد خاردار تار بچھائی جا رہی تھی.....قریبی عمارتوں کی چھتّوں پر مورچے بنا کر مشین گنیں نصب کی جارہی تھیں..... ریڈیو سے دھمکی آمیز اعلانات نشر ہو رہے تھے.....اور شہر بھر میں آگ لگانے والے نامعلوم افراد ایک دم غائب ہو چکے تھے ..... !!!

اگلے ہی روز وزیر اعلی نے اپنا بیان واپس لے لیا-

ہمیں تو اپنوں نے لوٹا، غیروں میں کہاں دم تھا
میری کشتی تھی ڈوبی وہاں، جہاں پانی کم تھا

8 مارچ 1953 ----مسجد وزیر خان لاہور

فوج نے مسجد کو پوری طرح محاصرے میں لے لیا-
پانی کے نل بند کر دیے اور بجلی کی فراہمی معطل کر دی-
مسجد وزیر خان میں رضاکاروں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع تھے-مقرّرین خفیہ راستے سے آتے اور تقریریں کر کے چلے جاتے-پولیس اور فوج جلد سے جلد مسجد پر قبضہ کرنے کی فکر میں تھے-
اگلے روز فوج نے خفیہ راستوں کا پتا چلا کر وہاں بھی پہرے بٹھا دیے-مسجد سرکاری ایجنسیوں کا اکھاڑا بننے لگی-یہ لوگ مسلسل رضاکاروں کے حوصلے پست کرتے اور طرح طرح کی افواہیں پھیلاتے-مسلسل محاصرے کی وجہ سے اندر کی صورتِ حال لمحہ بہ لمحہ

دگرگوں ہوتی جارہی تھی۔ ریڈیو سے مسلسل اعلان نشر ہو رہا تھا:

"عبدالستار نیازی اور خلیل احمد قادری اپنے آپ کو حکام کے حوالے کر دیں.... ورنہ انہیں دیکھتے ہی گولی مار دی جائے گی"

ان حالات میں کچھ سر فروشان، تحریک کے حق میں اشتہارات چھاپ چھاپ کر شہر بھر میں لگا رہے تھے، سرکاری پروپگنڈہ کے توڑ کا یہی واحد ذریعہ تھا!!!

فوج مسجد میں داخل ہونے سے گریزاں تھی۔ شدید جانی خطرے کے باوجود رضاکاروں کا جذبہء شوق دیدنی تھا۔ میگافون پر مقررین کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو رہے تھے اور مسجد سے تقاریر کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

علماء کی جمہوریت سے دوری نے ایوان کو سیکولرز کا گڑھ بنا دیا تھا۔ چنانچہ ایوان میں اس بربریّت پر آواز اٹھانے والا بھی کوئی نہ تھا۔ مولانا نیازی رح جو پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر تھے، خود مسجد میں محصور تھے۔۔ تحریک کے قائدین نے مولانا نیازی کو مشورہ دیا کہ دو روز بعد ہونے والے صوبائی اسمبلی کے اجلاس میں کسی نہ کسی طور شریک ہو کر اپنا مؤقف پیش کریں اور بعد میں گرفتاری دے دیں، تاکہ سرکاری پروپیگنڈے کا توڑ ہو۔

اگرچہ یہ ایک مشکل فیصلہ تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اس رات مولانا نیازی بھیس بدل کر مسجد کی دیوار ٹاپ گئے اور لاہور کے ایک خفیہ مقام پر چھپ کر اسمبلی کے اجلاس کا انتظار کرنے لگے۔

مسجد سے مولانا نیازی کی تقاریر بند ہوئیں تو حکومت کو پروپگنڈے کا موقع مل گیا۔ لاہور میں جگہ جگہ ان کی تلاش میں چھاپے مارے جانے لگے۔ سرکاری ریڈیو ان کے خلاف زہر اگلنے لگا۔ ڈان اخبار نے صفحہ اوّل پر مولانا نیازی کی ایک پرانی کلین شیو تصویر لگا کر سرخی جما دی:

"عبدالستار نیازی نے داڑھی منڈوالی.... دیگ میں بیٹھ کر لاہور سے فرار" !!!

6 مارچ کو مسجد میں تقریباً تین چار ہزار رضاکار موجود تھے۔ روزانہ پانچ چھ جوان باوضو ہو کر باہر نکلتے اور ختم نبوّت کا نعرہ لگا کر خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیتے۔

ملک بھر میں عوام گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آچکی تھی۔ ساہیوال، اوکاڑہ، سیالکوٹ، فیصل آباد، گجرات، راولپنڈی، گوجرانوالا، اور اندرونِ سندھ بوڑھے، بچے، جوان عورتیں مرد تھانوں کا گھیراؤ کئے بیٹھے تھے۔ حکومت جانتی تھی کہ مسجد وزیر خان کو فتح کئے بغیر تحریک کا خاتمہ ممکن نہیں۔ 7 مارچ کو کمانڈر انچیف جنرل محمد ایّوب خان کچھ دیگر افسران کے ساتھ صورتحال کا جائزہ لینے پہنچے۔ انہوں نے مسجد سے متصل سڑک پر کھڑے ہو کر میگافون پر اعلان کیا:

"مولانا خلیل احمد قادری اور تمام رضاکار اپنے آپ کو حکام کے حوالے کر دیں.... ورنہ فوج مسجد کے اندر آکر آپریشن کرے گی.... اور خون خرابہ کی تمام تر ذمہ داری آپ لوگوں پر ہو گی"

اس کے جواب میں مولانا خلیل نے اسپیکر پر تقریر کرتے ہوئے کہا:

"جنرل صاحب!!! مسجد خانہء خدا ہے.... یہ آپ کی حدودِ سلطنت میں نہیں آتی.... فوج اور پولیس کو مسلمان پر گولیاں چلانے کا کوئی حق نہیں.... مسلمان کا خون مسلمان پر حرام ہے.... اگر فوج نے مسجد میں گھسنے کی کوشش کی تو اس کا بڑی سختی سے جواب دیا جائے گا ....اور تمام کشت و خُون کی ذمہ داری پاک فوج کے سر ہو گی" !!

اس دوران ایک مرزائی افسر نے تجویز پیش کی کہ مسجد کو ڈائنامیٹ سے اُڑا دیا جائے لیکن جنرل صاحب نے یہ منصوبہ سختی سے مسترد کر دیا اور مزید احکامات کا انتظار کرنے کا کہ کر چلے گئے۔

8 مارچ کو کرفیو کا وقفہ ہوا تو خلیل احمد قادری نے ایک مختصر سی تقریر کی:

"برادرانِ اسلام!!! ہم لوگ ناموس مصطفےٰ ﷺ کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں--- یہ راستہ شہادت کا رستہ ہے---- لہذا جو شخص اپنے دل میں ذرا سی بھی کمزوری محسوس کرتا ہے--- یا جسے ذرا بھی اپنی جان پیاری ہے--- وہ اپنے گھر جا سکتا ہے"----

اس تقریر کے بعد بہت سے رضا کار مسجد سے نکل کر اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے۔ یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا اور مسجد میں صرف ڈیڑھ ہزار جانثار باقی رہ گئے۔ حالات کی تیز آندھیوں میں تحریک کا چراغ ٹمٹما رہا تھا لیکن قیادت کسی نہ کسی طرح اسے سنبھالے ہوئے تھی۔

8 مارچ کو مذاکرات کا دوبارہ آغاز ہوا۔ حکومت کی طرف سے ایڈوکیٹ امیر الدین قدوائی قائدین تحریک کے لئے گورنر کا پیغام ملاقات لیکر آئے--- لیکن قائدین نے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔

8 مارچ کی شام تک رنگ محل، شیر انوالا گیٹ اور موچی گیٹ تک ریت کی بوریاں چن دی گئیں۔ مسجد کے چہار اطراف گھر خالی کرا کے وہاں مشین گنیں اور دیگر ہتھیار نصب کر دیے گئے۔ رات کو کسی بھی وقت خونریز ملٹری آپریشن متوقع تھا۔ یہ رات اہلِ لاہور پر بہت بھاری تھی، لیکن عشقِ رسول ﷺ سے سرشار پروانوں کے لئے لیلۃ القدر بنی ہوئی تھی۔ شب بھر مسجد میں ذکرِ الٰہی جاری رہا۔ نعرہء ہائے تکبیر، نعرہء رسالت، سے لاہور کی فضاء گونجتی رہی۔ درود و سلام کی صدائیں فضاء کو مشکبار کرتی رہیں....

پڑھیں درود آپ پر، ملی زباں اسی لئے

فدا ہو اُن کے دین پر، ہے تن میں جاں اِسی لئے

جو اُن کے واسطے نہیں، وہ زندگی فضول ہے

غلامیءرسول میں ---------- موت بھی قبول ہے

غلام ہیں غلام ہیں ---- رسول کے غلام ہیں

اگلے روز قدوائی صاحب پھر تشریف لائے-

امیر الدین قدوائی تحریکِ پاکستان کے کارکن اور حضرت ابولحسنات کے دوست تھے-وہ کسی صورت خون خرابہ نہیں چاہتے تھے-
انہوں نے قائدین اور کارکنان سے کہا:

"سارے شہر میں فوج کا کنٹرول ہو چکا.... گرفتاری کے سوا کوئی رستہ نہیں.... آپ مزاحمت جاری رکھیں گے تو کشت وخون ہو گا....
اور مسجد کی بے حرمتی بھی.... جتنا آپ کے بس میں تھا، آپ نے کیا.... باقی رب پر چھوڑ دیں" ....

مولانا بہاءالحق قاسمی نے اسپیکر پر اعلان کیا:

"ختمِ نبوّت کے پروانوں ---- ہم نے یہ تحریک عدمِ تشدّد کے فلسفے پر چلائی تھی --- لیکن حکومت نے بالا خر اسے پر تشدّد بنا کر ہی چھوڑا
--- سرکار اب بھی خون کی پیاسی ہے --- اور اس خون کا الزام بھی ہمارے سر پر دھرنا چاھتی ہے --- حالات کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے آپ
کو گرفتاری یا شہادت کے لئے پیش کر دیں --- ایک دن یہ قربانیاں ایک دن ضرور رنگ لائیں گی" ----

اس کے بعد ختمِ نبوّت کے پروانے باوضو ہو کر پانچ پانچ کی ٹولیوں میں باہر نکلتے رہے اور فوجی حکام انہیں گرفتار کرتے گئے-ڈیڑھ ہزار
جانثاران ختمِ نبوّت نے گرفتاری پیش کی-

سیّد خلیل احمد قادری، ایڈوکیٹ قدوائی صاحب کے ساتھ مسجد کے جنوبی دروازے سے باہر تشریف لے آئے تو فوجی افسروں نے ان پر
بندوقیں اور ریوالور زتان لئے-

"جب میں خود گرفتاری پیش کر رہا ہوں تو اس تکلّف کی کیا ضرورت ہے؟" سیّد خلیل نے مسکرا کر کہا-

"آپ لوگ ہمیں کافر سمجھتے ہیں --- اور مسجد میں اسلحہ جمع کر رکھا ہے ---" ایک کرنل پستول لہراتے ہوئے بولا-

"اگر آپ مرزائی ہیں تو پھر یقیناً کافر ہیں --- اور اگر مسلمان ہیں تو پھر کسی مسلمان کو کافر سمجھنا بہت بڑا کفر ہے "

"مسجد میں کتنا اسلحہ ہے ؟؟"

"یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی --- دروازے کھلے ہیں --- آپ اندر جا کر دیکھ سکتے ہیں" خلیل احمد نے جواب دیا"

اس پر کرنل ہنس دیا اور مولانا کی گرفتاری کا حکم دیا-

ایک جوان آگے بڑھا اور سیّد خلیل کو ہتھکڑی پہنانے لگا-

سیّد نے بے ساختہ ہتھکڑی کو چوم کر کہا:

"یااللہ تیرا شکر ہے --- مجھے فخر ہے کہ آج میں نے شافع محشر ﷺ کی ناموس اور عظمت کی خاطر یہ زیور پہنا ہے "

"دل تو ہمارے آپ کے ساتھ ہیں --- لیکن ہم بے بس ہیں ---" سپاہی نے کہا-

"یزیدی فوج بھی یہی کہتی تھی ---" سیّد خلیل نے جواب دیا-

کوتوالی میں فوجیوں نے بڑے بڑے وائرلیس سیٹ لگا رکھے تھے - مارشل لاء حکام کو "خطرناک ملزمان" کی گرفتاری کی نوید سنائی جا رہی تھی- عشقِ رسول ﷺ کے قیدیوں کو پرانی کوتوالی سے دھلی دروازے تک پیدل لے جایا جا رہا تھا- قادیانیّت نواز ریاست سے کسی سمجھوتے کی بجائے جنھوں نے موت کی کوٹھڑی میں رہنا پسند کیا تھا-

کرفیو کے باوجود بے شمار عورتیں، مرد اور بچّے گھروں سے نکل آئے اور تحریک کے حق میں نعرے لگانے لگے ..... ریاستی جبر واستعداد میں جکڑی امّت اس در دپر شاداں وفرحاں تھی، جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی ختم المرسلینی کے صدقے انہیں عطاء ہوا تھا، اس نسبت پر فخر کر رہی تھی جس کے کانٹے بھی پھول معلوم ہوتے ہیں !! ....

کرم ہے خاص رب کا، ملی ہیں اس کی رحمتیں

ہے اس کے پاک نام سے، ہماری ساری نسبتیں

ہم اس کی اُمّت آخری، وہ آخری رسول ہے

جو ہو نہ عشقِ مصطفٰے، تو زندگی فضُول ہے

غلام ہیں غلام ہیں ---- رسول کے غلام ہیں

صلی اللہ علیہ والہ وسلم

7 مارچ ... 1953ء .... کراچی

کراچی آئے ہمیں دوسرا دن تھا-

ہم سینٹرل جیل کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے - یہ جگہ ان دنوں مرجع خلائق تھی-

چاند پوری اور میں ڈائری پینسل تھامے ادھر ہی گھومتے رہتے - جیل کے سامنے پھچّے کا ہوٹل ہمارا میڈیا سینٹر تھا- یہاں ایک پرانا والو ریڈیو نصب تھا جو صندوق سے تھوڑا بڑا اور پیٹی سے قدرے چھوٹا تھا- ہوٹل سے باہر دو بڑے بڑے پول تھے جن کے بیچ لٹکی موٹی سی ایک تار

اس ریڈیو کا اینٹینا تھی - ہم سارا دن ریڈیو سیلون پر گانے سنتے اور دن میں دو دفعہ ریڈیو پاکستان کراچی سے خبریں -

اس دور کا میڈیا بھی سوائے جھوٹ کے کچھ نہ سناتا تھا - خبروں کے مطابق ملک میں امن کا "اُلو" بول رہا تھا - فوج لاہور کو "بلوائیوں" سے پاک کر کے اداروں کو دوبارہ فعال کرنے میں لگی ہوئی تھی - حکومت مٹھی بھر "شرپسندوں" سے جلد نمٹنے کا راگ الاپ رہی تھی - مرزائی کی بکری بھی مر جاتی تو بریکنگ نیوز چل پڑتی - کلمہ گو ہزاروں شہید ہو گئے لیکن کسی نے تذکرہ تک نہ کیا -

جیل کے سامنے ہر گھڑی میلے کا ساسماں تھا - یہ ساری رونقیں اسیران ختم نبوت کے طفیل تھیں - کوئی چاولوں کی دیگ لا کر یہاں بانٹتا، کوئی حلوے کی پرات لئے پہنچتا، کوئی پاندان اٹھائے چلا آتا تو کوئی نئی رضائی کا تحفہ لئے اندر گھسنے کی کوشش کرتا - بدایونی صاحب کے کراچی میں ہزاروں مرید تھے، ایک بڑا حلقہ مولانا ابو حسنات کا معتقد تھا، حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کے جانثاروں کی بھی کمی نہ تھی، صاحبزادہ فیض الحسن کے دیوانے بھی ہزاروں تھے - کراچی کی شیعہ کمیونٹی میں علامہ مظفر حسین شمسی کا نام گونجتا تھا - کمشنر کراچی اے ٹی نقوی بھی مومن تھے سو جیل میں ان اسیران کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے دی - نقوی صاحب کے اسی حسنِ سلوک اور عدم تشدّد کی پالیسی کی وجہ سے کراچی میں ختم نبوّت کی تحریک 15 دن میں ہی ٹھنڈی ہو کر رہ گئی -

لاہور میں کون سی قیامت بیت گئی، ادھر کسی کو مطلق خبر نہ تھی - حق وسچ کا پرچارک "زمیندار" مقیّد تھا اور جھوٹ دجل فریب کے کارخانے آزاد - سو ہر طرف سب اچھا کا راگ الاپا جا رہا تھا - لوگ بس اتنا جانتے تھے کہ ملک میں کچھ بدامنی ہے، اور اس کے پیچھے دولتانہ ہے... باقی اللہ اللہ خیر صلا!!!

"دو کپ چائے... کڑک..." چاندپوری نے پھجےّ کو آرڈر دیا -

میں ہوٹل پر پڑا "ڈان" اٹھا کر پڑھنے لگا -

"تحریکِ ختم نبوّت کو امریکہ کی طرف سے خُفیہ فنڈنگ کا انکشاف" !!! ...

"اسی لئے میں انگریزی اخبار اُلٹا رکھ کر پڑھتا ہوں کہ اس میں کچھ بھی سیدھا نہیں لکھا ہوتا" چاندپوری نے کہا -

"احمدی مخالف تحریک کی وجہ سے ملک تباہی کے دھانے پر "...

"پھر الٹا لکھ دیا.... حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے !!!" چاندپوری نے تبصرہ فرمایا -

اس دوران ہم نے ایک سرکاری گاڑی کو جیل خانے کی طرف آتے دیکھا - ہوٹل پر بیٹھے دیگر لوگ بھی ادھر متوجہ ہو گئے -

"یہ تو عبداللہ محمد خان ہیں..... سرکاری قاصد..... ضرور حکومت کا کوئی اہم پیغام لیکر آرہے ہیں.... ہو سکتا ہے رہائی کا مژدہ ہو.... چلو چل کر دیکھتے ہیں"

عبداللہ محمد خان کاغذات کا ایک پلندہ لئے گاڑی سے اترے، پھر جیل حکام سے کچھ دیر بات چیت کر کے اندر چلے گئے - ہم بھی جیل سنتری

کو روپیہ پکڑاتے ان کے پیچھے پیچھے لپکے۔

جیل کی مختلف راہداریوں سے گزرتے وہ سیدھا اے کلاس سیکشن جا کر ٹھہرے۔ اسیرانِ ختم نبوّت ایک بڑے ہال نما کمرے میں تشریف فرماء تھے۔ خان عبداللہ کو دیکھ کر صاحبزادہ فیض الحسن اور ماسٹر تاج الدین کھلکھلاتے ہوئے اُٹھے اور انتہائی خوش دلی سے ان کا استقبال کیا۔

"حیرت ہے!!! اتنا بڑا غضب ہو گیا... اور آپ لوگوں کے چہروں پر دکھ کے آثار تک نہیں؟" خان بہادر کی آواز کپکپا رہی تھی۔

"کیا ہو گیا خان بہادر صاحب؟" سب حضرات اپنی اپنی چارپائیوں سے اٹھ کر خان عبداللہ کے گرد جمع ہونے لگے۔

"یعنی.... واقعی... آپ کو..... لاہور کی..... مطلق خبر نہیں... ارے غضب ہو گیا بھائی.... غضب" !!!

"واللہ... ہمیں کچھ معلوم نہیں... جیل ملازمین کی زبانی اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہاں ہڑتال چل رہی ہے" صاحبزادہ صاحب نے کہا۔

"ارے... خُدا کے بندو!!! ہزاروں لوگ قتل ہو گئے ہیں.... ہزاروں... گولی چلی ہے وہاں گولی... خون کی ندیاں بہہ گئیں... اور آپ کو خبر تک نہیں.... حیرت ہے"!!!

یہ سنتے ہی سب حضرات کے چہروں پر غم واندوہ کے سائے لہرانے لگے۔

"میں سیدھا لاہور سے آرہا ہوں بھائی... میں نے لوگوں کو خون میں لت پت ہوتے.... سڑکوں پر دم توڑتے دیکھا ہے..... یہ سب کیا ہو رہا ہے بھائی... کیوں ہو رہا ہے... ارے کوئی تو اس کو روکو " !!! ...

"ہم روکیں؟؟.... یہاں جیل میں بیٹھ کر؟؟ صاحبزادہ فیض الحسن بول اُٹھّے "ارے خان بہادر صاحب!!! حکومت نے عقل کو پابہ زنجیر کر کے جیل میں بند کر دیا.... اور جزبات کو کھلا چھوڑ دیا ہے.... کچھ جو آپ دیکھ کر آئے ہیں... اسی حماقت کا نتیجہ ہے... ہم یہاں بند ہیں... اس بے بسی کے عالم میں کیا کر سکتے ہیں... جب تک ہم آزاد تھے کسی کی نکسیر بھی پھوٹی؟؟

"ارے بھائی.... اس خون کو روکو.... کوئی ایک بیان دیکر.... شاید یہ ظلم کی چکی تھم جائے" خان عبداللہ نے واویلہ کیا۔

"ہم بیان دیں؟؟.... یہاں جیل میں بیٹھ کر؟؟ کمال ہے!!! ہماری سُنے گا کون؟؟ اور اعتبار کون کرے گا اس بیان کا؟؟ حکومت کو جا کر بتائیے کہ بے گناہ لوگوں پر گولیاں چلانا بند کرے... اور یہاں آکر ہمیں توپوں سے اُڑا دے... سرکار کا کلیجہ بھی ٹھنڈا ہو جائے گا.... سر ظفراللہ خان بھی راضی ہو جائیں گے... اور اس خونی داستان کو سُن کر ہمیں آنسو بھی نہ بہانے پڑیں گے" صاحبزادہ کی آواز رندھ گی اور وہ رومال سے آنکھیں صاف کرنے لگے۔

خان محمد عبداللہ جن قدموں سے آئے تھے، انہی سے واپس لوٹ گئے۔

گرفتاریوں کے 15 روز بعد لاہور سے سی آئی ڈی کے دو ذمہ دار افسران کراچی جیل میں رہنماؤں سے ملنے آئے۔

"حکومت آپ حضرات کو آزاد کرنا چاہ رہی ہے.... لیکن اس کے لئے آپ کو ایک چھوٹا سا بیان لکھ کر دینا پڑے گا "

"وہ چھوٹا سا بیان کیا ہے بھائی؟؟" ماسٹر تاج الدین صاحب نے پوچھا-
"بس ایک سطری جملہ... کہ یہ تحریک میاں ممتاز دولتانہ کے کہنے پر چلائی گئی"
عطاءاللہ شاہ بخاری اپنی جگہ سے اٹھے اور سرکاری قاصد کے سامنے آن کھڑے ہوئے "یہ جھوٹ ہے.... دولتانہ ایک دنیادار آدمی ہے اور تحریکِ ختمِ نبوّت پاک جزبوں کی امین..... اس کی ذمہ داری ایک فاسق وفاجر شخص پر کیوں ڈالتے ہو؟؟..... بتادو جاکر..... میں نے چلائی ہے یہ تحریک.... میں نے.... اور میں ہی اس کا ذمہ دار ہوں...اِس جہان میں بھی...اوراُس جہان میں بھی" !!!
سرکاری ہرکارے ایسا کھسکا کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا-

ایک دن ایک سفید پوسکی والے اہلکار نے جیل میں آکر دریافت کیا:
"آپ میں سے ابوالحسنات کون ہیں؟؟ "
"جی میں ہوں... فرمایئے؟؟" سیّد احمد قادری مصحف سمیٹتے اُٹھ بیٹھے-
"خلیل احمد آپ کا بیٹا ہے؟؟" اس نے پوچھا-
"جی میرا بیٹا ہے..... خیریت؟"
"حیرت ہے؟؟.... آپ کا بیٹا موت کے دھانے پر کھڑا ہے...اور آپ کو خبر تک نہیں؟؟"
"یا اللہ خیر!!!.... کیا ہوا خلیل کو؟؟" ابوالحسنات پریشان ہوگئے-
"وہ ڈائریکٹ ایکشن کی قیادت کر رہا ہے.... اور مسجد وزیر خان میں محصور ہو چکا ہے.... مارشل لاء سرکار اسے کسی بھی وقت گولی سے اڑا سکتی ہے"....
ابوالحسنات واقعی بے خبر تھے- سیّد خلیل احمد ان کا اکلوتا بیٹا تھا جسے والدہ کی محبّت بھری گود بھی بچپن میں داغِ مفارقت دے گئی تھی- انہوں نے ماں اور باپ دونوں کا پیار اپنے نور نظر پر نچھاور کیا تھا- خلیل بڑا ہوا تو مولانا نے اسے اچھی تعلیم کے لئے لاہور طیبہ کالج بھیج دیا تاکہ پڑھ لکھ کر طبیب بن سکے- بیٹے نے کراچی میں اکابرین کی گرفتاری کی خبر سنی تو دم توڑتی تحریک میں نئی روح پھونکنے کے لئے حالات کے سامنے سینہ سپر ہوگیا-
"خلیل تو ایک شرمیلا اور سیدھا سادھا بچّہ ہے.... اس نے سیاسی جلسہ تو کیا کبھی مسجد میں بھی تقریر نہیں کی.... واقعی وہ قیادت کر رہا ہے تحریک کی؟؟" ابوالحسنات سکتے میں آگئے-

"جی ہاں... اگر آپ واقعی اس بات سے لاعلم ہیں تو آپ جیسا لاپرواہ باپ کوئی نہیں... اور اگر جانتے بوجھتے اسے موت کے مونہہ میں دھکیلا ہے تو آپ جیسا ظالم کوئی نہیں" اہلکار تلخی سے بولا-

"اگر یہ سچ ہے.... کہ میرا اکلوتا بیٹا تحریکِ ختمِ نبوّت کی قیادت کر رہا ہے..... تو مجھ سے زیادہ خوش قسمت باپ کوئی نہیں" !!!

"اکلوتا بیٹا؟؟ مولانا.... کچھ تو پرواہ کرو" اہلکار نے کہا-

"کس بات کی پرواہ کروں؟؟ ارے جس نبی ﷺ کے نام پر آج تک روٹیاں توڑتے رہے.... جس سے عشق کے بلند و بانگ دعوے کرتے رہے.... آج اس کی ناموس کا وقت آیا تو نمک حرامی کر جائیں....؟؟ ختمِ نبوّت کے لئے... ہزار خلیل ہوتے تو بھی قربان کر دیتا "

اہلکار کچھ دیر ہکا بکا ہو کر اس عاشقِ صادق کو دیکھا رہا پھر اپنا سا مونہہ لیکر واپس چلا گیا-

پیرانہ سالہ ابوالحسنات کے حوصلہ اور صبر کو دیکھ کر عطاءاللہ شاہ بخاری رح بھی عش عش کر اُٹھے اور کہا:

"آپ واقعی صبر کا پہاڑ ہیں مولانا.... یہ بارِ گراں تو ہم بھی نہ اٹھا سکتے تھے" !!!

ابوالحسنات نے کہا:

"یہ سچ ہے کہ مجھے خلیل سے بے پناہ محبت ہے.... میں ہی اس کا باپ ہوں اور میں نے ہی اسے ماں بن کر پالا ہے.... اولاد سے کسے محبت نہیں ہوتی.... لیکن اس مقام پر میں صبر کروں گا... اس نیک کام میں اگر خلیل قربان بھی ہو گیا تو سعادت دارین ہے.... وہ بھی تو ماؤں کے بیٹے تھے جنہیں اس تحریک میں شہید کر دیا گیا... ان میں ایک خلیل بھی سہی.... اللہ ہماری قربانی کو قبول و منظور فرمائے"

اس کے بعد مولانا ابولحسنات نے کبھی خلیل کا تذکرہ نہ کیا- وہ پوری دلجمعی کے ساتھ قران کی تفسیر لکھنے بیٹھ گئے- مجال ہے کبھی کسی ساتھی یا جیل اہلکار سے بیٹے کا حال بھی جاننے کی کوشش کی ہو-

اپریل کی تمازت نے بہاروں کو رخصت کیا تو اسیرانِ ختمِ نبوّت کو کراچی جیل سے کہیں اور شفٹ کرنے کی افواہیں گرم ہوئیں- لیکن کوئی نہ جانتا تھا کہ سرکار انہیں کون سے "کالے پانی" بھجوانا چاھتی ہے-

بالاخر ایک دن روانگی کا پروانہ آ ہی گیا-

ایک ویگن اور ایک سال خوردہ پولیس بس جیل پھاٹک کے سامنے آن کھڑی ہوئیں- جیل کے اندر سے مشقتیوں نے بستر وغیرہ لا کر بس کے اندر رکھنے شروع کر دیے- ہم ہوٹل پر بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے-

"لگتا ہے آج قیدیوں کی روانگی ہے" چاند پوری یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے-

ہم تیز تیز چلتے بس کے قریب آ گئے- یہاں کچھ اور صحافی بھی خبر کی سانذھ سونگھتے پھرتے تھے- بہت سے دیوانے بس کو گھیرے ہوئے

تھے -

کچھ ہی دیر بعد جیل کے مرکزی گیٹ سے اسیرانِ ختمِ نبوّت نمودار ہوئے -ان کے چہروں پر پہلی بار دکھ اور کرب کے آثار تھے -لاہور کا قتلِ عام اور اب ایک دوسرے سے جدا ہونے کا غم انہیں کسی قدر پس مردہ کئے ہوئے تھا- سپریڈنٹ کے آنے میں کچھ تاخیر تھی --

اسیران بس میں سوار ہوئے تو پروانے اپنے محبوب رہنماؤں کی جھلک دیکھنے کے لئے بس کی آہنی کھڑکیوں سے ٹکرانے لگے -

ہم بھی دھکّے کھاتے بس کے قریب ہوئے -کافی شور شرابہ تھا- کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی -اسی اثناء میں جیل سپریڈنٹ بھی آگیا- مجمع کسی حد تک شانت ہو گیا-

سپریڈنٹ بس میں سوار ہو کر بڑے احترام سے بولا :

"حضرات .... میں نے آپ کو جیل میں اپنے طور پر اے کلاس دے رکھی تھی .... میں جانتا ہوں کہ آپ معزّز قیدی ہیں اور اے کلاس کے مستحق ہیں .... مگر آج سے میرے یہ اختیارات بھی ختم ہو رہے ہیں .... حکومت آپ کو بہت بری جگہ بھیج رہی ہے .... میں اب بھی درخواست کرتا ہوں کہ حکومت سے مصالحت کر لیجئے ... ہم آپ کو مزید تکلیفیں سہتے نہیں دیکھ سکتے" !!!

"ہم مصالحت کا لفظ بھی نہیں سننا چاہتے "امیرِ شریعت نے کہا- "اس حکومت سے مصالحت کر لیں جس کی آستینوں سے بے گناہوں کا خون ٹپک رہا ہے .... ؟؟"

"پھر اتنا ضرور کیجئے گا کہ نئی جیل میں جا کر اے کلاس کے لئے درخواست ڈال دیجئے گا .... شاید کام بن جائے "!!!

"ہمیں کوئی درخواست نہیں کرنی .... جب کفن سر سے باندھ لیا ... تو کلاسوں کا کیا سوال ؟"

"حضرت .... یہ فرمایئے گا کہ .... لاہور اور دوسرے شہروں میں جو قتلِ عام ہوا ہے .... اس کا ذمہ دار کون ہے ؟؟" چاندپوری نے امیر محترم سے سوال کیا-

"بھائی ہم ہر گز نہیں چاہتے تھے کہ حکومت یا عوام کسی بھی طور تشدّد پر اتر آئیں -----اور کوئی ناخوشگوار صورتِ حال نمودار ہو------ میں نے لاہور اور دوسرے مقامات پر گولی چلنے کے واقعات سنے ہیں ------اور مجھے دکھ ہے کہ کئی بوڑھے باپوں کی لاٹھیاں ٹوٹ گئی ہیں -----ماؤں کے چراغ گل ہو گئے ہیں ------اور کئی سہاگ اجڑ گئے ہیں ------کاش کوئی حکومت تک میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ تحفظ ناموسِ رسول ﷺ کے سلسلے میں اگر کسی کو گولی مارنا ضروری ہو تو وہ گولی میرے سینے میں مار کر ٹھنڈی کر لو------ کیونکہ میں ہی اس جرم کا سب سے بڑا مجرم ہوں ------کاش اس سلسلے میں اب تک جتنی بھی گولیاں چلائی گئیں وہ مجھے ٹکٹکی پر باندھ کر چلائی جاتیں" ------

"میں آپ کی سوانح حیات لکھنا چاہتا ہوں .... اب کہاں ملاقات ہو گی ؟" میں نے بھی ڈرتے ڈرتے سوال کیا-

"کون لکھّے گا ہماری سوانح حیات----ایک طوفان تھا جو گزر گیا---میں نے بنجر زمینوں میں ہل جوتے----تاریک صحراؤں میں سفر کیا---قبرستانوں میں اذانیں دیں----میں وہاں پہنچا ہوں جہاں دھرتی پانی نہیں دیتی تھی----میں نے ھندوستان کے کروڑوں انسانوں کے دل سے انگریز کا خوف نکال کر آزادی کا صور پھونکا---یہ کہانی اتنی تلخ اور ہمہ گیر ہے کہ سوائے میرے اسے کوئی نہیں لکھ سکتا---مگر ہم جس مقصدِ عالی کے حصول کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں----وہاں کہانیاں لکھنے کی گنجائش کہاں-----ایک سفر تھی زندگی----کچھ ریل میں کٹ گئی----کچھ جیل میں" -----

گاڑیاں اسٹارٹ ہو گئیں-کراچی سینٹر جیل کی رونقیں ویران کر کے عشق کے یہ قیدی کسی نئی منزل کو روانہ ہو گئے-ان کا اگلا پڑاؤ کہاں تھا، کسی کو معلوم نہ تھا-

ہم بالکل فارغ ہو کر رہ گئے-سارا دن کراچی کی سڑکوں پر جوتیاں چٹخانا، جاگیر دار ہوٹل سے کھانا کھانا اور لوٹیا بلڈنگ میں جا کر مسودات میں گم ہو جانا ہمارا معمول بن گیا-رات دیر گئے ہم ڈائریوں پر اپنی یاداشتیں لکھتے رہتے-

8 اپریل کی شام چاندپوری ریل کے دو ٹکٹ لیکر آئے-

"کیا لاہور کی تیاری ہے؟؟ "

"نہیں....حیدر آباد"!!!

"حیدر آباد؟؟....کیوں؟؟

"عشق کے قیدیوں کا پتا معلوم ہو گیا!!"انہوں نے چہکتے ہوئے کہا-

حیدر آباد کا سورج اپریل سے ہی وہ قہر برسانے لگتا ہے کہ خدا کی پناہ!!!

میرا نام زیڈ-زیڈ احمد ہے اور میں گزشتہ چھ ماہ سے بحیثیّت انسپکٹر جرنل جیل یہاں تعیّنات ہوں-

دن کو یہاں سرخ آندھی چلتی ہے تو گرم ریت اڑا اڑ کر چہرے کو جھلسانے لگتی ہے-رات کو ایسی حبس کہ پسینہ کپڑوں سے خود بخود نچڑنے لگتا ہے-

حیدر آباد کی یہ جیل خطرناک لوگوں کا سینٹر ہے-انگریز بھی اپنے خطرناک دشمنوں کو کالا پانی کی بجائے یہیں بھیجنا پسند کرتا تھا-دن کو جب درجہءحرارت 126 فارن ہائٹ تک پہنچ جاتا ہے تو کنکریٹ کے ڈربےّ کسی تپتے ہوئے تندور کا روپ دھار لیتے ہیں-گھڑوں میں رکھا پانی تک ابل جاتا ہے-

جیل میں تین طرح کے ڈربّے ہیں- سب سے اوپر اے کلاس ہے جس میں "کھڑپڑ" کرنے والے خراب حکومتی پرزے، اسٹیبلشمنٹ کے ناپسندیدہ سیاستدان، اور کرپٹ بیوروکریٹ آرام فرماتے ہیں- یہاں پلنگ، کرسیاں، میز تپائی، کمبل، ریڈیو سب کچھ میسر ہے- دھڑکن چیک کرنے کو ڈاکٹر ہے اور پیٹ بھرنے کو باورچی-

اس کے نیچے B کلاس ہے- یہاں "ناپسندیدہ سیاسی ورکرز"، پڑھے لکھّے ڈاکو اور سچ لکھنے والے صحافی بند کئے جاتے ہیں- انہیں لوہے کی چارپائیاں، دری، تکیہ اور کرسی کے علاوہ کچا راشن بھی مہیا کیا جاتا ہے جسے وہ خود پکا کر کھاتے ہیں-

بچا کھچا مال C کلاس کے پھٹیچر ڈربوں میں رکھا جاتا ہے- چور، ڈاکو، جیب کترے، موالی، غُنڈے، چرسی کچھ روز یہاں آکر رونق لگاتے ہیں.... پھر اپنے اپنے دھندے پہ نکل کھڑے ہوتے ہیں- سونے کے لئے فرشی بچھونے ہیں اور کھانے کو چاول کی سخت روٹی......اور جیل کی دال تو ویسے بھی مشہور ہے!!! ...

10 اپریل کی صبح میں اپنی ڈیوٹی پر پہنچا تو سپریڈنٹ اللہ بخش خلافِ توقع جیل گیٹ پر کھڑا نظر آیا-

"سائیں... رات کاراچی سے وڈّے وڈے خطرناک ملےِ لوک آئے ہیں"

"مولوی لوگ؟ کتنے؟" میں پریشان ہو گیا-

"رات کو تو 12 مولبی آیا تھا...8 اساں سویر موکلے چھڈیا سکھر جیل... باقی 3 اساں وٹائے" ...

"اچھا ان تینوں پہ نظر رکھو... کسی سے ملنے نہ پائیں" میں نے رجسٹری حاضری دیکھتے ہوئے کہا-

"تواں فکر نہ کریو سائیں.... میں نے ان پر تینوں پر گارڈ لگا دیا ہے"

11 بجے نمبر دار یہ خبر لے کر آیا کہ مولوی لوگ ساتھ والی کوٹھڑی میں سیاسی کارکنان کے ساتھ بیٹھے چائے پی رہے ہیں-

میں نے ڈانٹ کر کہا "منع کرو....اور پہرہ بڑھا دو" !!!

دو بجے جب میں چھٹی کر کے گھر جانے لگا تو یاد آیا کہ بیگم صاحبہ نے پانی کی بوتل دی تھی- ان دنوں ہمارا نومولود رات بھر روتا تھا اور زوجہ کا عقیدہ تھا کہ خداڈنو شاہ کے دم سے ہی آرام آئے گا- میں اگرچہ ان مذہبی ٹوٹکوں کو نہیں مانتا مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے، بیگم صاحبہ تو مانتی ہیں-

اس گرمی میں پکّا قلعہ جا کر خُداڈّنو شاہ سے پانی دم کروانا آسان نہ تھا- میں گاڑی میں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ کیا کروں-

اس دوران سپریڈنٹ اپنی نائٹ پاس کی درخواست لیکر میرے پاس حاضر ہوا-

"اللہ بخش... مولوی لوگ کس بیرکس میں ہے....؟؟"

"دوسو چوّن میں پڑا ہے.... تواں فکر نہ کریو سائیں"

"اچھاایسا کرو.... اپنی درخواست مجھے پکڑاؤ.... اور یہ بوتل کسی مولبی سے دم کرا کے لے آؤ"
اللہ بخش مجھے حیرت سے گھورتا ہوا بوتل پکڑے اندر چلا گیا-
تقریباً دس منٹ بعد وہ بڑی عقیدت سے بوتل پکڑے لوٹا تو میں سمجھ گیا کہ دم ہو چکا ہے-
"اللہ بخش مولوی لوگ کا خیال رکھنا.... کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے... ٹھیک ہے؟"اللہ بخش کی عرضی سائن کرتے ہوئے میں نے کہا-
"جو آپ کی مرضی سائیں.... ہم سنتری کو سمجھا دے گا" ...
راستے میں کچھّی پل کے پاس گاڑی اچانک گرم ہو گئ- مجبوراً وہی بوتل کار بوریٹر میں انڈیلنا پڑی-ویسے بھی اس رات نہ تو ہمارے ننّھے مہمان نے شور کیا نہ ہی بیگم صاحبہ کو دم والی بوتل یاد رہی-میں اس یقین کے ساتھ سو گیا کہ اللہ بخش نے مولوی لوگ کی آسائش کا ضرور خیال رکھا ہو گا-
اگلے روز آفس پہنچتے ہی میں نے سپریڈنٹ کو بلا کر کہا:
"اللہ بخش.... مولوی لوگ کیسا ہے؟؟"
"سائیں.... خُش باش بھلا چنگا ہے.... دعائیں دیتا ہے آپ کو..."اس نے حسبِ عادت مجھے خوش کرنے کی کوشش کی-
"جیل میں کوئی اے کلاس ڈبّہ خالی ہے؟؟"
"کیوں سائیں کوئی نیا لیڈر آنے والا ہے کیا؟؟"
"نہیں یار میں چاہ رہا تھا کہ مولوی لوگوں کو کسی اچھے ڈبّے میں شفٹ کیا جائے... دو سو چوّن تو نری دوزخ ہے یار" !!!
"سائیں شمالی حصّے میں باندی زنانو کا جو احاطہ ہے ناں.... وہاں دو ڈبے خالی ہیں....؟"وہ داڑھی کھجاتا ہوا بولا-
جیل کا یہ وارڈ 302 کے کیس میں گرفتار خواتین کے لئے مخصوص تھا اور کافی عرصہ سے خالی پڑا تھا- یہاں دو برابر کوٹھڑیاں تھیں- جن کے سامنے ایک بہت بڑا احاطہ تھا اور کمروں سے پیچھے ایک غسل خانہ اور لیٹرین بھی تھی-
میں نے کہا"ٹھیک ہے.... شفٹ کرنے سے پہلے وہاں اچھی طرح صفائی کرا دو.... اور آج ہی مولوی حضرات کو وہاں شفٹ کر دو.... دو دن بعد میں راؤنڈ لونگا.... کوئی شکایت نہیں آنی چاہئے" !!!
"تواں فکر نہ کرو سائیں.... ہو جائے گا" ...
عین چھُٹّی کے ٹائم حوالدار یار محمد ڈاک لیکر آ گیا-
"سائیں ایک ارجنٹ چٹھی ہے.... آپ کے لئے" ...
سرکاری و سیاسی قیدیوں کے لئے جب بھی مرکز سے کوئی خاص ھدایت آتی تو سر بمہر ہوتی تھی اور اسے سیدھا مجھ تک پہنچایا جاتا تھا-ان

دنوں راولپنڈی سازش کیس کے ملزمان بھی اسی جیل میں قید تھے- میں نے سوچا شاید سینئر فوجی افسران کے بارے میں کوئی تازہ ھدایت آئی ہے-

چٹھی پڑھ کر ماتھا ٹھنکا... لکھا تھا:

"کراچی سے سات خطرناک مولوی اندرون سندھ کی جیلوں میں بھیجے جارہے ہیں.... ان میں سے سید عطاءاللہ شاہ بخاری، ابولحسنات سید احمد قادری، سید مظفر حسین شمسی، سیّد عبدالحامد بدایونی، صاحبزادہ سیّد فیض الحسن، اور اللہ نواز کو سکھر جیل بھیجا جارہاہے اور ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانالال حسین اختر اور نیاز لدھیانوی کو حیدرآباد جیل منتقل کیا جارہا ہے- جیل حکام کو تاکید کی جاتی ہے کہ ان ملاؤں سے جس قدر ہو سکے سختی برتے.... نرمی کی اطلاع پر اہلکاروں کے خلاف سخت تادیبی کاروائی عمل میں لائی جائے گی"

ہمارے اوپر والے بھی عجیب ہیں- چھ ماہ پہلے یہاں بھوبت نامی ایک ڈاکو لایا گیا تھا- اس کے پکڑے جانے پر ڈان اخبار میں بڑے بڑے فوٹو چھپے تھے اور اہلکاروں کو کافی انعام بھی ملا تھا- آج کل وہی بھوبت جیل میں A کلاس کا لطف اٹھارہا ہے- شاید اس لئے کہ وہ کانگریس مخالف ڈاکو تھا- دوسری طرف مولوی حضرات چونکہ مسلم لیگ کے مخالفوں میں شمار کئے جاتے ہیں سو ان پر عرصہ ءحیات تنگ کیا جارہا ہے- کبھی کبھی یوں لگتا ہے جیسے نمرود فرعون اور شداد کی روحیں جہنم سے چھٹی لیکر ارض پاک پر اتر آئی ہوں ....

کہنے کو تو میں یہاں سیاہ وسفید کا مالک ہوں اور میری آمد پر جیل کے سپاہی سے لیکر سپریڈنٹ تک سب الرٹ ہو جاتے ہیں لیکن میری بھی کچھ مجبوریاں ہیں- جیل حکام میں سے کون کون اندر کی بات اوپر پہنچا کر میرے تابوت میں کیلیں ٹھونکتا ہے، سچّا رب ہی جانتا ہے لیکن تلخ حقیقت یہی ہے کہ کوئی بھی گورنمنٹ مخبروں کے بغیر نہیں چل سکتی-

سچ تو یہ ہے کہ مولوی حضرات، جنہیں ابھی تک میں نے دیکھا بھی نہ تھا، ان کے لئے میرے دل میں ایک نرم گوشہ ضرور پیدا ہو چکا تھا- اس نرم گوشے کو آپ عقیدت بھی کہہ سکتے ہیں اور محبّت بھی!!!

یہ تو تھی میری کہانی... باقی آپ مولوی حضرات کی زبانی سن لیجئے گا"

"اس کا مطلب ہے آپ قیدیوں سے ہماری ملاقات کروارہے ہیں..." چاند پوری نے چائے کی پیالی رکھتے ہوئے کہا-

"کیوں نہیں.... آپ خواجہ شریف آف سرائکی کا رقعہ لیکر آئے ہیں.... کچھ کرنا تو پڑے گا.... لیکن ایک شرط ہے کہ آپ کچھ چھاپئے گا نہیں.... ورنہ...." جیلر نے جواب دیا-

"آپ بے فکر رہیں.... ویسے بھی اس حکومت سے خیر کی کوئی توقع نہیں.... ہو سکتا ہے مستقبل کا کوئی مؤرخ ہمارے چھوڑے ہوئے مسوّدات سے فیض حاصل کر سکے" ....

"ٹھیک ہے.... ہم رات گیارہ بجے اسیران سے آپ کی خفیہ ملاقات کا انتظام کرتے ہیں" !!!

نصف شب ایک سرکاری گاڑی ہمیں حیدر آباد جیل چھوڑ آئی۔
جیل کے مرکزی گیٹ پر ہمارا اندراج بطور طبیب کیا گیا۔ سپریڈنٹ اللہ بخش ہمارا منتظر تھا۔ وہ ہمیں مختلف راہداریوں سے گزارتا "ماڑی" پر لے گیا۔ یہ جگہ نسبتاً اونچی تھی اور یہاں سے پوری جیل کا نظارہ صاف دکھائی دیتا تھا۔
ماڑی پر دو چھوٹے چھوٹے احاطے بنے ہوئے تھے۔ اللہ بخش نے ایک احاطے کی کنڈی کھٹکائی، پھر آواز لگائی:
"فتح محمد سائیں.... بوہا کھول"
کچھ دیر بعد ایک سنتری نے دروازہ کھولا۔ سپریڈنٹ نے جانے اس کے کان میں کیا "خپ خپ" کی، وہ ہمیں ساتھ لئے وسیع احاطے سے گزارتا ایک دوسرے صحن میں لے آیا۔ یہاں دو کوٹھڑیوں کے سامنے ایک خوبصورت باغیچہ تھا۔ چاندنی رات میں فضاء موتیئے کی خوشبو سے مہک رہی تھی۔ باغیچے کی ایک جانب کچھ چارپائیاں اور کرسیاں لگی تھیں۔ یہ جگہ کسی غریب کسان کے ڈیرے سے مشابہ تھی۔
چارپائیوں پر بیٹھے اب ہم ماسٹر تاج الدین انصاری کی داستانِ اسیری سن رہے تھے:
"جیل گاڑیوں نے ہمیں کراچی سے اٹھایا اور حیدر آباد جیل میں لا پھینکا.... میری صحت تین چار روز پہلے سے خراب تھی..... کراچی سے حیدر آباد کے سفر نے اور زیادہ مضمحل کر دیا۔ جیل پہنچتے ہی ہمیں کوٹھڑیوں میں بند کر کے تالے ڈال دیے گئے..... رات جاگتے سوتے کٹ گئی..... صبح سویرے کوٹھڑیاں کھلیں تو حکم ملا کہ سکھر جانے والے آٹھ نظر بند اپنا اسباب باندھ لیں..... باہر پولیس کی لاری انتظار کر رہی ہے!!! .....
خیر جلدی جلدی اُٹھے، وضو کیا اور آخری بار ایک ساتھ نمازِ فجر ادا کی ۔
ہجرتوں کی حبس میں اب ہجر کی تپش بھی شامل ہو رہی تھی۔ ہمارا بہت پرانا دوستانہ تھا..... 1934ء سے ہم ختمِ نبوّت کا علم اٹھائے ساتھ ساتھ چل رہے تھے..... آج یہ ساتھ بھی چھوٹ رہا تھا۔ زندگی اور موت کا بھی کچھ اعتبار نہ تھا..... حکومت سے کم از کم پھانسی کی امید ہی رکھی جا سکتی تھی۔ ہم ایک دوسرے کی کیفیّت کن اکھیوں سے بھانپتے ہوئے بناوٹی مسکراہٹیں تلاش کرنے لگے..... مگر دل بجھ جائے تو بناوٹیں کب تک ساتھ دیتی ہیں!!! ....
سیّد ابو لحسنات، سیّد مظفّر حسین شمسی اور صاحبزادہ سیّد فیض الحسن ہم سے بغل گیر ہوئے..... ان احباب کو سکھر جیل بھیجا جا رہا تھا..... مظفّر شمسی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے..... ہم تسلّی دینے کے سوا اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ ہمارے بہادر سردار اور مدتوں کے رفیق سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری بھی ایک ٹھنڈی سانس لے کر اُٹھے..... میرے قدم لڑکھڑا رہے تھے اور حوصلہ جواب دے چکا تھا..... لیکن شاہ صاحب تو عزم وہمّت کا پہاڑ تھے۔ میرے قریب آئے، اور مسکرا کر کہا:

"اوہو!!! ضروری کام تو ہم بھول ہی گئے.... ٹھہرو ہم تمہارے لئے ایک آخری پان لگاتے ہیں" !!!
انتہائی خوبصورتی سے جزبات کے بپھرے ہوئے سمندر کا رخ موڑنا شاہ صاحب پر تمام ہے- وہ زیرِ لب کچھ بڑبڑاتے ہوئے ایک پوٹلی سے سامان نکال کر میرے لئے پان بنانے لگے..... سیّد زادے سے آخری پان وصول کرتے ہی میں نے معانقہ کیا، فی امان اللہ... فی امان اللہ کی صدا بلند ہوئی اور ہمارا کارواں دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا-
سادات کا قافلہ ہم سے جدا ہو کر جیل گیٹ کی طرف چل دیا اور ہم حسرت بھری نظروں سے دیکھتے ہی رہ گئے-

اک آہ دل سے نکلی، ٹپکا لہو جگر سے

شاید وہ جا رہے ہیں چھپ کر مری نظر سے

وہ جانتے تو ہوں گے مجبوریاں ہماری

ہم جن کو دیکھتے ہیں حسرت بھری نظر سے

اس ملک میں سادات کا روپ دھار کر جاہ و حشمت سمیٹنے والے تو بہت ہیں..... آلِ رسول کی چھتری تان کر نذرانوں اور شیرینیوں پر جھپٹنے والوں کی بھی کمی نہیں..... لیکن نانا کریم ختم المرسلین ﷺ کی ناموس کے لئے..... رسمِ شبیری ادا کرنے والے سیّد بس گنے چنے ہی رہ گئے ہیں!!! .....
تین روز بعد ہمارا نمبر دار یہ خبر لایا کہ ہمارے لئے ایک خاص احاطے میں بندوبست ہو چکا ہے- شام کو وارڈن نے اطلاع دی کہ اسباب اٹھا لیجئے، آپ کی کوٹھی تبدیل کی جا رہی ہے- ہم سامان اٹھا کر چل پڑے..... وہ ہمیں مختلف راہداریوں سے گزارتا اس احاطے میں لے آیا جہاں دو کوٹھڑیاں ہماری منتظر تھیں- پچھواڑے میں ایک غسل خانہ اور لیٹرین کا انتظام بھی تھا- یہ جگہ کچھ بہتر تھی- قہرِ درویش بر جان درویش، میں اور مولانا نیاز لدھیانوی ایک کوٹھڑی میں بند ہو گئے اور مولانا لال حسین اختر دوسری میں قبضہ جما کر بیٹھ گئے!!! .....
عموماً سیاسی قیدیوں کو جیل میں اے کلاس مہیا کی جاتی ہے..... کم از کم انگریز کے دور میں یہی رواج تھا- لیکن اسلامی ملک کی خاص مسلمان سرکار نے ہمیں سی کلاس میں رکھنے کا حکم صادر فرمایا تھا..... البتہ یہاں سونے کے واسطے دریوں کی بجائے پلنگ مہیّا کئے گئے، جنہیں تختِ شاھی سمجھ کر ہم لیٹ گئے!!! .....
ہم تین نظر بندوں پر سات پہرے دار متعیّن ہیں- ان کی نگرانی ایک جمعدار کرتا ہے!!! .....
سی کلاس کے قیدیوں کا کھانا بھی کمال کا ہے..... چاول کی سخت روٹی کہ کسی کے سر میں مارو تو کھوپڑی پھٹ جائے، ساتھ پانی میں تیرتی ہوئی دال کہ جسے پی کر نہ پیاس بجھتی ہے نہ بھوک مٹتی ہے..... میری صحت تیزی سے گرنا شروع ہو گئی- اور ساتھ ساتھ دانتوں میں تکلیف بھی شروع ہو گئی..... کبھی کبھار ایک میسنا قسم کا ڈاکٹر آتا اور ہماری نبض چیک کر کے چلا جاتا- کمزوری زیادہ غالب ہوئی تو ڈاکٹر نے

کمال فیاضی سے ایک پیالی دودھ لگوادیا..... میں چائے اور پان کا رسیا تھا..... یہاں آکر طبیعت درست ہو گئ..... ان صعوبتوں کے باوجود ڈان اخبار یہاں بلاناغہ مہیا کیا جاتا تھا!!! .....

قید تو ہم نے برطانوی دور میں بھی بارہا کاٹی تھی..... مگر اس دور میں اتنی سنگ دلّی نہ تھی..... وہ لوگ قانون کے مطابق پکڑتے، ضابطے کے مطابق سزا دیتے اور شریفوں کا سا برتاؤ کرتے تھے- کافر حکمرانوں اور آج کے مسلمان حکمرانوں میں کیا فرق ہے ہمیں یہاں آکر معلوم ہوا- یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے صرف چھ سال پہلے لا الہ الا اللہ کا نعرہ لگا کر ایک اسلامی مملکت کی بنیاد رکھی تھی..... آج اسی مملکت میں ختم نبوّت کا نعرہ لگانے سے بڑا کوئ جرم نہ تھا- ہم پر اللہ کا خاص کرم رہا کہ اس بدسلوکی کے باوجود طبیعت میں کوئ محتاجگی نہ آئ..... اس قید وبند نے ہمارے ارادوں میں اور زیادہ پختگی پیدا کر دی"!! .....

ایک روز صبح سویرے جب ہمارے پہرے دار بدل رہے تھے تو احاطے سے کچھ اجنبی آوازیں سنائ دیں..... میں کوٹھڑی سے باہر نکلا تو ایک باریش نوجوان قیدی کو دیکھا جس کے ساتھ دو سپاہی تھے..... شاید وہ اسے غسل وحاجت کے لئے ہمارے واش روم میں لائے تھے ..... مجھے یہ نوجوان کچھ جانا پہچانا سا لگا لیکن حافظے پر زور دینے کے باوجود نام یاد نہ آ سکا !!! ....

جب وہ غسل سے فارغ ہو کر واپس جانے لگا تو میں نے سپاہیوں سے پوچھا" یہ بندہ کون ہے؟"

"ملا سائیں آپ اس ماڑوں کو نہیں جانتے؟ بہت وڈّا دھاڑیل ہے سائیں" !!! ....

"اوہ.... تو یہ ہے بھوبت ڈاکو.... واہ.... !!!" میں نے بے ساختہ کہا-

مجھے یاد آگیا کہ کچھ روز پہلے ڈان اخبار میں اس کی تصویر اور گرفتاری کی خبر چھپی تھی- بھوبت نے مڑ کر میری طرف دیکھا تو میں نے مسکرا کر کہا:

"کیسے ہو ٹھاکر؟ یہیں آجاؤ ناں ہمارے ساتھ " !!!

اس کے چہرے پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھری اور وہ خاموشی سے سر ہلاتے ہوئے چلا گیا-

حیدرآباد سینٹر جیل ان دنوں خطرناک لوگوں کا سینٹر تھا- بھوبت کو جیل کے درمیانی حصّے میں نہایت سخت پہرے میں رکھا گیا تھا- اس کے علاوہ راولپنڈی سازش کیس کے مجرم بھی یہیں رکھے گئے تھے-

پاکستان کو دنیا کے نقشے پر ابھرے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا- راولپنڈی کے ایک گھر میں دو میجر جنرل، دو بریگیڈیئر، ایک ائیر کموڈور، کئ کرنل اور کچھ صحافی اکٹّھے ہوئے..... گرما گرم بحث، دلائل اور جوابی دلائل سگریٹوں کے دھویں اور چائے کی بھاپ میں مدغم ہونے لگے ..... یہ حضرات وزیراعظم لیاقت علی خان کی امریکہ نواز پالیسی سے برانگیختہ تھے اور روس کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے..... آٹھ گھنٹوں پر محیط اس نشست میں وزیراعظم لیاقت علی خان کا تختہ الٹ کر ملک میں روس نواز سوشلسٹ حکومت قائم کرنے پر غور کیا گیا..... حکمِ ربّی

کہ اس سازش کی بھنک حکومت کے کان میں پڑ گی ٗاور یوں اس طائفے کو بروقت دھر لیا گیا.....ان میں جنرل اکبر اور کچھ دیگر آرمی آفیسرز کے علاوہ روزنامہ امروز کے ایڈیٹر اور مشہور شاعر فیض احمد فیض بھی شامل تھے!!!! .....

اگلے روز آنکھ کھلی تو احاطے میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی-

ہر طرف شور برپا تھا..."صاحب آگئے...صاحب آگئے" !!!

میں نے کوٹھڑی سے سر نکال کر پوچھا:

"بھئی کون سے صاحب تشریف لا رہے ہیں....؟؟"

"انسپکٹر جنرل صاحب دورے پر ہیں...." باہر سے کسی نے آواز لگائی-

جیل میں ڈپٹی کمشنر یا سیشن جج آجائے تو سب الرٹ ہو جاتے ہیں-انسپکٹر جنرل کی آمد پر تو اچھا خاصا تماشا برپا ہو گیا- کہیں جھاڑو دیا جا رہا تھا تو کہیں غسل خانوں کی صفائیاں ہو رہی تھیں- کہیں نمبرداروں اور قیدیوں کو نئے سوٹ بانٹے جا رہے تھے تو کہیں وارڈن اور سنتری اپنے بوٹ چمکا رہے تھے-غرض کہ ہر طرف ہٹّو بچّو کی صدا تھی-

ہم واپس آکر اپنے پلنگ پر لیٹ گئے-انسپکٹر کی آمد پر قیدی بہت سی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں-کسی کی مشقّت معاف ہو جاتی ہے تو کسی کو رہائی مل جاتی ہے-لیکن ہم ٹھہرے سیاسی قیدی، جنہیں کوٹھڑوں میں بند کر کے چابی حکومت اپنی جیب میں رکھ لیتی ہے-کوئی آئے، کوئی جائے، ہمیں اس سے کیا!!!

گھنٹے بعد ایک سنتری بھاگا ہوا اندر آیا اور بے ترتیب سانسوں میں بولا...

صاب ماڑی پر آگیا ہے....اب تو اُٹھ جاؤ مُلا سائیں !!!

میں اور مولانا لدھیانوی اُٹھ کھڑے ہوئے-لال حسین اختر بھی اپنی کوٹھڑی سے باہر نکل آئے-تھوڑی ہی دیر بعد ملحقہ احاطے سے ایک نہایت ہی شریف اور بھلے مانس شخص برامد ہوا پھر بڑی کرّوفر سے چلتا ہوا ہمارے قریب آیا:

"اسلام علیکم !!!... مولوی صاحبان کیسے مزاج ہیں؟؟ "

میں سمجھا کوئی معزز جیل وزیٹر ہے سو عمومی لہجے میں جواب دیا:

"وعلیکم سلام بھائی... ٹھیک ٹھاک... آپ سناؤ؟"

پھر ان صاحب کے پیچھے مؤدب جیل افسران کی قطار برامد ہوئی تو اندازہ ہوا کہ یہی انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات ہیں-انہوں نے باری باری

ہم سب سے مصافحہ کیا اور بولے:

"آپ حضرات کو کوئی تکلیف، مشکل یا پریشانی؟؟"

میں نے کہا "ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہے... ہم بہت خوش ہیں"

وہ بار بار اصرار کرتے رہے کہ ہم کچھ نہ کچھ پریشانی انہیں ضرور بتائیں- لیکن ہم نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ حکومت سے کوئی رعایت طلب نہیں کرنی- صبر اور شکر کے ساتھ اللہ کے بھروسے پر وقت گزارنا ہے-

کافی تکرار کے باوجود ہم نے کوئی مسئلہ پیش نہ کیا تو وہ خاموش کھڑے ہو گئے، پھر باہر احاطے میں جا کر گرد و پیش پر نظر ڈالنے لگے، اور آخر غسل خانے کی طرف چلے گئے-

کچھ ہی دیر بعد انہوں نے جیل سپریڈنٹ کو آواز دی-

"اللہ بخش ادھر آؤ.... لیٹرین کا دروازہ کدھر ہے؟؟ "

"سائیں واڈھو کو بولا ہوا ہے... دو چار روز تک لگ جائے گا دروازہ" !!!

"کل تک ضرور لگ جانا چاہئے.... کچھ تو احساس کرو.... مولوی صاحبان ہیں.... بے پردگی ہوتی ہے" !!!

اس کے بعد وہ ہماری طرف متوّجہ ہوئے اور کہا:

"اور سنائیں..... کھانا وغیرہ کیسا مل رہا ہے؟"

میں نے کہا "اللہ کا شکر ہے، ہمیں کوئی شکایت نہیں" !!!

جاتے جاتے وہ دروازے پر جا کر ایک بار پھر ہماری طرف مڑے اور کہا:

"مولوی صاحبان.... کچھ تو خدمت کا موقع دیا ہوتا" ....

میں نے کہا "اللہ کا شکر ہے.... ہمیں کوئی تکلیف نہیں.... اللہ تعالی آپ کو اخلاق کی بلندیوں پر فائز رکھے" !!!

وہ بار بار ہماری طرف دیکھتے رہے کہ شاید ہم کوئی مطالبہ پیش کریں لیکن ہم ان صعوبتوں پر شاکر تھے جو ختمِ نبوّت کے صدقے ہمارے نصیب میں لکھی گئی تھیں-

دن یونہی گزرتے رہے- زندگی جبرِ مسلسل کی طرح کٹتی چلی گئی- صبح سویرے کوٹھڑیوں کے تالے کھُلنا، ڈان اخبار کے ساتھ چاول کی پتھریلی روٹی کھانا اور دال کا شربت پینا- دن کو تھوڑی دیر کے لئے باہر گرم احاطے میں جا بیٹھنا پھر سرِ شام تپتی ہوئی اندھیری کوٹھڑوں میں بند ہو جانا.... یہی ہمارا معمول تھا-

چاول کی روٹی کھانے کی وجہ سے ہم سب دانتوں کی تکلیف کا شکار ہونے لگے- مجھے بلڈ پریشر کا عارضہ بھی تھا- اندھیری کوٹھڑی میں

گھبراہٹ اور تکلیف سے کروٹیں بدلتے ہوئے رات گزرتی- لیکن ان حالات مس بھی باجماعت نمازوں، قران اور ذکراذکار سے ایک لمحے کے لئے غافل نہ ہوئے-اللہ کی بارگاہ میں جب بھی ہاتھ اٹھائے ہمیشہ کلمہ ء شکر ہی زبان سے نکلا، کبھی گلہ نہ کیا کہ عشقِ رسول ﷺ کا یہی تقاضا تھا-

پندرہ روز بعد انسپکٹر جنرل دوبارہ تشریف لائے-

اگرچہ ان سے واقفیّت ہو چکی تھی، لیکن اس کے باوجود ہم نے ان کے روبرو کسی قسم کا گلہ یا شکایت پیش نہ کرنے کا عزم کرر کھا تھا- میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا صبر سے کام لینا اور کچھ نہ کہنا، صرف میں بات کرونگا-

علیک سلیک کے بعد وہ کمرے میں تشریف لائے- صفائی ستھرائی دیکھ کر خوش ہوئے پھر کہا کرسیاں کہاں ہیں؟

ہم نے حیرت سے کہا" کیسی کرسیاں؟"

انہوں نے فوراً سپریڈنٹ کو آواز دی:

"اللہ بخش.... ابھی اور اسی وقت مولوی صاحبان کے لئے میز اور کُرسیاں منگواؤ.... میں یہیں کھڑا ہوں.... اور آئندہ ایسی غفلت نہیں ہونی چاہئے "

سپاہی کرسیاں لینے دوڑ پڑے- انسپکٹر صاحب غسل خانے کی طرف گئے اور ہر چیز کا اچھی طرح جائزہ لیا- لکڑی کے نئے دروازے کو ٹھوک بجا کر دیکھا- اس دوران ہم نے ایک چارپائی گھسیٹ کر صحن میں رکھی اور کہا:

"جنرل صاحب تشریف رکھیں " !!!

وہ بیٹھ گئے- کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر بولے:

"دن بھر کیا مصروفیّات ہوتی ہیں آپ حضرات کی؟"

میں نے کہا نماز پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، ذکراذکار کرتے ہیں.... اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں-

فرمانے لگے صحت قائم رکھنے کے لئے ہلکی پھلکی ورزش بھی ہونی چاہئے-

میں نے کہا آپ جی بھر کے ورزش کیجئے.... ہم تو نظر بند ہیں-

وہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہنے لگے کیوں نہ اس احاطے میں ایک باغیچہ بنایا جائے.... کھدائی کا کام مشقّتی کریں گے... آپ صرف نگرانی کیجئے گا.... ہلکی پھلکی مصروفیت بھی رہے گی اور سبزی ترکاری بھی خوب اگے گی-

یہ کام ہماری منشاء کے مطابق تھا- چنانچہ فوراً مشقتیوں کو حکم ہوا کہ احاطے کی پتھریلی زمین کھود کر اس میں تازہ مٹّی بھری جائے اور باغیچہ بنانا شروع کیا جائے-

تھوڑی دیر میں ہمارا فرنیچر بھی آگیا- جس میں کرسیاں میز اور سامان رکھنے کے واسطے ڈولیاں شامل تھیں-
اگلے نصف گھنٹے میں جنرل صاحب کافی بے تکلّف ہو چکے تھے-
جب رخصت ہونے لگے تو بولے:
"آپ حضرات خدمت کا موقع ہی نہیں دیتے.... کوئ تکلیف، کوئ مسئلہ، کچھ تو بتاؤ؟"
مولانا لال حسین اختر صبر نہ کر سکے اور ایسے پھٹے کہ لٹیا ہی ڈبو دی:
"صاحب... بس ایک تکلیف ہے..... حکومت نے ختم نبوّت تحریک کی پاداش میں ہمیں سی کلاس میں رکھا.... کوئ گلہ نہیں....
ہمارے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا.... کوئ غمّ نہیں.... ہمارے ساتھ جو چاھے سلوک کیجئے......... ہم بخوشی برداشت کریں گے.... لیکن خدارا ماسٹر صاحب پر رحم کھایئے... ان کی عمر کا خیال کیجئے.... بلڈ پریشر کے مریض کو رات بھر اندھیری کوٹھڑی میں رکھنے کی کیا تک ہے ؟؟.... یہ چاول کی روٹی چبا نہیں سکتے.... ایک ماہ سے دال پی پی کر گزارا کر رہے ہیں.... اگر قسطوں میں قتل کرنا ہے تو ہم حاضر ہیں.... ماسٹر صاحب کو تو چھوڑ دیجئے" !!!
جنرل صاحب یہ سن کر ہکّا بکّا رہ گئے- چہرے پر ایک رنگ آئے ایک جائے- پہلے انہوں نے سپریڈنٹ اللہ بخش کو جھاڑا پھر پاس کھڑے ڈاکٹر کو ڈانٹ پلائ- اس کے بعد کہا:
"بخدا مجھ سے غفلت ہوئ.... میں نے سپریڈنٹ کو آپ حضرات کا خاص خیال رکھنے کا کہا تھا.... آپ حضرات کے چہروں پر اطمینان اور خوشی دیکھ کر یہی سمجھتا رہا کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے.... مجھے معاف کر دیجئے" !!!
اگلے روز سے چاول کی روٹی رخصت ہوئ اور گندم کی روٹی بحال ہو گئی اور رات کو ہم کھلے احاطے میں چارپائیاں ڈال کر تازہ ہوا میں سونے لگے-

ایک روز سرِ شام ڈیوڑھی پر شور سنائ دیا-
باہر نکلے تو ساتھ والے احاطے میں کوئ اونچی اونچی آواز میں سنتری سے لڑ رہا تھا-
"دیکھ پانڈے.... ہمارا رستہ چھوڑ دے..... ہم کو جیل کی دیواریں ناہیں روک سکتیں"
"سمجھو سائیں... تم کو ڈنّو شاہ کا واسطہ.... کیوں ہمارا نوکری برباد کرتا ہے.... واپس چلا جا"

"ہم کہتا ہوں درواجہ کھول سالے.... نئیں تو ٹھا کر تیرا سر کھول دے گا" !!! ...

یہ بحث جاری تھی کہ میں نے آواز لگائی:

"بھائی کیا مسئلہ ہے؟ کس سے لڑ رہے ہو؟... کون ہے اُدھر؟ "

"ہم بھوبت ہے... بھوبت ڈاکو!!!" دروازے کے پیچھے سے آواز آئی-

"بھوبت.....؟؟؟ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟؟"

"ہم کو تمہارے پاس آنا ہے مولی ساب.... یہ سالا پُلس والا درواجہ نہیں کھولتا" ...

بھوبت ڈاکو ہماری بیرک کے ساتھ والے احاطے میں شفٹ ہو چکا تھا- جیل سرکار نے اس کی بیرک تبدیل کر دی تھی- دونوں احاطوں کے بیچ ایک دروازہ تھا- اب وہ ہمارے پاس آنے کے لئے سنتری سے لڑ رہا تھا-

"دیکھ بھوبت" میں نے کہا- "یوں لڑنا بالکل ٹھیک نہیں.... ہم بھی تمہاری طرح قیدی ہیں... ہم کل سپریڈنٹ سے بات کریں گے- وہ آپ کو ہم سے ملنے کی اجازت دے دیگا"

جیل سپریڈنٹ شیخ اللہ بخش ایک شریف انسان تھے- اگلے ہی روز ہماری کوٹھڑی میں تشریف لائے تو ہم نے ان سے بات کی-

"اڑے توبہ کرو مولی سائیں....!! وڈّا خطرناک دھاڑیل ہے.... اوپر سے ھندو.... آپ لوگ پاک صاف رہتے ہو.... نماز پڑھتے ہو ... کمرہ پلید کرے گا" !!!

"مانا کہ ڈاکو ہے..... لیکن ایک انسان تو ہے.... اسے ہمارے پاس آنے دو... کیا معلوم اللہ اسے کلمہ پاک کی نعمت بخش دے اور وہ ایک اچھا انسان بن جائے"

"سائیں بڑی اوکھی بات ہے.... بھوبت اور کلمہ ؟؟"

"ہم کوشش تو کر سکتے ہیں.... باقی ھدایت تو سچّے رب نے دینی ہے" ...

سپریڈنٹ سوچ میں پڑ گیا پھر بولا:

"سائیں سرکاری طور پر تو ہم اجازت نہیں دے سکتا... مگر تمہاری بات کا انکار کر کے گنہگار بھی نئیں ہونا چاھتا.... ہم کوشش کرے گا کہ چوری چھپے ملاقات ہو جائے" ...

اگلے روز بھوبت کا وارڈن تبدیل کر کے نسبتاً ایک نرم مزاج سنتری لگا دیا گیا- اس نے روزانہ کچھ دیر بھوبت کو ہمارے پاس آنے کی اجازت دے دی- اور یوں ہماری کہانی میں ایک نیا کردار شامل ہو گیا... بھوبت!!!

بھوبت کسی زمانے میں ایک بہادر سپاہی تھا- ھندوستان میں کانگریس، انگریز کے کاسہ لیس جاگیرداروں اور نوابوں کے خلاف پہلی عوامی

تحریک بن کر اُٹھی تو جاگیرداروں کو اپنا مستقبل ڈوبتا نظر آیا-انہوں نے کانگریس کے خلاف محاذ کھول دیا-انہیں بھوبت جیسے بہادر اور جرّی افراد کی اشد ضرورت تھی-

بھوبت کے دماغ میں یہ بات بٹھائی گی کہ کانگریس بنیا لوگوں کی جماعت ہے جو گاندھی ٹوپی اور کھدر پہن کر جاگیرداروں کو شودر بنانا چاھتی ہے-اس سوچ نے بھوبت کے دل میں وہ چنگاری بھری کہ وہ اپنی سرکاری رائفل سونت کر کانگریس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا- بھوبت کا نشانہ بہت اچھا تھا اور رائفل اس کے لئے محض ایک کھلونا تھی -

بہت ہی جلد بھوبت ڈاکو کانگریسیوں کے لئے دھشت کی علامت بن گیا-وہ اکیلا کسی بھی جلسے میں گھس آتا اور اسے الٹا کر رکھ دیتا-ایک بار تو وہ رائفل اٹھائے سیدھا سٹیج پر چڑھ گیا-اس وقت ایک کانگرسی لیڈر تقریر کر رہا تھا-ہر طرف سراسیمگی پھیل گی-لیڈر سہم کر ایک طرف جا کھڑا ہوا اور بھوبت نے چندے کا بکسہ اٹھا کر عوام کے سامنے اُلٹ دیا-

وہ کانگریس کو چندہ دینے والے سیٹھوں کے گھروں میں گھس کر انہیں لوٹتا پھر یہ پیسہ لوگوں میں تقسیم کر دیتا-اس کی بہادری کے قصّے دور دور تک پھیل گئے-گاؤں کے بڑے بوڑھے شام کو چوپال میں بیٹھ کر بھوبت کی کہانیاں سنایا کرتے تھے-

پولیس نے بارہا اس کا پیچھا کیا لیکن بھوبت ہر بار جل دے کر نکل جاتا-وہ جس گاؤں میں داخل ہو جاتا لوگ سہم کر دروازے بند کر لیتے- بھوبت کے ساتھی شراب کے رسیا تھے سو ایک ایک کر کے پولیس مقابلوں میں مارے گئے لیکن بھوبت شراب اور عورت سے ہمیشہ دور رہتا تھا-ایک طویل مدت تک کانگریس اور ھندوستانی پولیس کو ناکوں چنّے چبوانے کے بعد بالآخر وہ ایک پولیس مقابلے میں زندہ پکڑا گیا- لیکن اس وقت تک بٹوارا ہو چکا تھا-

بھوبت کو حیدر آباد جیل میں بند کر دیا گیا اور "معزّز ڈاکو" ہونے کی وجہ سے اے کلاس بھی دے دی گیٔ-ایک باورچی سائے کی طرح اس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا-

آج وہ ہمارے پاس رونق جمائے بیٹھا تھا-

ہمیں جیل خانے میں فرصت ہی فرصت تھی-بھوبت ہمارے لئے ایک ناول کی حیثیت رکھتا تھا جسے ہم روز پڑھتے تھے-ہر روز وہ اپنی بہادری کا کوئی نیا قصّہ سناتا-کبھی کبھی عین قصّے کے بیچ سنتری سر پر آن کھڑا ہوتا، لیکن بھوبت اُٹھنے کو تیار ہی نہ ہوتا-آخر ہم ہی منّت سماجت کرتے اور اگلی ملاقات کا وعدہ کر کے اسے رخصت کرتے-اتفاق سے وہ جب بھی ہمارے پاس آتا ہم نماز میں مشغول ہوتے-وہ پلنگ پر باادب بیٹھ جاتا اور بڑے غور اور عقیدت سے ہمیں دیکھتا رہتا-ہم نے نہ تو بھوبت کو کبھی تبلیغ کی اور نہ ہی مذھب پر ہماری گفتگو ہوئی-

ایک دن وہ اچانک کہہ اٹھا "مولوی صاحب ہم کو بھی نماز سکھادوناں.... ہمارا بہت جی کرتا ہے" !!!

میں نے کہا "ٹھاکر!! یہ عقیدے کی بات ہے....پہلے عقیدہ آتا ہے پھر نماز"

وہ سادگی سے بولا" وہ کیسے مولی ساب؟؟"
پھر مولانالال حسین اختر نے اسے آہستہ آہستہ اسلام کا تعارف کرانا شروع کیا- وہ جاھلوں کی طرح سوال کرتا اور عقلمندوں کی طرح غور سے ایک ایک بات سنتا- وہ اسلام کی طرف مائل ہونے لگا- داڑھی اس نے پہلے ہی رکھی ہوئ تھی-
میں نے کہا" ٹھاکر اسلام بہادر لوگوں کا مذھب ہے- بہادروں کے دل میں خود بخود اترتا ہے...اور بزدلوں کے حلق سے کبھی نہیں اترتا"
ایک دن صبح ہی صبح بھوبت سے ملاقات ہوئ تو وہ اپنی داڑھی صاف کر چکا تھا-
میں نے کہا" ٹھاکر یہ کیا ظلم کیا؟ داڑھی تو عزّت کی علامت ہوتی ہے" !!! ...
وہ افسردگی سے بولا" مولی ساب....اب عجّت ہی کھترے میں ہے....دشمن جب بے گیرتی پر اترتا ہے تو پہلے داڑھی کھلاس کرتا ہے... پھر منڈی کاٹتا ہے"
"آخر ہوا کیا ہے؟ کون ہے تمہارا دشمن؟" میں نے حیرت سے پوچھا-
"پاکستانی سرکار مجھے بھارت کے حوالے کرنے کا کاریکرم بنا چکی ہے....اور بھارت میں کانگریس کا راج ہے....مجھے یہ پھیسلہ منجور ناہیں ....ہم آتما ہتیا کر لے گا لیکن سالی کانگریس کو آتما سار پن کبھی نہیں کرے گا"
میں نے کہا" اس وہم کو دل سے نکال دو....اللہ نے چاہا تو تمہیں کوئ ھندوستان نہیں بھیجے گا...تم یہیں رہو گے...اسی ملک میں.... ایک شریف شہری بن کر.....انشاءاللہ" !!!
کچھ ہی روز بعد اس کی بیرک تبدیل کر دی گئ- لیکن جو دیپ اس کے من میں جل چکا تھا، پھر کبھی نہ بجھ سکا- وہ پڑھا لکھا تو تھا ہی، نئ بیرکس میں جا کر اسلام کا باقاعدہ مطالعہ بھی کرنے لگا- ہم نے بھی دُعا کی اور شاید اس نے بھی رب تعالیٰ کو پکارا ہو.....اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آسانی پیدا فرما دی- حکومتِ ھندوستان نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حکومتِ پاکستان نے اس کی رہائ کے احکامات جاری کر دئے-
ہماری بھوبت سے پھر کبھی ملاقات نہ ہوئ- البتہ سپریڈنٹ شیخ اللہ بخش کی زبانی معلوم ہوا کہ جیل خانے سے باہر جاتے ہی اس نے مولانا محمد یوسف کلکتوی کے ہاتھ پر باقاعدہ اسلام قبول کیا اور ایک شریف شہری بن کر کسبِ روزگار کرنے لگا-

جس باغیچے کو ہم نے سینچا تھا، آخر ایک دن ہرا بھرا ہو گیا-

احاطے کی دیواروں پر سرسبز راء بیل لہرا اُٹھی- چھوٹی چھوٹی کیاریوں میں ٹینڈے، کدّو، کریلے اور بھنڈی توری لہلہانے لگے- ہم سے پہلے یہاں نیم کے دو ٹنڈ منڈ درخت تھے- احاطے میں سائے کا نام ونشاں تک نہ تھا- برسات آئی تو ہم نے مشقّتیوں سے پتھریلی زمین کھدوا کر تین بڑے بڑے کھڈّے بنائے- باہر سے نیم کے تین پودے منگوائے اور انہیں اس نیّت سے لگایا کہ چلو ہماری تو دھوپ میں کٹ ہی گئی، کل کوئی اور تو نیم کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ سکے-

ایک روز ہم باغ کی گوڈی میں مصروف تھے کہ اچانک پیچھے سے آواز آئی-

"واہ ماسٹر صاحب!!! آپ نے تو جیل کو گل و گلزار بنا دیا"

مڑ کر دیکھا تو جنرل انسپکٹر صاحب کھڑے مسکرا رہے تھے-

میں نے کہا" مقدر کی بات ہے.... جن ہاتھوں میں کل قلم تھا، قدرت نے آج بیلچہ تھما دیا" ....

"جو کچھ آپ نے کیا، واقعی بے مثال ہے.... کاش ہم آپ کو اس کا کچھ صلہ دے سکتے" وہ میرے پاس بیٹھتے ہوئے بولے-

میں نے پتھریلی زمین پر بیلچہ دھرتے ہوئے کہا:

"صاحب!!! ہمیں نہ تو مسلم لیگ سے کوئی صلہ چاہئے، نہ ہی جیل حکام سے کوئی رعایت.... ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہم پہ گزری کل کسی اور پر نہ بیتے.... مجبور قیدی ان درختوں کے سائے میں آرام کر سکیں.... گرمیوں میں لوگ اپنے ڈھور ڈنگر تک چھاؤں میں باندھ دیتے ہیں.... لیکن جیل ایسی جگہ ہے جہاں انسان، انسان کا دشمن ہے.... جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہوتا ہے یہاں.... باہر نکلیں تو دھوپ کھاتی ہے.... اندر جائیں تو کوٹھڑی.... پینے کو ابلا ہوا پانی ہے.... قیدی مجبور ہے اور حکمران مقہور.... جیل میں اے کلاس کے مزے لوٹنے والے سیاستدانوں کو کیا معلوم کہ سی کلاس میں انسانیت کس بھاؤ بک رہی ہے.... پھر باہر آ کر عوام کے سامنے ڈینگیں مارتے ہیں کہ صاحب ہم نے تو جیلیں کاٹی ہیں.... جیسے حاجی مکّے مدینے کے قصّے سناتے ہیں.... اور عوام بے چاری سبحان اللہ ماشاء اللہ کرتی رہ جاتی ہے"

جیلر صاحب کچھ دیر سوچتے رہے پھر بولے "آپ ایک سچّے صحافی ہیں، قیدیوں کی اصلاح پر ایک کتاب لکھ دیجئے، ہم اسے شائع کروائیں گے" ... ..

میں نے مسکرا کر کہا" فی الحال تو نابینا صحافی ہوں، جس رات کراچی سے ہمیں گرفتار کیا گیا، ہمارا چشمہ وہیں رہ گیا تھا"

"آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا، ہم کل ہی آپ کو چشمہ لگوا دیتے ہیں"!! ...

اگلے ہی روز انہوں نے باہر سے ایک چشمہ میکر اور نظر کے ڈاکٹر کو بلوا لیا- ڈاکٹر صاحب نے کورٹ روم میں سیاہ پردے تان کر دکان سجا لی- پھر ہمیں بھی بلوا لیا گیا-

وہاں کچھ اور قیدی بھی باری کے منتظر تھے - کچھ انتظار کے بعد ہماری باری آئی - ڈاکٹر صاحب بورڈ پر لکھے چھوٹے بڑے حروف ہم سے پوچھنے لگے - اسی اثناء میں وارڈن ایک اور قیدی کو لیکر اندر داخل ہوا -

ہم دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ٹھٹھک کر رہ گئے -

زبان سے بس اتنا ہی نکل سکا "آپ اور یہاں ؟؟"

یہ کرنل فیض صاحب تھے - اردو کے مشہور شاعر فیض احمد فیض !!!

فیض کو آپ کمیونسٹ کہ لیجیئے یا کوئی اور رائے قائم کر لیجیئے، بہر حال وہ بہت اچھے انسان ہیں..... میں نے انہیں ہمیشہ ھمدرد اور ملنسار ہی پایا ہے..... بہت سال پہلے تقسیم کے زمانے میں ان سے ملاقات ہوئی تھی..... ان دنوں میں لدھیانہ میں مہاجرین کے ایک کیمپ کا انچارج تھا اور رات دن مہاجرین کی خدمت میں منہمک رہتا تھا..... ایک روز اچانک معلوم ہوا کہ لاہور سے کچھ لوگ آکر کیمپ کا معائنہ فرمائیں گے..... میں آٹے کی تقسیم سے فارغ ہی ہوا تھا کہ فیض صاحب اچانک سامنے آئے اور مجھ سے بغل گیر ہو گئے..... اس وقت بھی ہماری زبان سے یہی نکلا تھا "آپ اور یہاں.... ؟؟؟"

بہر حال دو قیدی، جو حکومت کے باغی تھے، آپس میں کیا بات کر سکتے تھے - ایک زخم خوردہ مسکراہٹ کا تبادلہ ہوا - پھر وارڈن کے تیور دیکھ کر ہم نے ایک دوسرے سے مونہہ پھیر لیا - نظر کا معائنہ کروا کے وہ اپنی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور میں اپنی کوٹھڑی میں چلا آیا -

کچھ روز بعد جیل میں ڈینٹسٹ کا چیک اپ ہوا تو فیض صاحب سے وہاں بھی ملاقات ہوئی - ان کے ساتھ کچھ فوجی افسران بھی تھے جو راولپنڈی سازش کیس میں قید تھے - انہوں نے کہا "ماسٹر صاحب ہم آپ کی تحریک کے سخت مخالف تھے اور اسے ملاؤں کا انتشار سمجھتے رہے - لیکن اب ہماری آنکھوں سے بھی پردہ ہٹ چکا ہے - آج ایک سے بڑھ کر ایک قادیانی ہمارے خلاف جھوٹی گواہیاں دے رہا ہے - ہمیں اب معلوم ہوا ہے کہ یہ گروہ پاکستان کے خلاف کس طرح کام کر رہا ہے"

دین داروں اور دنیاداروں میں بس یہی فرق ہوتا ہے - دین دار قران و سنّت کے آئینے میں دوست دشمن کی پہچان رکھتا ہے، اور دنیادار کے سر پر ضرب پڑتی ہے تو اس کی آنکھ کھلتی ہے -

⊙-------------------⊙

7 اپریل 1953 کی ایک گرم صبح میں غسل خانے میں تھا کہ باہر ساتھیوں نے شور کیا -

"ماسٹر صاحب !!! جلدی باہر آیئے.... ایک تازہ خبر ہے" !!! ....

میں جیسے تیسے نہا کر باہر نکلا -

"خیریت تو ہے؟ کیا خبر آگئ؟؟ "

"خواجہ ناظم الدین کا تختہ الٹ دیا گیا ہے.... اناللہ واناالیہ راجعون" !!!

آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا-یہی بات ہم خواجہ صاحب کو آخری ملاقات میں بتا کر آئے تھے-اصل حکومت تو اللہ رب العزت کی ہے جسے کبھی زوال نہیں-حکومتی عہدے انسان کی آزمائش ہوتے ہیں-خواجہ صاحب وزارت عظمی کی جس مظبوط کشتی پر سوار تھے اسے اسٹیبلشمنٹ کی بے رحم موجوں نے عین منجدھار میں تتر بتر کر دیا-رہے نام اللہ کا....

کچّے گھڑے نے جیت لی ندّی چڑھی ہوئ

مظبوط کشتیوں کو کنارہ نہیں ملا

رات نصف سے زیادہ بیت چکی تھی-میں اور چاندپوری بڑے انہاک سے ماسٹر تاج الدین انصاری کی داستان سن رہے تھے-باہر سے ایک سنتری نے آکر اطلاع دی کہ ملاقات کا وقت ختم ہو چکا،اور جیلر صاحب باہر ڈیوڑھی پر منتظر ہیں-

ہم عشق کے قیدیوں سے گلے مل کر رخصت ہوئے-انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات جناب زیڈ احمد یقیناً ایک عظیم انسان تھے جنہوں نے ہمارے لئے ایک انتہائ ناممکن کام کو ممکن بنایا تھا-

تھکے قدموں سے چلتے ہوئے ہم ڈیوڑھی سے نیچے اترے-ہماری بائیں جانب جیل کی اونچی فصیل تھی اور دائیں طرف قیدیوں کی تاریک کوٹھڑیاں-ایک کمزور سا بلب راہداری کا اندھیرا دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا-ایک کوٹھڑی کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک مترنّم آواز نے ہمارے قدم روک لئے اور ہم ایک ادھ کھلی کھڑکی سے کان لگا کر نغمہء فیض سننے لگے!!!

قفس اداس ہے یارو،صبا سے کچھ تو کہو

کہیں تو بہرِ خدا، آج ذِکرِ یار چلے

جو ہم پہ گزری سو گزری، مگر شبِ ہجراں

ہمارے اشک تری عاقبت سنوار چلے

مقام فیض کوئ راہ میں جچا ہی نہیں

جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

سکھر شہر سے دو میل دور، کراچی لاہور روڈ پر ایک نہر بہتی ہے-

تانگے والا ہمیں اسی نہر کے کنارے اتار کر چلا گیا- سورج مشرق سے سر نکال رہا تھا- ہم پیدل چلتے ہوئے اس قلعہ نماء عمارت تک پہنچے جسے "سکھر جیل" کہا جاتا تھا-

جیل کے دروازے پر کھڑے سنتریوں نے ہمیں دور ہی سے گھورنا شروع کر دیا- ہمارے کندھوں پر سفری بیگ تھے اور حالت درویشوں جیسی ہو چکی تھی- یوں لگ رہا تھا جیسے ہم برسوں کا سفر کر کے یہاں پہنچے ہوں-

رمضان کا مہینہ تھا اور عید کی آمد آمد- سکھر اپنی شدید گرمی کے سبب ان دنوں "سقّر" بنا ہوا تھا- 126 ڈگری فارن ہائیٹ درجہ ءحرات میں حالت یہ تھی کہ انڈہ پانی میں ڈال کر دھوپ میں رکھ دو تو پانچ منٹ میں ابل جائے-

جیل کے سامنے درختوں کا گھنّا سایہ تھا- ہم نے پتھر کے ایک بنچ پر اپنے بیگ دھرے- دو چار لمبی لمبی سانسیں لیں، پھر چہرے پر ایک زبردستی کی مسکراہٹ سجائے ہوئے سنتریوں کے پاس تشریف لے گئے-

"اسلام علیکم ادا.... سُٹھو حال سائیں !!!" چاندپوری نے آغازِ کلام کیا-

" پلی کری آیاں "ایک عمر رسیدہ سنتری چاندپوری کو سر تا پاؤں دیکھتے ہوئے بڑبڑایا-

"سائیں ادھر کچھ مولوی حضرات آئے ہوئے ہیں کارانچی سے.... ہم ان کا ملاقاتی آیا ہے"

"کیدھر سے آیا ہے تم بابا؟؟" سنتری نے پوچھا-

"لاہور سے" !!! ....

"اور یہ ملے لوگ تمہارا کیا لگتا ہے ؟؟ "

"دیکھو بابا ہم صحافی ہیں....اور جیل کے قیدیوں پر ایک رپورٹ لکھ رہے ہیں "

"دیکھو سائیں....ادھر رپوٹر شپوٹر کا سخت منہائی ہئے....اور کسی ملے سے ملاقات کا آرڈر بھی ناہیں ہئے.... جیل سپریڈنٹ بوہت ڈاڈھا بندہ ہئے سائیں.... سنتریوں پہ غُصّہ کرتا ہئے بابا"

"چلو پھر جیل سپریڈنٹ سے ہی ملاقات کروا دو" چاندپوری نے کہا-

"ارے بابا جیل سپریڈنٹ ماڑوں ماڑوں کو تھوڑی ملتا ہے" ....

"ہم ماڑوں نہیں صحافی ہے"

"تم آئسا کرو بابا کہ عید پر آجانڑاں.... ملاقات کروا دیں گے"

"عید میں تو ابھی ایک ہفتہ ہے سائیں.... ہم اتنا انتظار نہیں کر سکتے.... تم سپریڈنٹ کو اطلاع دے دو کہ لاہور سے کچھ صحافی آئے ہیں"

"کائسے اطلاع دے دوں بابا... پادری صاب تو چرچ گئے ہوئے ہائیں" ....

"پادری صاحب کون؟"

"مسٹر کنیزرو پادری ہے ناں.... وہی جیل کا سپریڈنٹ ہے"

چاندپوری مونہہ لٹکائے واپس آگئے- ہم دونوں پتھر کے بنچ پر خاموش بیٹھ گئے-

اس دوران سائیکل پر سوار ایک بابا ادھر آیا- کوئی پچاس پچپن کا سن، سفید ریش اور بارعب چہرہ- اس نے سائیکل گیٹ کے ایک طرف کھڑی کی- ہمیں "سلاماں لیکم" کہا پھر کیریئر سے ایک لیم شحیم جھاڑو اتار کر جیل کے سامنے سڑک پر صفائی کرنے لگا- شکل سے وہ کسی طور بھنگی نہیں لگ رہا تھا- ہم خاموشی سے اسے دیکھتے رہے -

کام ختم کر کے وہ سیدھا ہمارے پاس چلا آیا-

سلام دعا ہوئی، تعارف ہوا- اس کا نام یعقوب قادری تھا- وہ سکھرؔ میں فرنیچر کا کام کرتا تھا- یعقوب پنجابی میں شاعری بھی کرتا تھا اور حبِ آلِ رسول ﷺ اس کا اوڑھنا بچھونا تھا- اسے ختم نبوّت تحریک کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں تھیں- وہ تو بس اتنا جانتا تھا کہ کراچی سے کچھ سادات سکھرؔ جیل آئے ہوئے ہیں- یہ معلومات بھی اسے جیل کے اندر لکڑی کا کام کرتے ہوئے دستیاب ہوئی تھیں- اس کا ٹھیکہ ختم ہوا تو وہ جیل کو ہی درگاہ بنا کر بیٹھ گیا- وہ روزانہ سائیکل پر یہاں آتا، سادات کی زیارت کے لئے سنتریوں کی منّت سماجت کرتا- پھر جیل کے دروازے پر جھاڑو لگا کر واپس چلا جاتا-

"جیلر بوہت چنگا بندہ اے.... ہے تے پادری.... پر اخلاق بوہت وھیا اے" یعقوب نے بتایا-

"اس کا مطلب ہے ملاقات ہو جائے گی؟؟" چاندپوری نے پُوچھا-

"ناں جی ناں.... یزیدیاں دی حکومت وچ سیّداں نال ملاقات کس طرح ہو سکدی اے.... آلِ رسول ﷺ نوں تپدیاں کوٹھیاں وچ سُٹیا اے ظالماں نے.... رب انہاں نوں پچھے گا" !!! ....

"پھر بھی.... کوئی صورت تو ہو گی؟؟" چاندپوری نے امید بھری نظروں سے سوال کیا-

"زیارت ہو سکدی اے....!!!" وہ پٹکے سے چہرہ صاف کرتے ہوئے بولا-

"زیارت؟؟ کیا خواب میں ہو گی زیارت؟؟ "

"او سرکاراں.... اودھر پیچھے اِک باگ ہے.... شام نوں پیر بادشاہ اودھر گشت کر دے نیں.... سنتری نوں دو روپے چٹّی دے کے تُسّی وی زیارت کر لوؤ"

عصر تک ہم وہیں بیٹھے یعقوب قادری کی گپیں سنتے رہے-اس بہانے روزہ بھی اچھا گزر گیا-یعقوب نے ہمیں اپنا کچھ کلام بھی سنایا جو ہمارے فہم وادراک سے کافی اونچا تھا-اس دوران وہاں کچھ اور ملاقاتی بھی آ گئے-ان میں سے بعدوں کو ملاقات کی اجازت بھی مل گئ- کچھ لوگ کھانے پینے کا سامان بھی اندر لے گئے-یعقوب نے بتایا کہ یہ عام قیدیوں کے رشتہ دار ہیں-مثلاً چور ڈاکو قاتل لٹیرے دھاڑیل- سید بادشاہوں کے بارے میں بہت سختی ہے-اس نے بتایا کہ سادات کو ایسی تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں رکھا گیا ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے پانچ کوٹھڑیوں سے گزرنا پڑتا ہے-جہاں نہ تو کھڑکیاں ہیں نہ روشن دان-دن کو کوٹھڑیاں تندور کی طرح تپ جاتی ہیں تو قیدی دروازے کے پاس باری باری لیٹ کر تازہ ہوا لیتے ہیں-پینے کو افطار میں بھی گرم پانی ملتا ہے-

عصر کے بعد یعقوب نے سنتری سے جا کر بات کی پھر ہمیں بلایا-

"پہلے درگاہ تے دوروپے نزرانہ چڑھاؤ" !!!

ہم نے دو دوروپے سنتری کو ادا کئے اور یعقوب کے پیچھے پیچھے چل دیے-وہ ہمیں ایک لمبا چکر لگوا کر جیل کے پچھواڑے میں لے آیا- یہاں کافی جھاڑ جھنکار تھا اور ایک طرف پختہ اینٹوں کا ایک ڈھیر سا لگا ہوا تھا-ہم جیسے تیسے کر کے اینٹوں پر چڑھ گئے-اب دیوار سے پار کا منظر صاف دیکھا جا سکتا تھا-

سامنے کوئ دو سو قدم کے فاصلے پر وہ تنگ وتاریک کوٹھڑیاں تھیں جن میں ابوالحسنات سید احمد قادری، سیّد عطاءاللہ شاہ بخاری، سید عبدالحامد بدایونی، علامہ سیّد مظفر شمسی، مولانا عبدالرحیم جہلمی، صحافی اللہ نواز اور صاحبزادہ سیّد فیض الحسن عشق کی قید کاٹ رہے تھے- کوٹھڑیوں کے سامنے ریت کا ایک چٹیل میدان تھا جس میں دو ٹنڈ منڈ درخت لگے ہوئے تھے-

"باغ کدھر ہے قادری صاحب.... یہاں تو ریت ہی ریت ہے" میں نے پوچھا-

"او سرکاراں.... اسے نُوں باغ کہندے نیں.... جیل وچ کوئ امروداں دا باغ تھوڑی ہوندا " !!!

"اس گرم ریت پر چہل قدمی کرتے ہیں سیّد زادے؟؟.... روزے کی حالت میں....؟؟"

"تے ہور کی.... ہن آپ ای اندازہ کرلوؤ کہ کوٹھڑی دے اندر کی حالت ہونی ایں "

اس دوران ایک سنتری نے آ کر کوٹھڑیوں کے تالے کھولنے شروع کئے-آہنی کواڑ دلدوز چیخیں مارتے ہوئے کھلنے لگے-

تھوڑی دیر بعد اندر سے قیدی باہر آنا شروع ہوئے-ان کے معطر اجسام پسینہ پسینہ تھے-اور بال گرد آلود-

سنتری کچھ دور جا کر کھڑا ہو گیا، اور سید زادے تپتے ہوئے ریگزار کو باغِ ارم سمجھ کر وہاں چہل قدمی کرنے لگے-

"عشق احساسِ تکلیف بھلا دیتا ہے..... بس.... جسے رب قبول کرلے!!!" چاندپوری نے ایک سرد آہ بھر کر کہا-

اس دوران یعقوب قادری اپنا کلام عشق گنگنانے لگے.....اور ہم خاموش ہو گئے!!!

کھائیونہ وِساہ سیّو

عشقے اُڈ جانڑیں دا

ڈاڈھااو کھاجے راہ سیّو

عشقے اُڈ جانڑیں دا

سکھیو!!! عشقِ بے درد کا بھروسہ کبھی نہ کرنا- عشقِ خانہ سوز کا رستہ بہت ہی کٹّھن ہے-

مونہہ لاندا نئیں شودیاں نُوں

بے درد بے ہُودیاں نوں

او کھاویڑا جے لاء سیّو

عشقے اُڈ جانڑیں دا

سکھیو!!! عشقِ کرشمہ ساز کی لگن بڑی ہی کٹھن ہے- یہ کم ظرف، بے درد اور بے ہودہ لوگوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتا-

کونین دے مالِکاں نیں

حیدر دیاں پالکاں نیں

مل چھڈیا اے پاء سیّو

عشقے اُڈ جانڑیں دا

سکھیو!!! اس عشقِ مایہء انمول کی قیمت سردارانِ جنّت نے ہی چُکائی ہے، جو حیدرِ کرار کے جگر گوشے تھے-
)رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین(

سکھر میں شام ڈھل رہی تھی-

ہمیں آج ہی رات دس بجے بزریعہء خیبر میل لاہور کے لئے روانہ ہونا تھا-

جیل گیٹ پر ایک حسرت آمیز نظر ڈالتے، ہم بیگ آٹھائے واپس چل دیے- نہر پار کر کے ہم لاہور کراچی روڈ تک پہنچے اور ریلوے اسٹیشن جانے کے لئے یکہ کے انتظار میں کھڑے ہو گئے- ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئ تھی کہ جیل روڈ کی طرف سے ایک سائیکل سوار سنتری آتا

دکھائی دیا- نہر کنارے آکر اس نے سائیکل کھڑی کی اور ہمیں آواز دینے لگا-

میں نے چاندپوری کو اس طرف متوجہ کیا تو وہ مجھے بیگ پکڑا کر اس کی طرف چلے گئے- دونوں کے بیچ کچھ دیر گفتگو ہوئی پھر چاندپوری نے اشارہ کر کے مجھے بھی بلا لیا -

"خیریت تو ہے... کیا مسئلہ ہو گیا؟" میں نے پُوچھا-

"معلوم نہیں.... وارڈن نے بلایا ہے"

"وارڈن نے؟ خیریت؟ آخر کس لئے؟"

"یہ تو جا کر ہی معلوم ہو گا.... اللہ بہتر کرے گا"!! ...

ہم نصف کلو میٹر چل کر واپس جیل گیٹ پر پہنچے تو نئے سنتری اپنی ڈیوٹی سنبھال چکے تھے- انہوں نے نہایت اخلاق سے ہمارا استقبال کیا- ہمارا بیگ اترواکر اندر چوکی میں رکھا- پھر ایک حوالدار نے اپنے ساتھی کو آواز دی -

"اللہ بچائیو... مہمانوں کو اندر ابڑو صاحب کے پاس چھوڑ آؤ" !!!

"یہ ابڑو صاحب کون ہیں بھائی؟"

"فکر کی بات نئیں ہے بابا.... وارڈن صاب نے آپ کو یاد کیا ہے" ....

ہم دھڑکتے دل کے ساتھ سنتری کے پیچھے پیچھے چل دیے- وہ ہمیں مختلف برامدوں سے گزارتا وارڈن کے دفتر تک چھوڑ آیا-

یہاں ایک گھنّی داڑھی اور بھاری مونچھوں والا شخص بیٹھا ہوا تھا- اس نے اٹھ کر ہمارا یوں استقبال کیا جیسے مدت سے ہماری راہ دیکھ رہا ہو- حالات کے بدلتے تیور دیکھ کر ہم دریائے حیرت میں غوطے کھانے لگے -

"اللہ بچائیو.... سائیں کڑک چائے بنواؤ فٹافٹ !!!" وارڈن نے سنتری کو حکم کیا اور ہمیں بڑی عزت سے کرسیوں پر بٹھادیا-

"اور سائیں... حال سُٹھّو آہے ناں"...

"جی الحمدللہ" چاندپوری نے جواب دیا-

"ہم قادر بخش ابڑو ہئے... یہاں کا وارڈن" !!! ....

"کہیے کیسے یاد فرمایا؟؟"

"ارے بابا.... بس ایک چھوٹی سی مجبوری ہئے" وہ ہنستے ہوئے بولا-

"خیریت؟ کیسی مجبوری؟"

"او سائیں.... بڑی ڈاڈھی مجبوری ہئے.... لیکن مسئلہ سرکاری ہئے.... ورنہ آپ کو مشقّت نہ دیتا"....

"سرکاری مسئلہ.... ہم سمجھے نہیں"

"اوپر سے کچھ ڈاک آیا ہے..... ہمارا منشی عید کی چھٹّی چلا گیا ہئے.... ادھر کوئی مانڑوں زیادہ پڑھا لکھا نئیں ہئے... سویرے یہ ڈاک .... قیدیوں تک پہنچانا ہے" وہ کچھ لفافے دراز سے نکالتے ہوئے بولا -

"لیکن آپ نے ہمیں کس لئے زحمت دی.....؟؟"

"ہم آپ کو سمجھاتا ہے بابا... "وارڈن لفافے میز پر سجاتے ہوئے بولا-"دراصل جیل میں آنے والی ڈاک سنسر ہوتی ہئے... خاص طور پر مولبی لوگوں کی چٹھیاں..... مجبوری ہئے.... اوپر سے یہی آرڈر ہے بابا... یہ کام ہمارا منشی خیر محمد کرتا تھا... لیکن آج دوپہر کو وہ چھٹی لیکر چلا گیا ہئے.... عید آرہی ہے ناں.... اس لئے.... نیا آدمی دو روز بعد آئے گا.... سویرے سویرے جیل سپریڈنٹ کو رپورٹ دینا ہوتی ہے... اب ادھر سب چٹے ان پڑھ ہیں بابا.... سنتری لوگوں نے بتایا کہ ایدھر کوئی اخبار والا آیا ہوا ہے.... پھر مالوم ہوا کہ آپ لوگ چلا گیا ہے... اس لئے دوست محمد کو آپ کے پیچھے بھگایا" ....

"ٹھیک ہے.... لیکن یہ کام آپ کسی قیدی سے بھی کرواسکتے تھے " .....

"بابا.... منہائی ہے.... یہ سب خفیہ مالا ہے... کیا کریں؟"

چاندپوری کرسی گھسیٹ کر وارڈن کے قریب ہوگئے-اور خطوط کی جانچ پڑتال کرنے لگے-

کل چار خطوط تھے-ان میں دو تو غیر متعلقہ تھے-ایک سرکاری چٹھی تھی جو شاید لاہور سے آئی تھی-اس میں کسی سرکاری کمیشن کا تذکرہ تھا جو اگلے مہینے بیٹھنے والا تھا-اس کے علاوہ ایک خط سیّد مظفر علی شمسی کے نام تھا، جو شاید گھر سے ان کی چھوٹی بہن نے لکھا تھا-

"بس ایک یہی خط ہے مولوی لوگوں کا... باقی تو سب سرکاری چٹھیاں ہیں" چاندپوری نے کہا-

"اچھا بابا..... یہی ہم کو پڑھ کر سمجھادو...." وارڈن نے کہا-

"لیکن کسی کا خط پڑھنا.... غیر مناسب ہے" ...

"مجبوری ہائے بابا.... ورنہ آپ کو کیوں تکلیف دیتا" ....

چاندپوری نے نہایت احتیاط سے لفافہ چاک کیا اور باآوازِ بلند خط پڑھنے لگے:

میرے پیارے بھیّا..... اسلام علیکم!!!

اللہ تعالی نے آپ کو جس امتحان میں ڈالا ہے، کامیاب کرے- میں آپ کو پریشان تو نہیں کرنا چاہتی لیکن انتہائی مجبوری ہے، جس کی وجہ سے یہ خط لکھ رہی ہوں- میں کچھ ماہ سے سخت بیمار ہوں- کھانسی زوروں پر ہے، بخار دامن نہیں چھوڑتا، اور ٹمپریچر 104 سے نیچے نہیں آتا-ڈاکٹر بتاتے ہیں کہ ٹی بی کی آخری اسٹیج ہے-ماں باپ نے مجھے آپ کے سپرد کیا تھا، اب موت مجھے لئے جارہی ہے-کاش آخری وقت

میں آپ میرے پاس ہوتے -
آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ناموس کے لئے مصائب برداشت کر رہے ہیں- اللہ آپ کو استقلال بخشے - اور قیامت کے روز آپ کی قربانی ہمیں دربارِ رسالت میں سرخرو کر دے- آپ بہادری سے قید کاٹیں- اگر زندگی رہی تو مل لوں گی- ورنہ میری قبر پر تو آپ ضرور آئیں گے- سب بچےّ سلام کہتے ہیں- اب ہاتھ میں طاقت نہیں اس لئے خط ختم کرتی ہوں-
واسلام آپ کی بہن !!!

اس مختصر مگر المناک خط نے ہماری جان نکال کر رکھ دی- چاندپوری کی آواز بھی لڑکھڑانے لگی- جانے تاریک کوٹھڑی کے اسیر تک یہ خط پہنچا ہوگا تو وہ کس کیفیت سے گزرا ہوگا- زخموں سے چور جسم پر کیسی نمک پاشی ہوئی ہوگی- اس خط کا درد وہی سمجھ سکتا تھا جو وطن سے دور ہو اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہا ہو -
تھوڑی ہی دیر میں چائے آگئی- چاندپوری اُٹھ کھڑے ہوئے-
"بابا چائے تو پی کر جاؤ" ....
"دل درد سے بھر چکا ہے سائیں.... چائے کی طلب نہیں رہی" چاندپوری نے کہا اور مجھے اُٹھنے کا اشارہ کیا-
درد تو پہلے بھی کم نہ تھا لیکن دکھ کی جو گٹھڑی اس خط نے ہمارے سر پر رکھی اس نے تو کمر ہی توڑ دی تھی -
رات کے آٹھ بج چکے تھے- وارڈن نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں پولیس وین مہیا کرنے کی آفر کی لیکن چاندپوری نہ مانے- چوکی سے ہم نے اپنے بیگ اُٹھائے، اور تھکے قدموں سے چلتے ہوئے دوبارہ نہر کے کنارے آکر کھڑے ہوگئے-

22 اپریل.....1953ء

ہم لاہور پہنچے تو دنیا ہی بدل چکی تھی-
شہر کے معاملات کافی حد تک درست ہو چکے تھے- فوج نے لوکوشیڈ، ٹیلی فون، بجلی اور پانی کا نظام بحال کر دیا تھا -
ہزاروں مسلمانوں کو خاک و خون میں تڑپا کر، ایک لاکھ افراد کو پسِ زنداں دھکیل کر اور تقریباً 10 لاکھ کو متاثر کر کے تحریکِ مقدّس کو بزورِ قوّت دبایا جا چکا تھا- لاہور کے علاوہ سیالکوٹ، گوجرانوالا، راولپنڈی، فیصل آباد، ساہیوال، اوکاڑہ اور اندرونِ سندھ میں بھی کم و بیش داستانِ لاہور ہی دہرائی گئی- کہیں لاٹھی چارج سے کام چلایا گیا تو کہیں گولی سے تحریک کو دبایا گیا-

لاہور کے شاہی قلعے میں اب بھی بے شمار لوگ محبوس تھے جن پر قادیانی انتظامیہ جی بھر کے تشدّد کر رہی تھی- شہر بھر کی مساجد خفیہ والوں کے پہرے میں تھیں- اور منابر و مجالس سے تین الفاظ ادا کرنا مملکت سے غدّاری تصوّر کیا جا رہا تھا..... ختمِ نبوّت، قادیانیّت اور سر ظفر اللہ خان!!!

اگلے روز ہم شہر کی صورتحال جاننے کے لئے باہر نکلے- شالیمار کے قریب ایک بازار میں ہنگامہ نظر آیا- بارڈر پولیس کے دو اہلکار ایک صحت مند قسم کے مولوی صاحب سے دست و گریبان تھے- مولوی صاحب مسجد کی طرف زور لگا رہے تھے اور پولیس والے انہیں وین کی طرف دھکیلنے کی کوشش کر رہے تھے- اس رسّہ کشی کو دیکھ کر وہاں کافی لوگ اکٹھے ہو گئے-

پولیس والے رش دیکھ کر پریشان ہو گئے اور مولوی صاحب کو چھوڑ دیا- ان کا گریبان پھٹ چکا تھا-

"او کی ہو گیا جوانوں؟.... کی کیتا مولی صاب نے؟؟" مجمع میں سے ایک بزرگ نے آواز لگائی-

"یہ خانہ خراب کا بچہ.... لوڈ سپیکر پہ غدّاری کا بات کرتا ہے...." باڈر پولیس والے نے کہا-

"جھوٹ اے..... میں کوئی غدّاری دی گل نئیں کیتی...." مولوی صاحب نے بٹن بند کرتے ہوئے کہا-

"تم نے ختمِ نبوّت بولا.... ام نے خود آنکھوں سے سُنا"

"اپنے کنّاں دا علاج کراء.... میں ختم شریف دا اعلان کیتا سی..." مولوی صاحب نے صفائی پیش کی-

"تم نے ختم کا نام تو لیا ناں.... اب پوجی عدالت پھیسلہ کرے گا" ...

"آپ جانتے ہیں ختمِ نبوّت کا مطلب کیا ہے؟" چاندپوری نے پولیس والے کو مخاطب کیا-

"جانتا ہے..... یہ ملک سے غدّاری کا بات ہے" پولیس والے نے کہا-

"تم احمدی ہو یا غیر احمدی؟"

"وہ کیا ہوتا ہے؟"

"مرزا غلام احمد قادیانی کا نام سنا ہے"

"ہاں سنا ہے"

"کون تھا وہ؟"

"جھوٹا نبی تھا" ...

"بالکل ٹھیک.... اسی جھوٹے نبی کے ماننے والے ختمِ نبوّت کے منکر ہیں.... جب کہ مسلمان ختم نبوّت پر کامل یقین رکھتے ہیں.... ختم نبوّت کا مطلب ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کوئی شرعی غیر شرعی نبی نہیں آسکتا... ختمِ نبوّت کی بات کرنا

کوئی گناہ نہیں بھائی.... بلکہ یہ تو بڑے ثواب کا کام ہے"

"لیکن ہمارا آپیسر تو بولتا ہے یہ غدّاری کا بات ہے "!!!

"تمہارا افیسر قادیانی ہے.... یا پھر قادیانیّت نواز.... بھائی ایک دن ہم سب کو مرنا ہے... اللہ کے حضور پیش ہونا ہے..... نبی پاک ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے جامِ کوثر پینا ہے.... قادیانی اس نبی کریم ﷺ کے دشمن ہیں.... اس ملک میں غلام احمدی نظام لانا چاھتے ہیں..... تحریک ختم نبوّت کی جدوجہد اسی کافرانہ نظام کے خلاف ہے"

چاندپوری کا لیکچر سن کر پولیس والا کچھ موم ہوا اور مولوی صاحب کو چھوڑ دیا-

شاھی قلعے میں فوجی عدالت قائم تھی جو ریوڑیوں کی طرح سزائے موت اور عمر قید کی سزائیں بانٹ رہی تھی- ہر روز کوئی نہ کوئی نئی خبر عوام کے زخموں پر نمک بن کر گرتی-

ایک دن خبر آئی کہ مونا عبدالستار نیازی کو بھی سزائے موت سنادی گئی ہے-

مولانا نیازی مارشل لاء کی آمد کے ساتھ ہی روپوش ہو گئے تھے- ان کا ارادہ پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں اچانک وارد ہو کر ایک پر جوش تقریر کر کے گرفتاری دینے کا تھا لیکن یہ خبر حکومت کے کانوں میں بھی پہنچ گئی- اسمبلی کا اجلاس ایک ہفتے کے لئے ملتوی کر دیا گیا اور شہر بھر میں نیازی صاحب کی تلاش میں چھاپے پڑنے لگے- ایک ہفتہ بعد اجلاس کی تاریخ مزید آگے بڑھائی گئی تو نیازی صاحب بھیس بدل کر لاہور سے نکل گئے- وہ پہلے اوکاڑہ تشریف لے گئے، وہاں سے پاکپتن گئے لیکن ختم نبوّت کے پروانوں کے لئے روئے زمین تنگ ہو چکی تھی- پاکپتن کے گدی نشینوں نے انہیں وقتی پناہ دینے سے بھی انکار کر دیا- اس کے بعد وہ بزریعہ دیپالپور قصور تشریف لے گئے-

نیازی صاحب کا ارادہ تھا کہ اسمبلی کا اجلاس شروع ہوتے ہی وہ لاہور قصور روڈ پکڑیں گے، اور پنجاب اسمبلی کے سامنے اتر کر بھاگم بھاگ ایوان کے اندر چلے جائیں گے جہاں پولیس کسی کو گرفتار کرنے کی مجاز نہ تھی- اس کے بعد تقریر کر کے اپنا مؤقف پیش کریں گے، اور اسمبلی گیٹ پر گرفتاری دیں گے- لیکن قصور میں ان کے قیام کے دوران ہی مخبری ہو گئی اور وہ دھر لئے گئے-

مولانا نیازی اور مولانا خلیل احمد قادری پر فوجی عدالت میں کئی روز تک مقدمہ چلتا رہا- ان پر اور ان کے نو ساتھیوں پر ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل کا جھوٹا مقدمہ تیار کیا گیا- ان کے خلاف پیش ہونے والے گواہوں میں مولوی سلیم بھی پیش پیش تھا- یہ وہی مولوی سلیم تھا جس نے قران پاک کے اوراق گندے نالے سے نکال کر عوام کو مشتعل کیا تھا، جس کے نتیجے میں ڈی ایس پی فردوس شاہ کا قتل ہوا تھا-

ایک دن "چلتی پھرتی عدالت" نیاز ھسپتال پہنچی جہاں مولانا عبدالستار نیازی بغرضِ علاج داخل تھے- فوجی افسران کے کے ہاتھ میں فیصلے کی کاپی تھی- تمام ملزمان کو ایک کمرے میں جمع کر کے فیصلہ سنایا گیا:

"آپ حضرات پر ڈی ایس پی فردوس شاہ کے قتل کا الزام ثابت نہیں ہو سکا.... عدالت آپ سب کو باعزّت برّی کرتی ہے"

رضاکاروں کے چہرے خوشی سے تمتا اٹھے-جب سب لوگ جانے لگے تو آفیسر نے نیازی صاحب کو روک لیا:

"مولانا آپ پر بغاوت کا الزام بھی ہے ؟؟"

"ہاں.....ہے تو سہی"مولانا نیازی نے جواب دیا-

"آپ کے بارے میں کچھ اور فیصلہ ہے...."آفیسر جیب سے ایک دوسری پرچی نکالتے ہوئے بولا-

"جی سنایئے....!!!"نیازی صاحب ہمہ تن گوش ہو گئے-

فوجی آفیسر نے کانپتے ہاتھوں سے پرچی میں لکھا فیصلہ سنایا:

"عدالت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ تمہیں گردن میں رسی ڈال کر موت واقع ہونے تک پھانسی کے پھندے پر لٹکایا جائے" !!!

"بس یا کچھ اور بھی ؟؟...."مولانا نیازی نے اطمینان سے کہا-"اگر اس سے بھی بڑی کوئی سزا ہے تو دے دیجئے....میں ناموسِ رسالت ﷺ کی خاطر سب کچھ برداشت کرنے کو تیّار ہوں"

"ناؤ سائن دس پیپر....!!"آفیسر نے کچھ کاغذات آگے بڑھائے-

نیازی صاحب نے جواب دیا"... I will sign , when I will kiss the rope " ....

"لیکن سائن تو آپ کو ابھی کرنے ہونگے" .....

"آپ مجھے ابھی پھانسی کے پھندے پر لے جاؤ....میں ابھی سائن کر دیتا ہوں" !!!

"مولانا......مجھے اپنے سینئرز کو جواب دینا ہے کہ میں نے نوٹس آپ تک پہنچا دیا ہے"

"اچھا.....اگر سینئرز کا اتنا ہی خوف ہے تو لایئے...."یہ کہ کر مولانا نیازی نے موت کے پروانے پر دستخط کر دیے-

آفیسر سراسیمہ ہو کر باہر نکلا جبکہ مولانا وجدانہ کیفیّت میں یہ شعر پڑھتے ہوئے کمرے سے باہر آئے:

کشتگانِ خنجر تسلیم راء

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

جو تیری رضاء کے خنجر سے ذبح ہوتے ہیں، ہر دور میں، غیب سے اک نئی حیات پاتے ہیں!!! ....

اگلے روز چاندپوری صبح صبح اخبار لئے دوڑے آئے:

"مولانا مودودی کو بھی سزائے موت سنادی گئی"....

"یااللہ خیر!!!! مودودی صاحب نے کیا کر دیا؟؟"

"انہوں نے "قادیانی مسئلہ" لکھ کر جابر سلطان کے سر میں ہتھوڑا مارا ہے"

"قادیانی مسئلہ؟؟...ایک کتابچہ لکھنے پر سزائے موت؟؟"

"بھائی ختم نبوّت کا لفظ زبان سے نکلا نہیں اور گلے میں پھندا ڈلا نہیں... دیوانے بھی پا بجولاں ہیں اور عقل والے بھی پسِ زنداں"

"کمال ہے....!!!" قادیانی مسئلہ "تو ایک انتہائی لاجیکل اور معتدل رسالہ تھا" ....

"پڑھے لکھے طبقے کی آنکھیں کھولنے کے لئے تو کافی تھا ناں بھائی.... دنیا بھر میں اس کے تراجم شائع ہو رہے تھے... مولانا نے قادیانیت کو ایک سنگین مذہبی، معاشرتی اور سیاسی مسئلہ قرار دیکر اسے دستوری طریقے سے حل کرنے کی بات کی تھی....اور سرکار ابھی مودودی صاحب کے لگائے ہوئے پرانے زخم نہیں بھول سکی"

"پرانے زخم؟؟"

"مودودی صاحب کا اصل قصور یہ ہے کہ وہ ملک میں اسلامی دستور سازی کے لئے کام کر رہے تھے....اسی جرم کی پاداش میں دو سال جیل بھی کاٹ چکے ہیں....اب حکومت پر قابض لبرل طبقات انہیں رستے سے ہٹانا چاہتے ہیں....ہمیشہ ہمیشہ کے لئے....یہ ہے اصل کہانی" !!! ...

اگلے روز حالات جاننے کے لئے ہم سینٹرل جیل پہنچے- جیل کے باہر جماعتِ اسلامی کے کارکنوں کا ایک جمِّ غفیر موجود تھا-لوگ بے حد غم زدہ تھے-اسی اثناء میں کچھ کارکنان ایک وکیل کو ساتھ لئے آن پہنچے-کچھ دیر بحث و تکرار ہوتی رہی- پھر یہ قافلہ جیل حکام سے بات چیت کر کے اندر جانے لگا تو ہم بھی پیچھے پیچھے ہو لیے-طویل تاریک راہداریوں سے گزر کر اب ہم موت کی کوٹھڑیوں کے سامنے کھڑے تھے-

"مولانا صاحب!!! حکومت اس وقت اشتعال میں ہے....آپ ایک چھوٹا سا بیان لکھ کر دے دیں....ہم آپ کی سزائے موت رکوانے کی کوشش کرتے ہیں" وکیل نے کہا-

"کس قسم کا بیان؟؟" مودودی صاحب نے پوچھا-

"رحم کی اپیل" !!! .....

"ہر گز نہیں.....!!! میری طرف سے....میرے خاندان کی طرف سے....یا جماعتِ اسلامی کی طرف سے کوئی بھی شخص میرے لئے کوئی اپیل نہیں کرے گا... مقدر میں شہادت لکھی ہے تو بخوشی اپنے رب سے جا ملوں گا.....مجھے انہی کپڑوں میں دفنا دینا اور نفاذِ

اسلام کے مشن کو جاری رکھنا"....

"لیکن ایک چھوٹی سی اپیل کرنے میں ہرج ہی کیا ہے....؟؟"وکیل نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"اگر آج میں ظالم حکمرانوں کے سامنے اپیلیں کرنے لگا تو ملک سے انصاف کا جنازہ ہمیشہ کے لئے اٹھ جائے گا" !!! ....

ان سے چند قدم آگے دوسری کوٹھڑی میں مولانا نیازی تھے۔انہوں نے للکار کر کہا:

"بے فکر رہیں....اس بزدل حکومت میں اتنی جرات نہیں کہ ہمیں پھانسی پر لٹکا سکے....وہ یہ رسک کبھی نہیں لے گی... حکومت تو اپنی موت سے آپ ڈر رہی ہے" !!!

مولانا مودودی کی پھانسی کے فیصلے سے پاکستان کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام میں بھی رنج واندوہ کی کیفیت دوڑ گئ۔حکومت پر اندرونی و بیرونی دباؤ بڑھنے لگا۔حکومتی کارپرداز سر جوڑ کر بیٹھ گئے چنانچہ کچھ روز بعد پھانسی کو عمر قید میں تبدیل کر کے اس دباؤ سے نجات حاصل کر لی گئ۔

⊙________⊙

تین ماہ بعد جا کر بادِ سموم کچھ تھمی

لاہور سے مارشل لاء اٹھا دیا گیا اور شہری سر گرمیاں آہستہ آہستہ بحال ہونے لگیں۔

تحریکِ ختم نبوّت مسلمانوں اور قادیانیوں کے بیچ خون کی ایک ایسی لکیر کھینچ چکی تھی جسے اب دہر کے اندھیرے بھی نہ مٹا سکتے تھے۔شہر شہر کھلے "احمدی دستر خوان" ویران ہو گئے اور مرزائی سبیلوں پر مکھیاں بھنبھنانے لگیں۔

بظاہر مجلس عمل کا کوئی بھی مطالبہ منظور نہ ہو سکا تھا لیکن احمدیّت، قادیانیت کے بوسیدہ لباس میں سمٹ کر رہ گئ تھی۔آکاس بیل کی جڑ کٹ چکی تھی، اب صرف اسے اسلام کے شجرِ پر بہار سے اتار کر پھینکنا باقی تھا۔اس تحریک کی سب سے بڑی کامیابی مسلمانوں کے باہم متحارب فرقوں کے بیچ ایک مثالی اتحاد کا مظاہرہ تھا۔دیوبند، بریلوی، شیعہ واہلحدیث کے بیچ لاینحل تنازعوں کی چنگاریاں بجھ گئیں اور وہ ختم نبوّت کے نام پر ایک امّت بن گئے۔قادیانیت کا تا قیامت پیچھا کرنے کے لئے مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوّت کا قیام بھی عمل میں آگیا۔

تحریکِ ختمِ نبوّت 1953ء حکومتی ایوانوں میں بھی ایک بہت بڑی دراڑ ڈال چکی تھی ۔

دارلخلافہ کراچی میں بیٹھے صوفی منش وزیر اعظم تک لاہور کے کشت وخون کی خبر پہنچی تو انہوں نے وزیر اعلی پنجاب میاں ممتاز دولتانہ کی چھٹّی کرادی۔جوب آں غزل گورنر جنرل غلام محمد نے جمہوریت کا فانوس گل کرتے ہوئے وزیر اعظم کا تختہ اُلٹ دیا۔مولوی تمیزالدین اسپیکر نیشنل اسمبلی نے اس اندھیر نگری کے خلاف "آئین الحق" کی صدا بلند کی تو جسٹس منیر "نظریہ ءضروت" کا کلہاڑا اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ھنری ڈی بریٹن کا تین سو سال پرانا "Doctrine of Necessity" ، جسٹس منیر کے ہاتھ لگا تو انہون نے جھاڑ پونچھ

کر اس میں نیا قانونی دستہ ٹھونکا اور قیامت تک کے لئے عدلیہ کے گلے میں لٹکا دیا- یوں پاکستان "نظریہ ءضرورت" کو اپنانے والا دنیا کا پہلا ملک بن گیا، جسے اہل یورپ، بے کار سمجھ کر تاریخ کے کباڑ میں پھینک چکے تھے-

ان اقدامات سے ملک سیاسی توانائی سے محروم ہو گیا- اور جمہوریت فالج زدہ ہو گئ- ایک طرف عالمی استعمار کی مداخلت بڑھی، دوسری طرف محلّاتی سازشیں زور پکڑنے لگیں- قائدِ اعظم کے رفیقِ کار آہستہ آہستہ ایوان سے رخصت ہوتے گئے اور ان کی جگہ ننگِ ملت ننگِ قوم آزاد خیال طبقہ اقتدار پر قابض ہوتا چلا گیا- جمہوری وجود اور قومی سالمیّت کو جو سرطان لگ چکا تھا یہی آگے جا کر ملک کے دولخت ہونے کا سبب بن گیا -

1953ء کے موسم بہار کا ہر پھول، شہدائے ختمِ نبوّت کے خون کی سرخی میں ڈوب کر کھلا- بہار رخصت ہوئی تو مئی کی دھوپ سوختہ پیراہن کو جلانے لگی- دولتانہ صاحب کے بعد پنجاب کی وزارتِ اعلیٰ کا ھما ملک فیروز خان نون کے سر پر بیٹھا تو رِستے زخموں کو معمولی پھاہا میسّر آیا-

ملک صاحب قائدِ اعظم کے پرانے رفیق تھے اور قدرے نرم مزاج رکھتے تھے- انہوں نے مارشل لائ پھانسیوں کو عمر قید میں تبدیل کر دیا حالانکہ اسکندر مرزا پاکستان میں بسنے والے ہر مولوی کو توپ سے اڑا دینے کا تمنائ تھا- دوسری طرف "فسادات لاہور" کے نام سے ایک تحقیقاتی کمیشن بھی بٹھا دیا جس کا کام مارشل لاء کی وجوہات کا پتا چلانا اور سول انتظامیہ کی ناکامی کے اسباب ڈھونڈنا تھا-

پھر ایک روز یہ عمدہ خبر بھی آئ کہ کمیشن کے سامنے بیان دینے کے لئے، سکھر، حیدر آباد، ملتان اور ملک کی دوسری جیلوں میں قیدا کا برینِ ختمِ نبوّت کو لاہور سینٹرل جیل منتقل کیا جا رہا ہے-

یہ خبر سن کر مردہ تنوں میں ایک بار پھر زندگی کے آثار دکھائ دینے لگے-

کمیشن کا اعلان ہوتے ہی دور دراز جیلوں میں قیدا کا برین کی لاہور آمد شروع ہو گئ-

سب سے پہلے سینٹر جیل ملتان سے شیخ التفسیر حضرت احمد علی لاہوری کو یہاں لایا گیا- ملتان جیل کی ناقص غذا اور بدترین ماحول کی وجہ سے آپ اسہال اور قے کی تکلیف میں مبتلاء ہو چکے تھے- کمزوری غالب تھی اور چلنا تک دوبھر ہو چکا تھا-

لاہور جیل کی حالت اس سے بھی بری تھی- کڑکتی گرمی اور حبس نے ماحول کو آتش فشاں بنا رکھا تھا- ان حالات میں بھی قیدیوں کو سونے کے لئے فرشی بچھونے مہیّا کئے گئے تھے- لاہور جیل کا اسسٹنٹ سپریڈنٹ حضرت لاہوری رح کا عقیدت مند تھا- آپ کی آمد سے پہلے ہی وارڈ کا سب سے کھلا اور وسیع کمرہ آپ کے لئے تیار کرایا گیا اور پر تکلّف بستر و چارپائ کا انتظام بھی کر دیا گیا-

آپ کمرہءِ جیل میں تشریف لائے تو محمدّی بستروں کے بیچ ایک رنگیلی چارپائی دیکھ کر پُوچھا:

"یہ چارپائی کس کی ہے...؟؟ "

مولانا مجاھد الحسینی بھی موجود تھے، بول اُٹھّے :

"ہم نے بچھائی ہے.... حضرت جی کے لئے" !!!

"واہ!!!.... یعنی جانثارانِ محمد ﷺ تپتے فرش پر سوئیں....اور احمد علی ان کے بیچ چارپائی پر آرام کرے؟؟"

تعمیلِ ارشاد میں آپ کا بستر بھی تپتے فرش پر بچھا دیا گیا- مرید ہمیشہ پیر صاحب کی پائنتی کی جانب سویا کرتے ہیں تاکہ عزّت و احترام میں فرق نہ آئے- لیکن حضرت لاہوری رح کو یہ بھی گوارا نہ ہوا اور اپنا بچھونا خود اٹھا کر جانثاران محمّد کے قدموں کی طرف ڈال دیا-

وہ جو تیرے فقیر ہوتے ہیں

آدمی بے نظیر ہوتے ہیں

تیری محفل میں بیٹھنے والے

کتنے روشن ضمیر ہوتے ہیں

اگلے کچھ ہفتوں میں تحریکِ ختم نبوّت کی مرکزی قیادت یہاں تشریف فرما ہوئی تو جیل کی رونقیں بامِ عروج پر پہنچ گئیں- حضرت ابوالحسنات سیّد احمد قادری، حضرت عطاءاللہ شاہ بخاری، مولانا عبدالحامد بدایونی، علامہ مظفر علی شمسی، مولانا محمد علی جالندھری، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری اور دوسرے اکابرین حیدرآباد اور سکھر کی دُور دراز جیلوں سے یہاں لائے گئے-

اکابرین ختم نبوّت کو جیل کے "دیوانی گھر" میں رکھا گیا- دیوانی گھر کا صحن کافی کشادہ تھا اور کسی قدر سایہ بھی میّسر تھا- صحن میں ایک خوبصرت باغیچے کے ساتھ ساتھ باورچی خانے اور خانساماں کی سہولت بھی دستیاب تھی -

جیل کے طویل برامدے میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا ایک نوجوان قیدی، صبح صبح دیوانی گھر کے دروازے پر آن پہنچا-

عطاءاللہ شاہ بخاری رح کی نظر پڑی تو بے ساختہ "شہیدِ اعظم" کہہ کر گلے لگا لیا پھر اس کا ہاتھ تھامے بیری کے اس درخت کے نیچے لے گئے جہاں چارپائی پر ضعیف و نزار ابوالحسنات قران کی تفسیر لکھنے میں مگن تھے-

"حضرت جی..... مبارک ہو..... خلیل آیا ہے" شاہ جی کی آواز بھرا گئی-

ابوالحسنات مصحف سمیٹتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے، فرزند کو گلے لگایا اور کہا:

"ہمیں تو اطلاع ملی تھی.... شہید ہو گئے ہو"!!!

"بس.... شہادت مجھے چھو کر ہی گزر گئی.... پھانسی کی سزا ہوئی تھی... اب عمر قید میں بدل چکی ہے"

"کاش....اللہ میرے بیٹے کی قربانی قبول کرلیتا" !!! ...

"آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں" ...

"ہاں بیٹا.... ہمیں سکھر میں نہیں.... سکھّر میں رکھا گیا تھا....126 درجہ حرارت تھا.....پانی بھی وقت مقررہ پر ملتا تھا....اکثر پسینہ سے ہی غُسل کیا کرتے تھے.... سر پر لوہے چادر تان کر.... جیل کی تپتی دیواروں میں بیٹھ کر.... تمہارے فراق کا درد سہا ہے میں نے.... جب بھی تمہاری یاد آتی تھی....قران کی تفسیر لکھنے بیٹھ جاتا تھا" ....

سینٹرل جیل لاہور میں میلے کا سا سماں تھا-بیرکوں سے باہر ہزاروں لوگ جمع تھے-اس دوران حکومت نے جماعت اسلامی کے کارکنوں کو بھی گھروں سے گرفتار کر کے جیل میں لا بٹھایا-بیرکوں میں جگہ ختم ہو گی تو باہر وسیع میدان میں خاردار تار لگا کر شمع رسالت کے پروانوں کو حراست میں رکھا گیا-جیل کے اندر عجب چھل پہل اور کیف و سرور کا عالم تھا-کہیں نعت خوانی ہو رہی تھی تو کہیں ختمِ نبوّت پر تقاریر-کہیں ذکر و اذکار چل رہا تھا تو کہیں درود و سلام کے غلغلے بلند تھے-فرقہ پرستی کی دیواروں پر "مسلکِ عشق رسول ﷺ " کی کونپل کیا پھوٹی زندانوں میں بھی بہار آ گئ-

اکابرین کی آمد کے ساتھ ہی جیل میں ملاقاتیوں کا تانتا بندھ گیا-دوسری بیرکوں کے قیدی بھی جوق در جوق یہاں آنے لگے-ابولحسنات جیل کے راشن سے خود مہمانوں کے لئے مٹھائ وغیرہ تیّار کر رہے تھے-ایک روز بوقتِ عصر آپ نے حلوے کا ایک بڑا ڈونگا اٹھایا اور اکابرین کے بیچ آن رکھا ....

"یہ کیا ہے حضرت؟؟" کسی نے پوچھا-

"حلوہ ہے" !!! ....

"کس خوشی میں؟؟؟"

"گیارہویں شریف کا ختم ہے " !!!

"گیارہویں شریف؟؟؟" دو تین اکٹھی صدائیں آئیں-

"آپ حضرات کو اگر اعتراض نہ ہو تو ختم شریف میں شرکت فرما سکتے ہیں" ....

حضرت عطاءاللہ شاہ بخاری رح، ماسٹر تاج الدین، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا مودودی اور کئ دوسرے اکابرین موجود تھے-اس دوران ساتھ والی بیرک سے غلام محمد ترنّم اہلحدیث عالم مولانا محمد اسمعیل کا ہاتھ پکڑے پکڑے دیوانی گھر لائے اور ازراہ مذاق فرمایا:

"آج اس وہابی کو بھی گیاریویں کا تبرّک کھلانا ہے" ...

مولانا اسمعیل ہنستے ہوئے محفل میں آ کر بیٹھ گئے-فاتحہ شریف کے بعد سب نے تبرک کھایا ماسوائے مولانا محمد علی جالندھری کے جو

بدعت بدعت کہتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے -
مولانا محمد اسمعیل، ابولحسنات سے کچھ دیر فقہی سوالات وجوابات کرتے رہے پھر کہا:
"اگر یہی گیارہویں ہے..... تو رہائی کے بعد آپ روزانہ میرے گھر تشریف لایئے گا اور گیارہویں شریف کی فاتحہ کیجیئے گا" ...

♡-----------------♡

ایک روز صبح ہی صبح دیوانی گھر کا سپریڈنٹ دوڑا چلا آیا-
"شاہ صاحب..... باہر کچھ قیدی آپ کی دید کے طالب ہیں" ...
امیرِ شریعت رح بے ساختہ اُٹّھے اور ننگے پاؤں بے محابہ دوڑتے ہوئے باہر صحن تک پہنچے- جیل کے درودیوار اسیران کی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی جھنکار سے گونج رہے تھے-
آپ نے عاشقانِ ختمِ نبوّت کو باری باری گلے لگایا، ان کے آہنی زیورات کو وارفتگی سے چوما، پھر اشک بار آنکھوں اور غم ناک لہجے میں ارشاد فرمایا:
"آپ لوگ میرا سرمایہ ء نجات ہیں-----میں نے آپ کو روٹی، کپڑا یا کسی اور مفاد کے لئے آواز نہیں دی-----لوگ تو دنیاوی مفادات کے لئے بھی بڑی بڑی قربانیاں دیتے آئے ہیں------میں نے تو آپ کو اپنے نانا کریم حضرت خاتم النبیین ﷺ کی ناموس رسالت کے لئے پکارا ہے------اور یہ قید وبند کی صعوبتیں-------یہ دار ورسن-------اسی عظیم مقصد کے لئے ہیں------آپ میں سے کوئی ایسا نہیں جو سیاسی شہرت یا ذاتی وجاہت چاھتا ہو-------آپ جیل میں بھی غیر معروف ہیں----اور باہر بھی آپ کا استقبال کرنے والا کوئی نہیں ہوگا-------کوئی آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار نہیں ڈالے گا------نہ ہی کوئی کندھوں پر اُٹھائے گا------ -لیکن اللہ آپ کی نیّت اور ارادوں کو دیکھ رہا ہے-------آپ لوگ تحفظِ ختم نبوّت کی نیّت سے اندر آئے ہو-----اور اسی نیّت سے باہر جاؤ گے----یہی سب سے بڑی کامیابی ہے----اور یہی میرے لئے سب سے بڑا سرمایہ ء ہے" ---
اسیران کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چھلک اٹھیں.... ریاست کے لگائے ہوئے زخموں پر آشنائے راز نے مرہم رکھا تو روح تک تاثیر پہنچ گئی..... اپنے محبوب رہنماء کو لباسِ اسیری میں دیکھ کر وہ اپنی ہتھکڑیوں پر فخر محسوس کرنے لگے.... پژمردہ چہروں پر بہار آگئی.... زخم خوردہ دل دھڑک اٹھے !!! ...
زنداں کے درودیوار سے ٹکراتی مولانا نیازی کی پر درد صدا اس کیفیّتِ عشق کا احوال بیان کر رہی تھی.... جو محبوب کی خاطر طوق و سلاسل پہن کر بھی عاشق کو مسرور رکھتی ہے....

آکھیں سوہنے نوں وائے نی، جے تیرا گزر ہووے
میں مر کے وی نئیں مردا، جے تیری نظر ہووے

دم دم نال ذِکر کراں، میں تیریاں شاناں دا
تیرے نام تُوں واردِیاں، جِنّی میری عمُر ہووے

دِیوانیو بیٹھے رہوو، محفل نُوں سجا کے تے
شاید میرے آقا ﷺ دا، ایتھوں وی گزر ہووے

کیوں فکر کریں یارا، ماسہ وی اگیرے دا
اوہنوں ستّے ای خیراں نیں، جِہندا سائیں مگر ہووے

"ٹھک... ٹھک... ٹھک... آرڈر... آرڈر... آرڈر!!! ...
سارا دن عدالت میں جسٹس منیر کی ٹھک ٹھک اور رات بھر چاند پوری کی کھٹ پٹ سے سکون درہم برہم ہونے لگا-
چاند پوری اپنی زنگ آلود سائیکلواسٹائل مشین کو فعال کرنے میں مگن تھے اور جسٹس منیر اسلامی نظریات و افکار پر اپنے بغض و عناد کا زنگ چڑھانے میں مصروف- 1953ء کی تحریک ختم نبوت، اپنے شباب پر پہنچ کر مائل بہ اختتام تھی۔ "عدالتی تحقیقات" کے لیے جسٹس منیر اور ایم آر کیانی پر مشتمل کمیشن لاہور ہائی کورٹ میں سماعت کر رہا تھا۔ جسٹس منیر کا رویہ انتہائی ہتک آمیز تھا- علمائے تحریک کو کمرہء عدالت میں بلا بلا کر بے عزت کرنا، تحریکِ مقدّس کو "احرار، احمدی جھگڑا" اور سرفروشانِ ختمِ نبوّت کو "بلوائی" کہنا، صدیوں پرانے فقہی اختلافات کی گرد اڑا کر اسلام کو قادیانیت کے مقابلے میں کمزور مذھب ثابت کرنا اور اجتہاد کے بند دروازوں پر چوٹ کر کے نئی نبوّت کا عذر تراشنا اس متعصب جج کا وطیرہ تھا-
کمال حوصلہ مند لوگ تھے کہ بغض و عناد میں لتھڑے، بے موقع سوالات بھی خندہ پیشانی سے برداشت کر رہے تھے، میرا تو حوصلہ جواب دے چکا تھا-
"مسلمان کی کم سے کم تعریف کر دیجئے....؟؟"

"بطور اسلامی مملکت، پاکستان اور بھارت کے بیچ جنگ ہو جائے تو بھارت دار الحرب بن جائے گا، اس صورت میں آپ 4 کروڑ بھارتی مسلمانوں کو کیا مشورہ دیں گے...؟؟"

"اس جنگ میں قید ہونے والوں سے آپ کیا سلوک کریں گے؟؟ انہیں غلام بنائیں گے یا عالمی قوانین کی پاسداری کریں گے؟؟

"کیا آپ بھارت کے چار کروڑ مسلمانوں کے لئے بھی وہی نظامِ حکومت پسند کریں گے جو پاکستان کے لئے چاہ رہے ہیں؟؟؟"

"اگر بھارت میں ایک ھندو مذھبی مملکت قائم ہو جائے تو کیا آپ بھارت کا یہ حق تسلیم کر لیں گے کہ وہ مسلمانوں کو ملیچھ بنا کر رکھ دے ؟؟"

"آپ جماعت احمدیہ کو مرتد اور واجب القتل کہتے ہیں، اگر پاکستان میں آپ کی حکومت آ جائے تو کیا لاکھوں احمدیوں کو قتل کروا دینگے؟؟ آپ کے ایک فتوی کی رو سے اثناء عشری شیعہ بھی کافر و مرتد ہیں، ان کے بارے میں آپ کا فیصلہ کیا ہو گا؟؟"

"بریلوی مسلک کے کچھ فتاوی جات کی روشنی میں دیوبند اور اہلحدیث بھی کافر ہیں، اگر کوئ بریلوی اپنا عقیدہ بدل کر دیوبند، یا اہلحدیث ہو جائے تو کیا آپ اسے مرتد قرار دے کر قتل کروا دیں گے؟؟؟"

"ارتداد پر سزائے موت "آزادئ افکار" پر قدغن تو نہیں؟؟ جبکہ قران "لکم دینکم" اور "لا اکراہ فی الدین" کا درس دیتا ہے؟؟؟"

"آپ کانگریس سے وابستہ رہے، کیا اس نے آپ سے ھندوستان میں اسلامی خلافت کے قیّام کا وعدہ کیا تھا؟؟"

"آپ نے قائدِ اعظم کو کافرِ اعظم کہا، ابھی تک اس فتوی پر قائم ہیں یا رجوع فرما لیا؟؟"

"اگر پاکستان میں خلافت قائم ہو جائے تو کیا پاکستان کا خلیفہ تمام عالمِ اسلام کا خلیفہ ہو گا؟؟"

"پاکستان میں رہنے والی اقلیّتیں آپ کے نزدیک معاہد ہیں یا ذمی؟؟"

"اناٹومی کے پروفیسر زانسانی نعش پر جو تجربات کرتے ہیں، آپ اسے خلاف شرع کہتے ہیں، کیا آپ کی شریعت دورِ جدید کے چیلنجز کا مقابلہ نہیں کر سکتی؟؟"

"پاکستان میں اسلامی خلافت قائم ہو گی تو آپ رقص و موسیقی، سنگ تراشی، فلم، ڈرامہ، اداکاری اور تصویر کشی کے بارے میں کیا فیصلہ کریں گے؟؟"

تحقیقاتی کمیشن، جس کا مقصد مارشل لاء کی وجوہات جاننا، فسادات لاہور کی تحقیقات کرنا اور سول انتظامیہ کی نااہلی کا سبب ڈھونڈنا تھا، سارا دن لاینحل فقہی مسائل کی پوٹلیاں کھول کھول کر علماء کو ہلکان کئے رکھتا۔ علماء چونکہ باری باری بلائے جاتے سو بیانات میں کوئ نہ کوئ فرق

نکل ہی آتا- پھر اس تفاوت کو نزاع کا رنگ دیکر اسلام کو ایک مردہ مذھب ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی-

ایک روز قائد تحریک تحفظ ختم نبوت، امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری رح کی عدالت میں پیشی تھی- ہائی کورٹ میں خوب رش تھا-

عدالت کے دروازے پر ہزاروں فدائین ختم نبوت اور شمع ناموس رسالت ﷺ کے پروانے جمع تھے-

پولیس کی بس عاشقان ختمِ نبوّت کو لیکر پہنچی تو ہر طرف نعروں کا شور مچ گیا-

نعرہءتکبیر.... اللہ اکبر!!!

تاج و تختِ ختم نبوت.... زندہ باد!!!

مرزائیت.... مردہ باد!!!

امیر شریعتؒ عدالت کے دروازے پر کھڑے ہوئے، ہتھکڑیاں فضا میں لہرائیں اور ہاتھ سے اشارہ کیا-

مجمع سے احرار کے سرخ پوشوں نے صدا لگائی:

"کیا حکم ہے؟؟ دیوانہ بنوں کہ نہ بنوں؟؟"

امیرِ شریعت رح نے ہاتھ سے خاموشی کا اشارہ فرمایا تو مجمع ساکت و جامد ہو گیا-

اس دوران عدالتی ہرکارے نے آواز لگائی :

سرکار بنام سیّد عطاءاللہ شاہ بخاری ولد حافظ سیّد ضیاءالدین بخاری.... روبرو تحقیقاتی کمیشن حاضر ہوں" !!! ...

امیر شریعت، پورے قلندرانہ جاہ و جلال کے ساتھ چلتے ہوئے کمرہءعدالت میں داخل ہوئے تو کورٹ روم میں بیٹھے کارکنان، اور اخباری نمائندوں میں بھنبھناہٹ شروع ہو گئ-

"آرڈر..... آرڈر.... آرڈر" !!! ...

دجل و فریب کی مٹّی سے گندھا جسٹس منیر فائلیں الٹ پلٹ کر اپنے ترکش سیدھے کرنے لگا.... ایک طرف مُنصف کی بغض و حسد سے بھری متکبّر گردن، تعصب سے بھینچے ہونٹ اور، نخوت میں ڈوبی سرخ آنکھیں اور دوسری طرف وہ مردِ درویش جس نے اپنی باہوش حیات کی 37 بہاریں فتنہ ء قادیانیّت کے تعاقب مس گزار دی تھیں-

"ہندوستان میں اس وقت کتنے مسلمان ہیں....؟؟" جسٹس منیر نے پہلا تیر پھینکا-

"سوال غیر متعلق ہے.... مجھ سے پاکستان کے مسلمانوں کے بارے میں پوچھئے" !!!

"ہندوستان اور پاکستان میں جنگ چھڑ جائے تو ہندوستانی مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟؟؟"

"ہندوستان میں علماء موجود ہیں، وہ بتائیں گے" !!!

"ہم آپ سے پوچھ رہے ہیں.... آپ بتادیں؟؟"

"آپ مجھ سے پاکستان کے بارے میں پوچھیں..... یہاں کے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے" !!!

"اچھا یہ بتائیے کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟؟" جسٹس منیر نے اپنا روائتی پتّا پھینکا-

"دیکھئے..... اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے لیے صرف کلمہ شہادت کا اقرار و اعلان ہی کافی ہے.... لیکن اسلام سے خارج ہونے کے ہزاروں شگاف ہیں....

ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا تو.... کافر!!!

خالق باری تعالی کی صفات عالیہ میں سے کسی ایک کو بھی مخلوق میں مانا تو مشرک!!! ....

قرآن کریم کی کسی ایک آیت یا جملہ کا انکار کیا تو کافر!!! .....

نبی کریم ﷺ کے منصبِ ختم نبوت کے بعد کسی انسان کو کسی بھی حیثیت میں نبی مانا تو مرتد!!!! ....

جسٹس منیر کچھ دیر کان کھجاتا رہا پھر سامنے کھڑے قادیانی وکیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟"

امیر شریعتؒ نے ایک نظر وکیل پر ڈالی اور کہا:

"خیال نہیں عقیدہ ہے..... وہی عقیدہ جو ان کے بڑوں کے بارے میں ہے" !!! ...

اس دوران مرزائی وکیل بھی کاغذات سمیٹتے ہوئے قریب ہوا :

"نبی کی تعریف کر دیجئے....؟؟؟"

"میرے نزدیک اسے کم از کم ایک شریف آدمی ہونا چاہیے" !!!

اس مختصر اور جامع "چماٹ" پر کورٹ روم میں کھلکھلاہٹ بلند ہوئی، قادیانی وکیل کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ مزید کوئی سوال کرنے کی ہمّت نہ کر سکا-

ٹھک.... ٹھک.... ٹھک.... آرڈر.. آرڈر.. آرڈر !!!! ....

"تو آپ...... مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر کہتے ہیں.....؟؟؟" جسٹس منیر تاؤ کھا کر بولا-

"میں اسی سوال کا آرزو مند تھا" امیر شریعت نے پر سکون لہجے میں کہا۔ "بیس برس پہلے کی بات ہے.... یہی عدالت تھی آپ کی جگہ مسٹر جسٹس ڈگلس ینگ بیٹھے تھے.....اور مسٹر ایم آر کیانی کی جگہ جسٹس رائے بہادر رام لال۔ یہی سوال مجھ سے کیا گیا تھا.... وہی جواب آج بھی دہراتا ہوں..... میں نے ایک بار نہیں..... ہزاروں بار..... ہزاروں بار مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر کہا ہے.... کافر کہتا ہوں.....اور جب تک زندہ ہوں.... کافر کہتا رہوں گا..... یہ میرا ایمان ہے.... عقیدہ ہے اور میں اسی عقیدے پر مرنا چاہتا ہوں.... مرزا قادیانی اور اس کی ذریت کافر و مرتد ہے.... مسیلمہ کذاب اور ایسے ہی دیگر جھوٹوں کو دعویٰ نبوت کے جرم میں قتل کیا گیا تھا"...

"اگر مرزا غلام احمد قادیانی آپ کے سامنے دعویء نبوّت کرتے تو آپ انہیں قتل کر دیتے....؟؟؟"

"میرے سامنے اب کوئی دعویٰ کر کے دیکھ لے....!!!" امیر شریعتؒ نے خم ٹھونک کر کہا۔

نعرہء تکبیر......اللہ اکبر!!!

کورٹ روم نعروں سے لرز اُٹھا۔

آرڈر.....آرڈر....آرڈر.....توہین عدالت" !!!...

"توہین رسالت....!!!" امیر شریعتؒ نے سیّدانہ جلال سے کہا۔

جسٹس منیر حواس باختگی میں جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھنے لگا۔

اسی طرح ایک روز نوجوان شیعہ عالم علامہ مظفر علی شمسی بھی کمیشن کے اڑنگے میں پھنس گئے۔

"اگر پاکستان میں حضرتِ ابو بکر صدیق رض کا نظام نافذ ہو جائے تو آپ کیا فیصلہ کریں گے ؟؟"

عدالت میں اہلِ تشیع اور اہلسنّت حضرات کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ علامہ مخمصے کا شکار ہو گئے ۔

حضرت امیر شریعت بھی موجود تھے۔ بھاری قدموں سے چلتے ہوئے علامہ کے پاس آئے اور ان کی کمر تھپتھپا کر کہا :

"شمسی بیٹا حوصلہ رکھ....اسی دِن کے لئے تمہیں تیّار کیا تھا" !!!

علامہ شمسی کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئ۔ فوراً لب کشاء ہوئے۔

"سوال دوہرا دیجئے" !!! ....

"اگر پاکستان میں حضرتِ ابو بکر صدیق رض کا نظامِ خلافت قائم ہو جائے تو آپ کیا فیصلہ کریں گے ؟؟"

"وہی جو مولا علی رض نے کیا تھا...13 سو سال پہلے.....اور کچھ؟؟؟"

نعرہ حیدری........ یا علی رض!!!!" کورٹ روم کے در و دیوار ایک بار پھر لرز اُٹھے.....
ٹھک... ٹھیک... ٹھک...... آرڈر... آرڈر.... آرڈر.... جسٹس منیر چیختا رہا لیکن کس نے سننی تھی!!!

گرمیوں کی ایک رات میں تڑپ کر اُٹھ بیٹھا-
"چاند پُوری صاحب.... خُدا کے لئے مجھ پہ رحم کیجئے" !!! ....
"کیا ہو گیا؟ مچھّر تو نہیں کاٹ رہا؟؟" وہ ہاتھوں پر لگی سیاہی صاف کرتے ہوئے بولے-
"چھوڑیں اس سائیکلو اسٹائیل کا پیچھا.... کوئی فائدہ نہیں..... کل ہی روزنامہ چٹان پر چھاپہ پڑا ہے.... صرف دو لفظ لکھنے کی پاداش میں
.... اور معلوم ہے وہ دو لفظ کیا تھے؟؟.... "ارتدادی- سر گرمیاں".... مرزائیت کا نام تک نہیں لکھا انہوں نے.... لیکن کیا ہوا؟....
پانچ ہزار جرمانہ اور دو ماہ کے لئے اخبار بند.... جب قلم پابہء زنجیر ہو تو چھاپہ خانے کس کام کے؟؟ واپس چلیں اپنے نئے پاکستان میں....
کیا رکھا ہے اس اندھیر نگری میں...؟؟ وحشت ہوتی ہے مجھے یہاں.... دم گھٹتا ہے میرا" !!
"اچھا باہر چلتے ہیں... ایک کپ دودھ پتّی کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟"
"وہ تو ٹھیک ہے.... لیکن" ....
"سموسے بھی کھائیں گے" !!! ....
"میرا مشورہ مانیں تو یہ فرسودہ چھاپہ خانہ کسی کباڑی کو بیچ کر سموسوں کی ریڑھی لگاتے ہیں..... مجھے آلو ابالنے آتے ہیں...." میں نے
سیڑھیاں اترتے ہوئے تجویز پیش کی-
"غلط بات مت کیجئے"...
"غلط بات؟؟.... کاتب آپ کا جیل میں پڑا ہے.... کاریگر تحریک کے بعد سے لاپتہ ہے..... سائیکلو اسٹائل بے حال ہے.... اب بس
بھی کریں..... کون پڑھتا ہے آپ کا ایک صفحے کا اخبار؟؟"
"ہیں دو چار مستانے" !!! ...
ہم باہر سڑک پر آ چکے تھے- رات کے 10 بج رہے تھے- ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی- سڑک پر خال خال ہی لوگ آ جا رہے تھے -
"پڑھی آپ نے کمیشن کی رپورٹ....؟؟" میں نے جل بھن کر کہا-
"نہیں"!!! ......

"اگر وقت ملے تو پڑھ لیجئے..... فرماتے ہیں ایک سیکولر پاکستان ہی امن وامان کا ضامن ہے.... مذہب انسان کا ذاتی مسئلہ ہے.... مجلس احرار ایک شر انگیز جماعت ہے.... علماء "مسلمان" کی تعریف پر ہی متفق نہیں"....
"بھول جاؤ کمیشن کو.... کوئی اور بات کرو" چاند پوری نے کہا-
"کیسے بھول جاؤں....؟؟ کیا ملا اتنا خون بہا کر.....؟؟ یہ دار ورسن.... یہ آزمائشیں.... یہ تضحیک.... فائدہ کیا ہوا؟؟ "
"اس سڑک کو دیکھ رہے ہو؟؟..... "چاند پوری ویران سڑک کے بیچ اچانک کھڑے ہو گئے-" بھنگی روز جھاڑو لگاتا ہے یہاں.... یہ جانتے ہوئے بھی کہ جو کچرا وہ آج اٹھا رہا ہے... کل پھر اسی طرح پڑا ہو گا....اس کے باوجود وہ ناغہ نہیں کرتا.... یہی اس کی روزی کا سامان ہے.... ختم نبوّت کی جنگ بھی ایک جہدِ مسلسل ہے....ابطال کا کچرا صاف کرنے کے لئے آسمان سے ابدال نہیں اتریں گے.... ہمیں ہی عامۃ الناس کے اذہان وقلوب کی صفائی کرنی ہے.... سچ کو سامنے لانا ہے.... ورنہ ایک دن سڑک ہی گم ہو جائے گی" ....
"میرے اندر آگ لگی ہے.... مجھے "سمّے ساٹو" کی چابی دیں ابھی "!!!
"سمّے ساٹو کی چابی؟؟ کیوں؟؟" چاند پوری جیب ٹٹولتے ہوئے بولے-
"نئے پاکستان سے دو خُودکش منگوانے ہیں....!!!" میں نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا-
"خودکش؟؟.... وہ کیوں؟؟ "
"کمیشن کو اڑانا ہے.... نہ رہے گا بانس.... نہ بجے گی بانسری" !!!
واہ.... یہی سیکھا آپ نے ابھی تک؟؟ تاکہ مرزائیت کا یہ دعوی سچ ثابت ہو جائے کہ مسلمان خونی ہے.... مولوی تشدّد کا درس دیتا ہے ..... جہاد ایک فساد ہے.... کیا پورا پاکستان مل کر ربوہ جیسی بستی کو ملیامیٹ نہیں کر سکتا تھا؟؟ آستینِ مسلم پر خونِ ناحق کے چھینٹے ڈالنے سے بہتر ہے اس کمیشن اور مرزائیت کو تاریخ کا بدنما داغ بننے دیا جائے"....
ہم موتی بازار روڈ پر گشت کر رہے تھے-موسم بھی شباب پر تھا اور چاند پوری بھی-ہم نے بازار سے کچھ پان بنوائے اور باتیں کرتے کرتے آبادی سے کافی دور نکل گئے-سڑک کے دونوں اطراف بلند وبالا پیڑ تھے جن پر پرندوں نے شور وغُل مچا رکھا تھا-چاند پوری کو اچانک جانے کیا سوجھی کہ سڑک سے پتھر اٹھا اٹھا کر جھنڈ میں مارنے لگے، جھاڑیوں سے کچھ اُلو شور کرتے ہوئے اُڑے اور نامعلوم سمت پرواز کر گئے-فضاء میں مہیب خاموشی چھا گئی-
"جب بھی کسی سیکولر جھاڑی میں پتھر مارو گے.... دو چار مرزائی ضرور اُڑیں گے.... اس لئے کہ انہوں نے تاریخ سے سبق سیکھا ہے... اور ہم.... ہم آج بھی قادیانیت کو محض ایک مذہبی مسئلہ سمجھ کر مولوی کے متھے مارتے ہیں.... یوں ریاست اس سے کنارہ کش ہو جاتی ہے.... پھر جب پبلک بے چین ہو کر ریاست کے خلاف اٹھتی ہے.... تو ریاست اسے فرقہ ورانہ فسادات کا رنگ دینے لگتی ہے.... پھر

ہر دانشور جسٹس منیر بن کر ہمارے کپڑے پھاڑنے لگتا ہے....ایک سیکولر ریاست کے فوائد گنوانے لگتا ہے.... مولوی کو مطعون کر کے اسلام کو ایک مردہ مذھب ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے.... کاش ہم اس فتنے کی تاریخ پڑھیں.... لیکن ہم....اوّل تو تاریخ پڑھتے نہیں ....اور اگر غلطی سے پڑھ بیٹھیں تو جلد بھول جاتے ہیں" ....

"کیا ہے تاریخ...؟؟ مناظرے، مباہلے، جلسے، ہنگامے؟؟" میں نے کہا-

"نہیں.... یہ صرف علمی محاذ کی تاریخ ہے....اس فتنے کے سماجی، معاشی، عمرانی اور سیاسی نقصانات کا ادراک رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے....ورنہ مذھب اور ریاست اسی طرح ٹکراتے رہیں گے.... یہ کہانی آج کی نہیں.... صدیوں پرانی ہے....1857ء ھندوستان میں مسلمانوں کے اقتدار کا سالِ وفات تھا.... یہ حادثہ ایک دم پیش نہیں آیا...اس کے پیچھے برسوں کی فریب کاریاں تھیں ....اورنگزیب عالمگیر کے بعد ہی مغلیہ سلطنت کو گھن لگنا شروع ہو گیا تھا.... مغل اقتدار کی عمارت زمین بوس ہوتی چلی گئی....اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے ستون مظبوط.... مسلمان راکھ کر ڈھیر تو بن گئے مگر اس راکھ میں ابھی بہت سی چنگاریاں باقی تھیں.... سرج الدولہ .... حیدر علی.... ٹیپو سلطان.... سید احمد شہید.... تیتو میر شہید.... شاہ اسمعیل شہید.... جنگِ آزادی 1857ء.....پے در پے جہادی تحریکوں نے انگریز کو بے چین کئے رکھا...اسے کامل یقین ہو گیا کہ جہاد کو مسلمان کی فطرت سے الگ نہیں کیا جا سکتا....اور غازیوں کے ہوتے ہوئے.... ھندوستان میں پر امن حکومت کا خواب دیکھنا ناممکن ہے....اس جزبے کو ختم کرنے کے لئے اس نے ہر ممکن طریقہ آزامایا..... ھندوؤں اور مسلمانوں میں منافرت پیدا کی.... ہم خیال مولویوں کی فصل کاشت کی.... ھندوستان کو دار السلام قرار دینے کے لئے مکہ مدینہ سے فتوے منگوائے....اہل قلم کی ایک کھیپ تیار کر کے قران کی تفسیروں کا مزاج بدلا.... مجاھدین کے لئے جہادی، فسادی، وہابی اور باغی جیسے القابات تراشے.... اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف رکیک حملوں کا محاذ کھولا... مسلمانوں کی وحدت توڑنے کے لئے نئے نئے فرقے ایجاد کئے....ان نوزائیدہ فرقوں نے کفر کے نئے دفاتر کھولے.... نور و بشر، حاضر ناظر، علم غیب ، سماع الموتی.... مسجدیں مناظروں کا گڑھ بن گئیں....اور تصوف کی پرچارک خانقاہیں فوجی بھرتی کے مراکز....اس سب کے باوجود .... کہیں نہ کہیں.... کسی نہ کسی شکل میں.... جہاد کا الاؤ روشن رہا.... جنگِ امبیلا.... پٹنہ سازش کیس.... راج محل سازش کیس.... مالوہ سازش کیس" !!! ....

"لیکن.....اس کا قادیانیّت سے کیا تعلق ہے؟؟" میں نے سٹپٹا کر کہا-

"تعلق ہے.... بہت گہرا تعلق ہے.....1869ء میں فرنگی شاطروں کا ایک فیصلہ کن وفد ھندوستان آیا.... جس میں برٹش پارلیمنٹ کے ممبران، ممتاز اخبارات کے مدیران اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندگان شامل تھے.... وفد کا مقصد مسلمانوں سے جہادی مزاحمت چھڑانے کے نئے طریقوں پر غور کرنا تھا...اس وفد نے واپس جا کر اپنی رپورٹ میں بہت سی تجاویز پیش کیں....ان میں یہ بھی لکھا کہ

ھندوستانی مسلمان اپنے روحانی پیشواؤں کے پیچھے بکری کی طرح چلتے ہیں.... اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو "Apostolic Prophet" ہونے کا دعوی کرے... اور شریعتِ محمّدی میں وقتاً فوقتاً ہماری مرضی کی ترامیم کر سکے.... تو برطانیہ کے سیاسی مفادات کا تحفّظ ممکن ہے" !!! ....

"اپاسٹالک پروفٹ ؟؟" میں نے حیرت سے کہا-

"جی ہاں..... حواری نبیّ..... جو ایک کاذب نبی سے بھی خطرناک ہوتا ہے.... کیونکہ وہ اصل شریعت پر نقلی پیوند لگاتا ہے.... یہ ایک ناقابل عمل منصوبہ تھا...... ھندوستان کے کسی مولوی، کسی سجادہ نشین، کسی پیر فقیر قلندر ملنگ درویش سے بھی "دعویٔ نبوّت" کی توقع ہرگز نہ تھی...... لیکن اس کے باوجود برطانوی انٹیلیجنس ایک "سوٹ ایبل" آدمی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی..... جسے "حواری نبوت" کا طوق پہنا کر ایک "لائل امّت" کشید کی جا سکے !!!! ....

ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی کچہری میں ایک مُنشی صاحب کام کرتے تھے ....

میٹرک فیل تھے مگر زبان و بیان کے دھنّی..... جہاں بیٹھتے مجمع لگا لیتے..... لوگ ان کی باتوں پر سر دھنتے اور تبحّرِ علمی کی داد دیتے....

سو پشت سے پیشہ ءآباء فرنگ کی چاکری تھا.... سیالکوٹ کا ایک پادری مسٹر بٹلر ایم-اے بھی ان کا شیدائی تھا- وہ گھنٹوں ان کے پاس بیٹھتا، دقیق علمی موضوعات کی حس لیتا، اور داد و تحسین کے ڈونگرے برسا کر رخصت ہوتا -

اتفاق سے برطانوی انٹیلیجنس کے شعبہ ہائے ھند نے کمشنر سیالکوٹ کو ہی "پروجیکٹ اپاسٹلک پروفٹ" کا ٹاسک دے دیا... کمشنر نے یہ کام مسٹر بٹلر کے متھّے مارا.... پادری نے کہا حضور بندہ تو گھر میں ہی بیٹھا ہے.... منشی صاحب آخر کب کام آئیں گے.... لیکن کمشنر بضد تھا کہ کم از کم چار آدمیوں کا انٹرویو کر کے ایک جینئس، کرینکل اور ریڈیکولیس بندہ ڈھونڈو کہ معاملہ بہت اہم ہے-

پادری کچھ دِن سیالکوٹ کی سڑکوں پر جوتیاں چٹخاتا رہا، اور بودے قسم کے مذھبی دانشور پکڑ پکڑ کے لاتا رہا بالآخر نگاہِ انتخاب منشی پر ہی آکر ٹھہری..... سالانہ چھٹیاں سر پر تھیں.... طویلے کی بلاء سر سے جھاڑنا ضروری تھا... وطن واپس جانے سے پہلے پادری نے منشی سے تخلیہ میں طویل ملاقات کی اور کہا:

"اگر میرا گیان غلط نہیں تو یقین کر لو کہ خداوند نے تمہیں بد نصیب ھندوستانی قوم کا پیغمبر بنانے کا فیصلہ کیا ہے.... یہ فیصلہ ءآسمانی ہے .... چوں چراں کی گنجائش نہیں.... اس دورِ پُر آشوب میں نبوّت یکبارگی تو ملنے سے رہی.... میرٹ کا زمانہ ہے.... درجہ بدرجہ

سیڑھیاں چڑھنا ہونگی.... پہلے مجدّد بن کر اپنا سکّہ جماؤ.... پھر مثیل مسیح بن کر پادریوں اور آریا سماج سے ٹکراؤ.... پھر خنزیر کو قتل کر کے مسیح موعود کہلاؤ.... پھر مہدویّت کا زینہ چڑھ کر ایک امّت بناؤ.... اس سے آگے پیغمبری کا تاج ہے.... جو تم نے اپنے رسک پر پہننا ہے.... دلائل اور معجزات بھی خود تراشنے ہیں.... اور مولیوں سے مقابلہ بھی خود کرنا ہے.... ترقی کا انحصار کارکردگی پر ہے" ....

"وہ سب تو ٹھیک ہے.... مگر خنزیر کیسے قتل ہوگا؟؟" وقفہء سوالات میں منشی نے پوچھا-

"اس کی فکر مت کرو.... میرے جیسے کئی پھرتے ہیں.... کسی مشہور عیسائی پادری سے مباہلہ رچاؤ.... ہارو یا جیتو.... اپنی کامیابی کا ڈنکا بجاؤ..... پھر اس کی موت کی پشین گوئی فرماؤ"....

"اور اگر وہ وقتِ معیّن تک نہ مرا تو؟؟"

"ٹپکا دینا.... کیس ہم ختم کروادیں گے" !!!

اس کے بعد پادری نے ڈپٹی کمشنر کو منشی کی سی-وی جمع کرائی اور واپس انگلینڈ چلا گیا!!! ....

ھندوستانی قوم کی بدقسمتی ہے کہ ککڑی اور تمبے میں فرق کر لیتی ہے.... لیکن مذھب کے نام پر اکثر دھوکا کھاتی ہے.... وجہ اس کی عقیدت کا بخار اور شخصیّت پرستی کا خمار ہے.... ھندوستان میں ان دنوں جگہ جگہ علمائے دین اور عیسائی مبلغین دست بدست تھے.... اچھّا مناظر قوم کا ہیرو سمجھا جاتا تھا.... چنانچہ منشی صاحب بھی کبڈی کبڈی کرتے اکھاڑے میں آن اترے اور آتے ہی چھا گئے.... کہیں دلیل سے کام چلایا، کہیں خصم کو ذلیل کر کے بھگایا.... لفظوں کے مدّاری تھے، اور تاویلات کے گرو....10 سال کی محنتِ شاقہ کے بعد بالا خر 1870ء میں ایک روایت شکن مصلح، بہترین مناظر اور پرجوش مذہبی لیڈر بن کر سامنے آئے!!! ....

دال گلتی دیکھ کر 1880ء میں صاحبِ کشف والہام ہونے کا دعوی کر دیا....1882ء میں مجدّد کے عہدے پر فائز ہوئے.....

1888ء میں بیعت لینے بیٹھے اور 1891ء میں مثیل مسیح کا چوغہ پہن کر اُٹھ کھڑے ہوئے!!! ....

پادریوں کے ساتھ مناظروں میں آپ عیسائیت کو غلیظ سے غلیظ گالیاں دیتے رہے..... حضرت عیسی ع اور بی بی مریم ع کی اہانت کرتے رہے..... لیکن باوجود شکایات عیسائی حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی کہ وسیع تر قومی مفاد کا سوال تھا....البتہ جواب آں غزل پادریوں نے بھی حضور اکرم ﷺ کی توھین کو وطیرہ بنالیا.....اسی طرح آریا سماج جیسی ترقی پسند ھندو تحریک جب مرزا صاحب کے ہاتھوں ذلیل ہوئی تو انہوں نے بھی قران، اسلام اور سرورکائنات ﷺ پر سب وشتم شروع کر دیا.... نتیجتاً مسلمان اور ھندو جو کبھی استعمار کے خلاف ایک تھے.... آپس میں گتھم گتھا ہو کر رہ گئے....اور انگریز قدرے اطمینان سے حکومت کرنے لگا!!! .....

1893ء میں مشہور عیسائی مبلغ ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ 15 روزہ مناظرہ میں آپ نے شکست کھائی.....اسلام کے نام پر بدنماء دھبّہ لگوا کر....اور اپنی ناک کٹوا کر واپس آئے تو سال کے اندر اندر آتھم کی موت کی پشین گوئی فرمائی-

عبداللہ آتھم پر امرتسر میں نامعلوم افراد نے گولی چلائی تو اس نے فیروزپور بھاگ کر جان بچائی.... وہاں چار حملے ہوئے.... دوبار کسی نے گولی چلائی.... ایک بار کمرے میں کسی نے کوبرا سانپ چھوڑا.... لیکن بدبخت کو پھر بھی موت نہ آئی.... جیسے تیسے کر کے پشین گوئی کا سال تمام ہوا تو عیسائیوں نے "فتحِ مقدّس" منائی.... آتھم نے امرتسر آکر مرزا صاحب پر ارادہء قتل کی رپٹ درج کرائی.... لیکن انگریز کمشنر نے حساس اداروں کے دباؤ پر مرزا صاحب کو چھوڑ دیا اور الٹا آتھم کو ڈانٹ پلائی کہ ڈھیٹ آدمی..... تجھے موت کیوں نہ آئی ....؟؟؟

یوں خنزیر کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے کے بعد مرزا صاحب نے "مسیح موعود" ہونے کا دعوی کر دیا- عوام سے لاکھوں کا چندہ بٹورا..... راج گیر بلائے اور قادیان میں مینارۃ المسیح تعمیر کرایا..... پھر اس پر چڑھ کر نقارہ بجایا کہ آج سے زمینی جہاد منسوخ ہو چکا.... دین کے لئے لڑنا حرام قرار دے دیا گیا.... اور آج کے بعد جو دین کے لئے تلوار اٹھائے گا.... خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہوگا-

مرزائیت کی سخن گُسترانیاں قادیان کے چھاپہ خانوں سے نکل کر اردو، ھندی، عربی، فارسی اور انگریزی میں ترجمہ ہو کر ہر اس ملک میں پہنچنے لگیں جہاں برطانوی راج تھا..... بلادِ عرب، بلادِ شام، ترکی، مصر اور افغانستان سے لیکر مکّہ اور مدینہ کی گلیوں تک "تنسیخِ جہاد" کے فتوے بٹنے لگے !!! ....

جہاد اور مناظروں کے محاذ پر ڈٹّے علماء ادھر متوجہ ہوئے تو مرزا استعمار کے گھوڑے کو چابک مار چُکا تھا- مقابلے میں اُٹھنے والے ہر مولوی کی انگریز بہادر کو شکایت لگانا اور "وہابی" کہ کر اندر کروانا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا.... اس زمانے میں وہابی اور باغی مترادف الفاظ سمجھے جاتے تھے ....

مولانا محمد حسین بٹالوی سلفی المسلک تھے اور نزیر حسین محدّث دھلوی کے شاگرد.... بحیثیّت مناظر وہ مرزا صاحب کے بڑے قدردانوں میں سے تھے- مرزا صاحب نے الٹی قلابازی لگائی تو سب سے پہلے انہوں نے ہی شرم دلائی- مرزا صاحب نے مولانا کے عزائم دیکھ کر حسبِ روایت "وہابی وہابی" کا شور مچایا.... مولانا نے رفقاء سے مشورہ کر کے انگریز کمشنر کے پاس "منسوخیٔ جہاد" کا فتوی جمع کرایا .... اپنی جماعت کو "اہلحدیث" کے نام سے رجسٹر کروایا اور اپنے رفقاء سمیت مرزا کے مقابل آن کھڑے ہوئے کہ یہی بہترین جہاد تھا ..... یوں رفتہ رفتہ مرزا صاحب کے گرد رونق بڑھتی گئی.... جہاد کی چوکیاں خالی ہوتی گئیں اور انگریز مزید اطمینان سے حکومت کرنے لگا .... !!!

رات نصف سے زیادہ ڈھل چکی تھی....

ہم پیدل چلتے چلتے ہم برکت علی اسلامیہ ہال پہنچ گئے۔

ہال خالی تھااور گیٹ پر ایک چوکیدار بیٹھااونگھ رہا تھا ۔

"رحمت علی گیٹ کھولئے گا... ہم کچھ دیر اندر بیٹھنا چاہیں گے " ...

رحمت نے ہال کا مرکزی دروزاہ کھول دیا۔ ہم برامدے میں رکھی کُرسیوں پر بیٹھ گئے ۔

"ہاں تو کیا بات چل رہی تھی.....؟؟" چاندپوری نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

"شاید..... مُطمئن انگریز کا ذِکر ہو رہا تھا...." میں نے ذھن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"جی بالکل.... انگریز پنجاب کی طرف سے بالکل مطمئن تھا.... پنجاب ان دنوں علماء سے کہیں زیادہ پیروں فقیروں کا صوبہ تھا.... اہل پنجاب تعلیمات کے مقابلے میں کرامات کے شیدائی تھے.... چنانچہ مرزا صاحب نے یہاں بھی اپنا جال بچھایا.... 1894ء اس نے خواجہ غلام فرید (رح) سے بزریعہ ءخط و کتابت تعلق بنایا... اپنی عقیدت مندی اور اسلام کی خیر خواہی کا ڈھونگ رچایا... درویش صفت صوفی شاعر نے جواباً خیر کا سندیسہ بھجوایا... تو مرزا نے ان خطوط کو اشتہار بازی کا ذریعہ بنایا... اور پیر پرستوں کو بھی اپنا گرویدہ بنایا ... !!!

علماء کا ایک وفد مولانا بٹالوی کی قیادت میں خواجہ صاحب سے ملنے چاچڑاں شریف آیا.... پیر فرید کو سب احوال سنایا..... لیکن خواجہ صاحب نے اپنی نرم خوئی اور صوفیانہ مزاج کے باعث اتنی عجلت میں کوئی فیصلہ نہ فرمایا.... سو وفد ناکام واپس آیا... بعد میں جب خواجہ صاحب کے پاس مرزا کی نئی کُتب پہنچیں تو انہوں نے بھی مرزا سے بیزاری کا اظہار فرمایا... انہی دنوں پیغامِ اجل آیا اور پیر صاحب نے جہانِ فانی سے کوچ فرمایا!!! ....

علمائے ھند نے باہمی اتفاق کی تصویر بن کر حضرت پیر سید مہر علی شاہ جیلانیؒ کا دروازہ کھٹکایا.... مرزا کے دعوئ مسیحت کا ثبوت دکھلایا.... تو پیر صاحب نے فتنہء قادیانیت کی سرکوبی کے لئے مدد اور رہنمائی کا وعدہ فرمایا!!!

مرزا صاحب لکڑی کے جس گھوڑے پر سوار تھے، وہ ان کا نظریہءحیاتِ مسیح تھا..... پہلے منارہء مسیح بنوایا.... پھر قادیان کو دمشق بتلایا اور آخر کار لدھیانہ بھی "لد" قرار پایا!!! ...

پیر مہر علی شاہ صاحب نے 1899ء میں ''شمس الھدایہ'' تصنیف فرمائی... حیات مسیح اور نزولِ عیسیٰ ع کے موضوع پر دلائل و براہان کی شمع جلائی.... اور مرزا غلام احمد کے دعوئ باطلہ کو خوب دُھول چٹائی.... مرزا صاحب ''شمس الھدایہء'' کا کیا جواب دیتے.... فوراً

مجلس ابلیس بٹھائی.... حکیم نورالدین کے مشورے سے بارہ سوالوں کی ایک کھچڑی پکائی....اور پیر صاحب کو بزریعہ ءخط بھجوائی ....
!!!

پیر صاحب نے بارہ سوالوں کا جواب بصورتِ اشتہار شائع کرایا... مرزا کے کذب وافتراء پر براھیمی کلہاڑا چلایا... مرزا سٹپٹایا اور بیس مربیّوں کے دستخط سے مقابلہ ءتفسیر نویسی کا پیغام بھجوایا..... پیر صاحبؒ نے جواب میں بیس علماء کے دستخط سے مباحثے کا چیلینج بھجوایا .... پنجاب، سرحد اور دوسرے صوبوں سے علماء ومشائخ کو بلوایا...اور 25اگست 1900ء، بمقام شاہی مسجد لاہور، مباحثے کا دن قرار پایا!!!

24اگست 1900ءحضرت قبلہ پیر صاحب نے لاہور میں قدم رنجہ فرمایا تو.....اسی ہال میں ڈیرہ لگایا" !!!! ....

"برکت علی اسلامیہ ہال؟؟"

"جی بالکل.... برکت علی اسلامیہ ہال.... علماومشائخ نے آپ کا تاریخی استقبال فرمایا...رات گئے تک عقیدت مندوں نے حلقہ جمایا .... اگلے روز آفتابِ چشت علماء ومشائخ کے جلو میں شاہی مسجد تشریف لایا...اس تاریخی مباحثے کو دیکھنے کے لیے عوام کا سمندر امڈ آیا .....جماعت احمدیہ کے نمائندوں نے بھی رش مچایا...اور حکومت نے مرزا صاحب کی حفاظت کے لئے لاہور پولیس کا ایک دستہ بھی بھجوایا!!! ....

25اور 26اگست کو دونوں اطراف سے مذھبی نمائندوں اور عوام نے سارا دن مرزا کا انتظار فرمایا.... لیکن مرزا صاحب کو جو وفد لینے گیا تھا....ناکام واپس آیا.... مرزا نے "جان کا خطرہ" ظاہر کر کے قادیان میں ہی آرام فرمایا...وفد کو واپس آتے ہی پیر صاحب نے کلمہ پڑھایا...اور دائرہءاسلام میں داخل فرمایا" !!! ....

"واہ... یہ تو بڑے مزے کی بات ہے!!!" میں نے کہا-

"اس سے بھی مزے کی بات سنو........اگلی صبح جب مسلمان بیدار ہوئے.....تو پورے لاہور میں مرزا کی کامیابی کے اشتہار لگے تھے !!! "

"واللہ؟؟؟وہ کیسے؟؟؟"

"شاطر میڈیا....جو سیاہ کو سفید کرنے پر قادر ہے.... مسلمانوں نے ہمیشہ میڈیا سے ہی مار کھائی ہے....اسی لئے تو میں اس نیک بخت سائیکلواسٹائل پر ہاتھ کالے کر رہا ہوں.... جن دنوں علماء چھاپہ خانہ کو حرام سمجھتے تھے.... مرزا کے پاس نصف درجن سائیکلواسٹائل مشینیں تھیں" !!! ....

"پھر کیا ہوا؟ کیا لاہور والے پھر مرتد ہو گئے؟؟"

"نہیں نہیں.... پیر مہر علی شاہ صاحب ابھی لاہور میں ہی موجود تھے.... اگلے روز شاہی مسجد میں مسلمانوں کا عظیم الشان جلسہ منعقد کرایا.... دیوبند، بریلوی، اہل حدیث، اہلِ قران اور شیعہ مجتہدین نے اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ فرمایا.... اس جلسے میں علمائے کرام نے ولولہ انگیز تقاریر کر کے دعوتِ مناظرہ کا مکمل احوال سنایا.... عوام کو شاطر میڈیا کا اصل چہرہ دکھایا.... یوں لاہور مناظرے نے، مرزائیت کے تابوت میں ٹھونک ٹھونک کے پہلا کیل لگایا... اس دن بے شمار قادیانیوں نے تائب ہو کر دائرہءاسلام میں دوبارہ قدم رنجہ فرمایا" !!!

کچھ روز بعد مرزا صاحب نے دوبارہ پلٹا کھایا... مرزائیوں کا ایک وفد پیر صاحب کے پاس مباہلے کا سندیسہ لایا.... ایک اندھے اور ایک لنگڑے کو تندرست کرنے کا چیلنج بتلایا.... پیر صاحب نے جواباً لکھ بھجوایا... اگر مردے بھی زندہ کرانے ہیں تو آ جاؤ.... یہ سن کر وفد قادیان گیا اور آج تک واپس نہ آیا" !!!

مرزا کو مباہلہ میں اپنی کامیابی صفر نظر آئی.... اس نے پینترا بدل کر پیر صاحبؒ کو اپنی کتاب "اعجاز المسیح" بطور "معجزہ" بھجوائی تو پیر مہر علی شاہ صاحب نے "سیف چشتیائی" لکھ کر مرزا کی پھر پیٹھ لگائی!!! ....

1901ء میں مرزا صاحب نے دعویٰ نبوّت فرمایا... مولانا محمد حسین بٹالوی نے برصغیر کے دو سو جیّد علمائے کرام کے دستخط سے مرزا کے کفر پر پہلا فتوی شائع کرایا... 1907ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے آخری بار قادیان جا کر مرزا کو مباحثے کے لیے بلایا... لیکن مرزا اس بار بھی سامنے نہ آیا.... مولانا امرتسری نے فاتح قادیان کا لقب پایا... پے در پے مناظروں سے مرزا گھبرایا... تو قادیان سے گالیوں اور مغلظات کا وہ سیلاب آیا... کہ ہر کسی نے کانوں کو ہاتھ لگایا.. مرزا نے مولانا امرتسری سے تنگ ہو کر مباہلہ کا اشتہار شائع کرایا... خدا کے سامنے گڑ گڑایا... یا اللہ طاعون بھیج یا ہیضہ.... ہم میں سے جو جھوٹا ہو مخالف کی زندگی میں ہی اس کا کر صفایا... ساتھ ہی مولانا ثناء اللہ امرتسری اور پیر مہر علی شاہ صاحب رح کے اسی سال فوت ہونے کا اشتہار لگایا!!!

مئی 1908 میں مرزا اچانک لاہور لایا... نعرہ ھندو مسلم اتحاد کا لگایا... لیکن اندرون خانہ قادیانیت کی سوکھتی پنیری کو تازہ پانی لگایا..... انہی دنوں آسمان سے ربِّ کریم کا فیصلہ بھی آیا!!!

25 مئی 1908ء کی رات مرزا کی طبیعت نے اچانک پلٹا کھایا... پیٹ میں درد کے ساتھ ساتھ دست اور الٹیوں نے کہرام مچایا... ڈاکٹروں نے وبائی ہیضہ بتلایا... انجیکشن پہ انجیکشن لگایا... مگر آرام نہ آیا... اگلے روز صبح ٹھیک دس بجے آپ نے برانڈرتھ روڈ احمدیہ بلڈنگ کی ایک لیٹرین میں موت کا آخری جھٹکا کھایا... یوں سچے رب نے اپنا انصاف فرمایا!!!

پیر صاحب نے جن بوتل میں بند کیا تو تبلیغِ سُوء کا ہر دروازہ بند ہو گیا-
جماعت مرزائیہ سخت زوال کا شکار ہو گئ- پیروکاروں کی تعداد گھٹتے گھٹتے 15 سورہ گئ- خلافت کا جھگڑا ہوا تو مولوی محمد علی آدھے بندے توڑ کر "لاہوری گروپ" میں لے آیا.... قادیانی گروپ مرزا کی ظلّی بزوری نبوت کا ڈھول پیٹتا رہا، جبکہ لاہوری گروپ مجددیت کا راگ الاپنے لگا....اس سے پہلے کہ مرزائیت تاریخ کے نہان خانوں میں دفن ہو جاتی، عالمی طاقتیں آپس میں بھڑ گئیں اور پہلی جنگِ عظیم کا نقارہ بج اُٹھا!!!
عجب افراتفری تھی.... انگریز ھندوستان بھر میں پھرکی کی طرح گھوم رہا تھا.... کہیں فتوؤں کے لئے مولویوں کی منتیں.... کہیں تعویز بمعہ مرید کے لئے گدی نشینوں کے ترلے.... کل تک وہابی کو باغی کہنے والا انگریز آج وہابیّت کے سر پر حجازِ مقدس کا تاج سجانے کو بے چین تھا....ہندوستانی مسلمان ششدر تھا کہ فرنگی کے ساتھ پھرکی کھائے یا سلطنتِ عثمانیہ کی خیر منائے....ان حالات میں قادیانیت کا جن پھر بوتل سے باہر آ گیا.... مرزا بشیر الدین محمود نے کرنل لارنس ثانی کا کردار نبھایا..... دنیائے عرب میں جاسوسی کا جال بچھایا..... عربوں کو ترکوں کے خلاف بھڑکایا- جب خلافت عثمانیہ کو زوال آیا تو مسلمانوں نے دریائے حسرت و غم میں غوطہ کھایا اور مرزائیوں نے قادیان میں جشنِ چراغاں منایا!!! ....
ان حالات میں مولانا ظفر علی خان نے اسلامی صحافت کا پرچم لہرایا..... "زمیندار" نے جماعت احمدیہ کے چہرے سے نقاب اٹھایا..... مرزا بشیر الدین محمود سخت گھبرایا....اور گورنر پنجاب سرمائیکل ایڈوائر کے سامنے جا کر گڑ گڑایا....ایڈوائر نے زمیندار کا ڈکلیریشن منسوخ کر کے مولانا کو اپنے گاؤں کرم آباد میں نظر بند کروایا-
بار بار کی ڈکلیریشن منسوخیوں، جرمانوں، پرنٹنگ پریس کی ضبطیوں، ایڈیٹروں کی گرفتاریوں اور قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود مولانا ظفر علی خان ذرہ بھر نہ گھبرائے.... "زمیندار" بند ہوا تو "لمحات" بن کر مسکرائے، اس پر تالے پڑے تو "ستارہء صبح" بن کر جگمگائے .... نثر و نظم کے ترکش سے قلعہء قادیان پر مسلسل تیر برسائے: ....

باپ لندن، شملہ بیٹا، قادیاں روح القدس
اے مسلماں کیا یہی تصویر ہے والتین کی؟

ظفر علی خان کی آواز مرزائیت کے خلاف ایک تحریک بن کر پورے ھندوستان میں پھیل گئ.... بالا خر پڑھے لکھے مسلم طبقات کو بھی ہوش آیا....انہوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے قادیانیوں کا قبضہ ختم کروایا.... سر ظفر اللہ کو مسلم لیگ کی مجوزہ صدارت سے الگ کروایا.... غرض کہ مسلمانوں کی ہر عمرانی، سیاسی، تہذیبی اور علمی مجلس میں اس طائفے کا ناطقہ بند کرایا!!!

تیسرا کیل ڈاکٹر اقبال نے لگایا!!! ....

"علامہ اقبال؟؟"

"جی ہاں.... شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد علامہ اقبال" !!!

اس سے پہلے کہ چاند پوری داستان آگے بڑھاتے، ہال کے صحن میں پیپل کے بڑے درخت پر اُلو شور وغُل کرنے لگے۔

میں اٹھ کر پتھر تلاش کرنے لگا تو چاند پوری گویا ہوئے:

"چھوڑو ان کو.... جب بھی اقبال کا ذکر ہوگا.... یہ ضرور شور کریں گے.... اس لئے کہ ڈاکٹر اقبال نے ہی ظفر علی خان کے مشن کو آگے بڑھایا.... مسئلہء قادیانیّت پر حضرت انور شاہ کشمیری اور پیر مہر علی شاہ صاحب سے بزریعہء خط وکتابت مشورہ فرمایا.... مرزا یعقوب بیگ کو انجمن حمایت اسلام کے اجلاس سے باہر نکلوایا.... مرزا صاحب اقبال کے دیرینہ دوست تھے.... یہ نشتر برداشت نہ کر سکے..... اسی دن فالج کا حملہ ہوا اور اگلے ہی روز دنیا سے کُوچ فرمایا!!! ....

مرزا بشیر الدین محمود کشمیر کمیٹی کی صدارت سنبھالنے آئے.... روشن خیال مسلمانوں نے نے دیدہ ودِل راہ میں بچھائے... لیکن ڈاکٹر اقبال چٹان بن کر آڑھے آئے.... ادھر نہرو نے مرزا غلام احمد کی تعریف میں کچھ الفاظ رقم فرمائے.... تو اقبال نے نہرو کے نام ایک طویل مدلِل خط میں قادیانیت کے پرخچے اڑائے.... تب جا کر نہرو کے ہوش ٹھکانے آئے!!! ....

کاش اقبال کچھ دن اور زندہ رہتے اور اپنے خوابوں کا پاکستان دیکھ کر جاتے.... پھر ہم بھی دیکھتے کہ سر ظفر اللہ خان کیسے وزیر خارجہ بنتے ہیں .... ذریّتِ مرزا کیسے بے لگام ہوتی ہے.... خون مسلم سے لاہور کی گلیاں کیسے سرخ ہوتی ہیں.... افسوس کہ اقبال کے ساتھ ہی مسلمانوں کا اقبال بھی رخصت ہو گیا!!! ....

چوتھا کیل احرار الاسلام نے لگایا!!!! ....

1933ء میں احرار کا چراغِ مصطفوی قادیان کے شرارِ بولہبی سے ٹکرایا.... سرخ پوشوں نے دلائل وبرہان کی بھاری منجنیقوں سے قلعہء قادیان کو تختہء مشق بنایا.... انگریز ششدر رہ گیا اور مرزائی گھبرایا.... مذھب کی جنگ کو "احرار احمدی جھگڑا" کہہ کر فرقہ واریت کا رنگ چڑھایا.... مجلسِ احرار کو مسلمانوں میں بدنام کرایا.... تحریک پاکستان میں احرار کی عدم شرکت سے فائدہ اٹھایا.... پاکستان بننے کے بعد قادیانیوں نے سر ظفر اللہ کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنوایا.... قادیان جیسے "مقدس" شہر کو چھوڑ کر پاکستان میں ڈیرہ لگایا.... سرکاری عہدوں پر قبضہ جمایا.... ربوہ کو فوجی قلعہ بنایا.... ان حالات میں احرار نے ایک بار پھر ختمِ نبوّت کا پرچم اُٹھایا.... مختلف مکاتبِ فکر کو اپنے ساتھ ملایا... پھر اس کے بعد جو طوفان آیا.... وہ آپ نے بھی دیکھا.... ہم نے بھی ملاحظہ فرمایا" !!! ....

چاند پوری مرزائی ریشہ دوانیوں کی داستان سنا رہے تھے کہ سائرن کی چنگھاڑ سے فضاء گونج اُٹھی.... پولیس گاڑیوں کا ایک قافلہ برکت

علی اسلامیہ ہال کے سامنے آن کھڑا ہوا.... سرچ لائٹس کی چکا چوند سے آنکھیں چندھیانے لگیں.... وائرلیس کی کھٹ پٹ سے ماحول پر شور ہو گیا....

"ایچ کیو ون...ایچ کیو ون.... دالگراں پوسٹ اوور!!!

"تین سال سے پولیس کو مطلوب..... شر پسند خفیہ اخباری رپورٹرز کا گھیراؤ کر لیا گیا...اوور" !!!

"دالگراں پوسٹ.... گو اہیڈ اریسٹ ھم.... بھاگیں تو گولی مار دو....اوور!!!

چاند پوری گرد و پیش سے بے نیاز اپنی تقریر جاری رکھے ہوئے تھے:

"مارشل لاء بھی ختم ہو گیا... مارشل لاء لگانے والے بھی عبرت کا نشان بن گئے.... انگریز نے جلیانوالہ باغ میں ھندوستانیوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر پنجاب میں پہلا مارشل لاء لگایا... ٹھیک 27 سال بعد انگریز نے برصغیر سے بستر گول فرمایا...53ء میں مسلم لیگی حکومت نے ختمِ نبوّت کے پروانوں کو خاک و خون میں تڑپایا... ٹھیک 21 سال بعد حکومت نے قادیانیت کا تابوت اپنے کندھوں پر اٹھا کر اسے کفر کے قبرستان میں دفنایا" !!! ....

پولیس گاڑیوں میں نصب لاؤڈ اسپیکر سے اعلان ہو رہا تھا:

"آپ دونوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے.... اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر عمارت سے باہر آ جاؤ.... ورنہ دیکھتے ہی گولی ماردی جائے گی"....

چاند پوری کی تقریر جاری تھی.... میں نے احتیاطاً دونوں ہاتھ سر پر رکھ لئے ....

"جدوجہد کا بیج اگر خون کے وتر میں بویا جائے تو جلد یا بدیر ضرور پھل لاتا ہے..... لیکن اس کے لئے امیر شریعت جیسی جرات ابولحسنات جیسی ہمّت....ماسٹر تاج الدین جیسی جانثاری.... مولانا اسمعیل جیسی رواداری.... مولانا لاہوری جیسا حوصلہ.... مولانا ہزاروی جیسا ولولہ.... مفتی شفیع جیسا علم....ابو الاعلی جیسا قلم.... علامہ شمسی جیسی فراست اور.... مفتی محمود جیسی سیاست بھی ضروری ہے.... خدا کے لئے اکابرین کی کتابیں تلاش کرو.... انہیں پڑھو.... محض شخصیت پرستی کے استھان مت بناؤ" ....

پولیس ہال کا مرکزی دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے لگی.... ہتھیار بند سپاہی ہمارا گھیراؤ کرنے لگے.... کھڑل کھڑل بندوقیں کاک ہونے لگیں.... بچ نکلنے کا اب کوئی رستہ نہ تھا ....

اچانک چاند پوری نے میرا ہاتھ پکڑا اور اونچی آواز میں ذِکرِ جہر شروع کر دیا....

اکڑ بکڑ بمبے بوء، سمّے ساٹو واپس ہو

ترپن..... تریسٹھ..... تہتّر..... تراسی

ترانوے.... تین...... تیرہ....... سولہ

پھر زور کی ہوا چلی.... سپاہیوں کی ٹوپیاں ہوا میں اڑنے لگیں.... بندوقیں زمین پر گرنے لگیں....ان کی وردیاں چھیتڑے بن کر ادھر ادھر بکھر گئیں....اجسام ڈھانچے بن کر تنکا تنکا ہونے لگے... کھوپڑیاں فٹ بال کی طرح ادھر ادھر لڑھک گئیں.... پیپل کا بڑا درخت سوکھ کر دھڑام سے صحن میں گرا...اور دیکھتے ہی دیکھتے نیست و نابود ہو گیا.... چاند پوری مسلسل ورد جاری رکھے ہوئے تھے....

اکڑ بکڑ بمبے باء

اک جمہوریت، تین مارشل لاء

ایّوب، یحیٰ، بھٹّو، ضیاء

اکڑ بکڑ نھّے واہ

دو جمہوریت، ایک مارشل لاء

بی بی، میاں، مشرف بھاء

ہمارے چاروں طرف ایک زلزلہ برپا تھا.... درخت کٹ کٹ کر گر رہے تھے.....اوران کی جگہ زمین کا سینہ چیر کر دھڑا دھڑ عمارتیں اگ رہی تھیں....

بالآخر فضاء میں سکوت چھا گیا.... چاند پوری اب ذکرِ خفی فرما رہے تھے...

"اکڑ بکڑ کون آیا.... شیر شیر آیا" !!! ....

سمّے ساٹو کے باریک سوراخ سے تریسٹھ سال کا سفر کر کے ہم واپس 2016ء میں پہنچ چکے تھے.... بجلی غائب تھی اور برکت علی ہال کی مخدوش عمارت گھپ اندھیرے میں کسی بھوت بنگلے کا منظر پیش کر رہی تھی.... ضعیف و نزار چاند پوری کپکپاتی آواز سے مجھے جگا رہے تھے !!!

اگلے کچھ روز بہت مصروفیت میں گزرے۔ تقریباً دو ہفتے بعد میں پنجاب لائبریری میں بیٹھا اپنے مسودات کو آخری شکل دے رہا تھا کہ چاند پوری اپنے نئے موبائل سے کھیلتے ہوئے وارد ہوئے۔

"بھائی.... عطاءاللہ شاہ بخاری صاحب کا فون آرہا ہے.... بار بار... کیا جواب دوں؟؟"

میرا مونہہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"سمّے ساٹو سے اب فون بھی آنے لگے ؟؟"

"کتنی بار سمجھا چکا ہوں.... سمّے ساٹو وغیرہ کچھ نہیں ہوتا.... نکلو اس وہم سے.... ارے میاں.... امیر شریعت کے پوتے عطاءاللہ شاہ ثالث بخاری.... ملتان سے پوچھ رہے ہیں ناول کا مسودہ کب تک تیار ہو جائے گا " ....

میں نے ایک زور کا قہقہہ لگایا اور کہا:

"بس ایک ہفتہ اور.... انہیں عرض کر دیں کہ.... شورش ثانی کو تھوڑا وقت دیں" !!! ...

اس تاریخی ناول کے ماخذ:

تحریک ختم نبوّت 1953-مولانا اللہ وسایا

تحریکِ ختمِ نبوّت-شورش کاشمیری

تحریکِ ختمِ نبوّت کی یادیں-مولانا طاہر عبدالرزاق

جسٹس منیر کمیشن رپورٹ برائے فسادات لاہور 1953

تحریک ختم نبوت کی لمحہ بہ لمحہ داستان سید خلیل احمد قادری

قادیانی مسئلہ ابو الاعلی مودودی